عظمتِ صحابہ

عشرۂ مجالس

خطیب العصر ڈاکٹر الحاج

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

فہرستِ مجالس

مجلسِ اول: موضوع کا تعارف

مجلسِ دوئم: تذکرہ اویسؑ قرنی و عمارِؓ یاسر

مجلسِ پنجم: ذکرِ نعمان بدری اور ابوایوب انصاری اور جابر بن عبداللہ انصاری

۱۔ خواتم تقاریر اور ذکرِ زہراؑ کا تسلسل۔

۲۔ ان سات اصحاب کے وسیلے سے خدا دعا قبول کرتا ہے حدیثِ رسولؐ۔

۳۔ صحابہ کی طبقہ آرائی۔

۴۔ کیا صحابہ کمیونسٹ تھے؟

۵۔ ارتقائے تہذیب نشیب سے ہوگا۔

۶۔ اُردو کے تین دبستانوں کا تذکرہ۔

۷۔ دین اولاد سے چلتا ہے اصحاب سے نہیں۔

۸۔ فتح مکہ اور قصہ سومنات۔

۹۔ اصحابِ صفہ بھوکے بہت تھے، ابوہریرہ رسولؐ کی جوتیاں بیچ کر کھا گئے۔

۱۰۔ نعمان بدری کا مزاج اور صحابہ کا جز بز ہونا۔

۱۱۔ ابنِ ام مکتوم سے نعمان بدری کا سنگین مزاح۔

۱۲۔ تحقیق اسماء۔ عرب میں ایک ایک نام کے کتنے کتنے لوگ آباد تھے۔

۱۳۔ عرب میں ساڑھے تین ہزار سکینہ بنت الحسین گزری ہیں۔

۱۴۔ ابوایوب انصاری حضرت رسولؐ خدا کے عاشق صادق تھے۔

۱۵۔ ہجرت کے بعد رسولؐ خدا نے سات ماہ تک ابوایوب انصاری کے گھر پر قیام کیا۔

۱۶۔ انصاری کہتے ہیں ہم ابوایوب کے سلسلے سے ہیں۔

۱۷۔ جابر ابن عبداللہ انصاری وہ صحابیِ رسولؐ ہیں جو جنگ بدر کے علاوہ اٹھارہ غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ رہے۔

۱۸۔ چہلم کے روز کربلا میں جابر کی آمد، آپ پہلے زائرِ حسینؑ ہیں۔

مجلسِ ششم: ذکرِ ابوذرؓ غفاری

صفحہ نمبر ۱۸۸ تا ۲۱۵

۱۔ نشان کے کیا معنی ہیں۔

۲۔ نمازِ جنازہ کی تکبیریں اور مومن و منافق کی پہچان۔

۳۔ اجنّہ میں اصحابِ رسولؐ۔

۴۔ جس کے دل میں اللہ اور رسولؐ کی سچی محبت ہو اس پر لعنت نہیں ہو سکتی۔

۵۔ کچھ تذکرۂ سفینہ و نجوم۔

۶۔ جس قبر میں آفتاب رسالت غروب ہوا وہاں سے قبر بنا کر ماہتاب اِمامت طلوع ہوا۔

۷۔ ابوذرؓ کو ظہورِ رسالتؐ کی خبر اور مکہ روانگی۔

۸۔ ابوذرؓ صدیق ہے۔

۹۔ عہدِ خلافتِ ثلاثہ، شام میں ابوذرؓ کی تبلیغ اور مدینے سے جلاوطنی۔

۱۰۔ ۸ ذی الحج ۳۱ھ ربذہ میں ابوذرؓ کی شہادت۔

۱۱۔ ذکرِ جنابِ سکینہؑ اور شام کے زنداں کا حال۔

مجلسِ ہفتم: شہادتِ حضرت امام رضا علیہ السلام

صفحہ نمبر ۲۱۶ تا ۲۴۵

۱۔ صحابہ دائرے کی لکیر ہیں مگر اہل بیتؑ مرکز ہیں۔

۲۔ سفلیوں کا محلہ اور تاریخ مکہ۔

۳۔ ابوذرؓ اعلم تھے۔
۴۔ علیؑ خلافتِ ثلاثہ کے نہ مشیر تھے، نہ معاون، نہ دوست۔
۵۔ واقعہ قرطاس وقلم بخاری نے سات بار لکھا۔
۶۔ حدیبیہ سے واقعہ قرطاس تک شک کا تسلسل۔
۷۔ تاریخ میں بعدِ رسولؐ قرطاس وقلم مسلمانوں کی مجبوری بن گئے۔
۸۔ قرطاس وقلم کا سفر مدینے سے نیشاپور تک۔
۹۔ ۲۵ ہزار قلم قرطاس پر چلنے کے لیے امام رضاؑ کی جنبشِ لب کے منتظر تھے۔
۱۰۔ جمالِ خلافت اور ہے۔ جمالِ امامت اور ہے۔
۱۱۔ حدیث سلسلۃ الذہب کی فضیلت۔
۱۲۔ امام ضامن کی تاریخ۔
۱۳۔ عظمتِ صحابہ ہوسکتی ہے مدحِ صحابہ نہیں ہوسکتی۔
۱۴۔ امام رضاؑ کی ولی عہدی کا جشن۔
۱۵۔ حدیث کا بار ہر ایک سے نہیں اٹھ سکتا۔ کچھ باتیں صاحبانِ معرفت سے مخصوص ہیں۔
۱۶۔ علیؑ بروزِ حشر جنت کیسے تقسیم کریں گے۔
۱۷۔ امام رضاؑ کی شہادت اور معصومہ قمؑ کا ماتم۔

مجلسِ ہشتم: تذکرۂ سلمان فارسی

صفحہ نمبر ۲۴۶ تا ۲۶۸

۱۔ حیاتِ ابوذرؓ کو میر انیس نے چار مصرعوں میں قلمبند کردیا۔
۲۔ سلمانؓ سب صحابہ میں افضل ہیں۔
۳۔ سلمانؓ کسی لڑائی میں لڑنے نہیں گئے بلکہ رسولؐ کے حکم پہ رسولؐ کے

ساتھ رہے۔
۴۔ سلمانؓ کا اپنا شجرہ بیان کرنا۔
۵۔ سلمانؓ نے جنت کی لالچ میں صاحبِ جنت کو نہیں چھوڑا۔
۶۔ تلاشِ حق میں سلمانؓ نے سفر کیوں کر کیا۔
۷۔ سلمانؓ کا اصلی نام بہبود ہے۔
۸۔ اہلِ بیتؑ صدقہ نہیں کھاتے۔
۹۔ علیؑ کا باغ لگا کر سلمانؓ کو آزاد کرانا۔
۱۰۔ سلمانؓ واحد صحابی ہے۔ جس کو درِ زہراؑ پر رسائی کا شرف حاصل ہے۔
۱۱۔ سلمانؓ صاحبِ اسرارِ امامتؑ ہیں۔
۱۲۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی اور فرمانِ معصومؑ۔
۱۳۔ نوشتہ کعبہ کی داستان۔
۱۴۔ دستاویزات سفر کیوں کر کرتی ہیں۔ "کربل کتھا" اردو کی پہلی نثر کی کتاب ہے۔
۱۵۔ سلمانؓ نے گورنری کیوں قبول کی۔
۱۶۔ فاطمہ زہراؑ پوری امت سے ناراض تھیں۔
۱۷۔ شاہزادی کا عزادار کے گھر آنا اور اہتمامِ عزا کرنا۔

مجلسِ نہم: ذکرِ سلمانِ فارسیؓ وقنبر

صفحہ نمبر ۲۶۹ تا ۲۸۹

۱۔ تاریخ میں لکھی ہوئی ہر بات سند نہیں۔
۲۔ ولایتِ علیؑ نہ ہو تو ایمان نہیں پہچانا جاتا۔
۳۔ معراج میں رسولؐ کو دیے گئے ہزار رازوں میں سے ایک راز کا عالم سلمانؓ ہے۔
۴۔ قنبرؓ "شاہی حاصل کرنے وطن سے نکلا اور علیؑ کی غلامی میں زندگی گزاردی۔"

۵۔ روایت اگر وقارِ آلِ محمدؑ بڑھا رہی ہو تو روایت لے لو اگر وقار گھٹا رہی ہو تو دیوار پر مار دو۔
۶۔ سخاوت کی شان وہ سمجھے جو سخی کی معرفت رکھے۔
۷۔ علیؑ نے غلام کو بھی بیٹوں کی طرح رکھا۔
۸۔ جیسے رسولؐ کے لیے علیؑ ہیں ویسے ہی علیؑ کے لیے مالکِ اشتر۔
۹۔ لعنت کرنا سنّتِ فاطمہ زہراؑ ہے۔ (اللہ نے قرآن میں لعنت کی ہے)
۱۰۔ سکینہؑ نے شام میں انقلاب برپا کر دیا۔
۱۱۔ شہادتِ سکینہؑ اہلِ حرم کی رہائی کا سبب بن گئی۔

مجلس دہم: صحابیات حرہ بنتِ حلیمہ و فضّہؑ

صفحہ نمبر ۲۹۰ تا ۳۱۸

۱۔ بیعت کے کیا معنی ہیں؟
۲۔ یداللہ کسی کی بیعت کیسے کر سکتا ہے۔
۳۔ جو خدا کے ہاتھ بک چکا وہ دوبارہ کسی اور کے ہاتھ کیا بکے گا۔
۴۔ عقیلؑ، معاویہ کے دربار میں جا کر کیوں بیٹھے۔
۵۔ حرّہؑ نے زندگی ولائے علیؑ میں گزار دی۔
۶۔ حرّہؑ بنت حلیمہ سعدیہ سے پوچھو علیؑ کیا تھے۔
۷۔ فِضّہؑ نے درِ زہراؑ کی خدمت کے لیے زندگی وقف کر دی۔
۸۔ قنبرؑ اور فضّہؑ بہن بھائی تھے۔
۹۔ وقت آخر رسولؐ نے ایک دعا کی قبولیت کا حق فِضّہؑ کو دیا تھا۔
۱۰۔ زوجۂ حُر کی روایت غلط ہے پھر پانی کہاں سے آیا۔
۱۱۔ اہلِ حرم کی بعدِ رہائی کربلا آمد۔

عرض ناشر

یہ کتاب جو عباس بک ایجنسی کے توسل سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے امام بارگاہ رضویہ کراچی (پاکستان) میں عشرۂ چہلم کے موقع پر ''عظمت صحابہ'' کے عنوان سے پڑھی گئی خطیب الکوثر علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی کی تبلیغی و تحقیقی مجالس کا ایک نایاب و نادر مجموعہ ہے جس میں علامہ موصوف کی انفرادی خطابت اپنے پورے شباب و کمال کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان اور غیر معصوم تھے اور شریعت کی جو پابندیاں یا واجبات دینی کے انجام دہی سے متعلق جو احکام موجودہ دور میں عام مسلمانوں کے لئے ہو سکتے ہیں وہی احکام دور رسالت میں صحابہ کے لئے بھی تھے۔

یہ اور بات ہے کہ موجودہ دور کے مسلمانوں کی بہ نسبت دورِ رسالت کے صحابہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وصحبت کا امتیاز حاصل تھا، مگر یہ امتیاز قابل احترام اسی وقت ہو سکتا ہے جب عہد رسالت کے صحابہ نے بھی اسے محترم سمجھا ہو، اس کا پاس ولحاظ رکھا ہو اور اس کی رعایت کی ہو، ورنہ موجودہ دور کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ان صحابہ پر عذاب بھی دوگنا ہوگا جنھوں نے نور نبوت کو دیکھنے، معجزات رسالت کا مشاہدہ کرنے، حضورؐ کی تعلیمات سے آشنا ہونے اور آپؐ کی زبان مبارک سے حدیثیں سننے کے باوجود انحراف اور سرکشی وتمرد کا راستہ اختیار کیا اور آپؐ کی ذریّت پر مظالم کو روا رکھا۔ کیونکہ عدل الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ زمانۂ نبوت سے دور کے زمانے والوں نہ تو زیارت کا شرف حاصل کیا ہے نہ انھیں آپؐ کی صحبت میسر ہوئی ہے اور نہ ہی انھوں نے آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی حدیث سنی ہے۔ چنانچہ جو صحابہ سرچشمۂ ہدایت کی فیض رسانیوں کے باوجود برائیوں اور گناہوں کی دلدل میں پھنسے رہے ان پر عذاب دوگنا کئے جانے کے بارے میں نبیؐ کی بعض بیویوں کی مثال کافی ہے جن کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔ ''اے نبیؐ کی بیویوں! اگر تم میں سے کوئی برائی کی طرف مائل ہوگی تو اس پر عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لئے بہت آسان ہے۔'' (سورۂ احزاب آیت ۳۰)

اس کے علاوہ جب قرآن، حدیث اور تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جس کے اندر مشرکین، منافقین، ناکثین، قاسطین، مارقین، ظالمین، حاسدین اور غاصبین سبھی طرح کے صحابہ شامل تھے تو اس بات کو کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ تمام صحابہ بلا استثناء عادل ہیں اور ان کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے۔

ان امور کے ذیل میں ہمیں دیوبندی علماء کے ان افکار و خیالات پر تعجب ہوتا ہے جن کے ذریعہ وہ اصل ونقل اور تاریخ وحدیث کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں، لیکن جب ہم ان کے اس عقیدہ یعنی تمام صحابہ کو عادل ماننے، ان کی تعظیم کرنے اور انھیں برا نہ کہنے کے سلسلے میں بنی امیہ اور بنی عباس کے سیاہ کارناموں اور کالے کرتوتوں پر غور کرتے ہیں تو ہمارا سارا تعجب زائل ہو جاتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ انھوں نے صحابہ پر جرح وتعدیل کو اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں کسی صحابی پر لعنت و ملامت کا دروازہ نہ کھل جائے کیونکہ ابوسفیان، معاویہ، عمرو عاص، مروان بن حکم، بسر بن ارطاۃ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہ سبھی صحابی تھے اور یہ لوگ مسلمانوں کے امیر بھی رہ چکے ہیں:

پھر ان دہشت گردوں کی موجودگی میں کس کی مجال تھی کہ وہ ان کے خلاف لب کشائی کی جسارت کرتا۔ اگر کسی حق پرست میں یہ جسارت پیدا ہو جاتی تھی تو اسے "زندیق" کہہ کر قتل کر دیا جاتا تھا اور جب یہی لوگ شیعوں کے خون کے پیاسے ہوتے تھے تو ان پر سبّ صحابہ کی تہمت عائد کر دیتے تھے اور یہی تہمت ان کے قتل اور عبرت ناک سزا کے لئے کافی ہوتی تھی۔

اموی اور عباسی دور میں ظلم کی انتہا یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں کچھ پوچھ لیتا تھا تو یہی استفسار اس کی موت کا سبب بن جاتا تھا۔ جیسا کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:- "خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ابوہریرہ کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت موسیٰ نے حضرت آدمؑ سے ملاقات کی اور کہا کہ کیا آپ وہی آدمؑ ہیں کہ جس نے ہمیں جنت سے نکلوا دیا تھا؟ یہ سن کر ہارون رشید کے درباریوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اس حدیث کے راوی سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت آدمؑ سے کب ملاقات کی تھی؟ اس پر ہارون رشید کو غصہ آ گیا اور اس نے یہ کہہ کر اس کے قتل کا حکم دے دیا کہ زندیق، حدیث رسولؐ پر اعتراض کرتا ہے۔" (تاریخ بغدادی ج ۱۴ ص ۷)

ظاہر ہے کہ یہ استفسار کرنے والا کوئی معمولی شخص نہیں تھا بلکہ وہ خلیفہ وقت کا درباری

تھا مگر صرف اتنی سی بات پر اس کی گردن اڑا دی گئی کہ اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت آدمؑ کی ملاقات کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کیا تھا۔

اس زمانہ میں جب درباریوں کا یہ حال تھا تو ان بے چارے شیعوں پر کیا گزرتی رہی ہوگی جو زیادہ تر حدیثوں کو معاویہ کے کارخانہ حدیث سازی کی پیداوار اور ابوہریرہ کو ایک کاذب، جھوٹا اور مکار صحابی تصور کرتے تھے۔

دراصل حکومتوں کی طرف سے یہ ظالمانہ وجابرانہ اقدام محض بدکردار و خطاکار صحابہ پر تنقیدی طوفان کو روکنے اور انھیں ہلاکت وتباہی سے بچانے کے لئے کئے جاتے تھے۔ اور صحابیت کے گرد فرضی وجعلی حدیثوں کا ایک حصار قائم کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی صحابی پر تنقید یا اعتراض وارد کرتا ہے تو وہ زندیق ہے، اس کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، پانی نہ پیو اور جب وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ (کتاب الکبائر ذہبی ص ۳۳۳، ۳۳۴)

اہل دیوبند آج بھی اسی روش پر قائم ہیں اس لئے وہ کسی صحابی کے بارے میں تنقید و تبصرہ کو برداشت نہیں کرتے خواہ وہ کتنا ہی خطاکار و بدکار کیوں نہ ہو اور جب ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جاتا ہے کہ صحابہ تو خود ایک دوسرے کو اتنا مقدس نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے ایمان پر بھی شک کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر نے حاطب بدری اور سعد انصاری کو منافق قرار دیا اور ابوہریرہ کو جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کے جرم میں کوڑوں سے مار مار لہولہان کر دیا تو یہ دیوبندی علماء یہی ایک رٹا رٹایا جواب دیتے ہیں کہ صحابہ نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی کیا ہو تو ہمیں ان کے بارے میں لب کشائی کا حق نہیں ہے کیونکہ ہم ان کے بعد کی پیداوار ہیں اس لئے صحابہ سے ہمارا کوئی تقابل نہیں ہے۔

یہی ناہموار عقیدہ امام غزالی کا بھی تھا جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب "المستصفی" میں تحریر فرمایا ہے کہ:- "جس چیز پر خلف وسلف جمہور ہیں وہ یہ ہے کہ صحابہ کی عدالت ثابت ہے، اللہ نے انھیں عادل قرار دیا ہے اور قرآن میں ان کی مدح کی گئی ہے۔" (المستصفی ص ۱۲۷)

امام غزالی کا یہ بیان بالکل ہی بے بنیاد اور لغو ہے کیونکہ قرآن مجید میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جو تمام صحابہ کی عدالت پر دلیل بن سکے، بلکہ اس کے برخلاف بہت سی آیتیں ایسی ہیں جو صحابہ کے نفاق کو بیان کرتی ہیں اور ان کے چہروں کو بے نقاب کرتی ہیں۔ اس

کے علاوہ یہ بات بھی محکم و مسلم ہے کہ صحابہ اپنے بارے میں خود مشکوک تھے کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہیں جیسا کہ امام بخاری کا بیان ہے کہ:- ''ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے تیس (۳۰) بڑے اور جلیل القدر صحابہ سے ملاقات کی اور یہ دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے منافق ہونے کا خوف لاحق ہے اور کسی کو یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ ایمان کی منزل میں ثابت قدم ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷ طبع مصر)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے بھی منافق صحابہ کے وجود کا پتہ چلتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ:- ''میرے اصحاب میں منافقین بھی شامل ہیں۔'' (مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۵۳ و تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۹

علامہ ضمیر اختر نقوی کی یہ کتاب **''عظمت صحابہ''** کے عنوان سے کی گئی شاہکار مجلسی تقریروں پر مشتمل ہے۔ کاش کہ موصوف ''منافقین صحابہ'' کے عنوان سے بھی کسی عشرہ کی مجلسوں کو خطاب کرتے اور دونوں کتابیں ایک ساتھ منظر عام پر آتیں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا۔

میں اپنے ادارے کے زیر اہتمام اس کتاب کو فخر کے ساتھ شایع کر کے علامہ موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ کتاب اشاعت کے لئے مجھے مرحمت فرمائی ہے اور اس کے ذیل میں میری دعا ہے کہ خداوند عالم اسے قبولیت کی منزلوں سے ہم کنار کرے۔

اس کتاب کا مسودہ ۲۰۰۰ء میں ترتیب پا چکا تھا لیکن پاکستان میں اس کی اشاعت عمل میں نہیں آئی۔ ۲۰۰۱ء میں دوبارہ جب میں پاکستان گیا تو علامہ موصوف نے اس کتاب کا مسودہ شایع کرنے کے لئے مجھے مرحمت فرمایا جس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے ممنون و متشکر ہوں۔ عشرہ مجالس پر مبنی ایک کتاب ولایت علی ابن ابیطالبؑ بورڈ کے عنوان سے علامہ موصوف کی انشاء اللہ جلد منظر عام پر آنے والی ہے جو مدلل و معرکتہ الآرا اور اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہوگی۔

والسلام

سید علی عباس طباطبائی

عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ۔۳

علامہ فروغ کاظمی

تعارف و تقریظ

علامہ ضمیر اختر نقوی کا آبائی و خاندانی تعلق (بھارت) اتر پردیش کے شہرہ آفاق ضلع رائے بریلی کی مشرق و جنوبی سرحد پر واقع علم خیز قصبہ ''مصطفےٰ آباد'' کے ایک ایسے معزز، باوقار، رئیس، اور متدین گھرانے سے ہے، جس کی سیادت، نجابت، شرافت اور وضعداری و ملنساری کے نقوش وقت کی کایا پلٹ کے باوجود اب تک روشن و منور اور مسلم و مستحکم ہیں۔

علامہ موصوف کا بچپن اور تعلیم کا زمانہ لکھنؤ میں گذرا جس کی سرزمین نے جلالؔ، چکبستؔ، نسیمؔ، سرشارؔ، صفیؔ، آرزوؔ، ثاقبؔ، عزیزؔ، اور آل رضاؔ، نیز بڑے بڑے نامور شاعروں ادیبوں اور دانش وروں کو جنم دیا، اردو ادب کو انیسؔ و دبیرؔ اور ناسخؔ و آتشؔ جیسے باکمالوں سے نوازا، نیز جس کو علم و ادب، شعر و سخن اور زبان و بیان کا مرکز ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔

خداوند عالم نے علامہ ضمیر اختر کو علم و حلم اور ذہانت و ذکاوت کی لازوال نعمت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ ترین اخلاقی و انسانی قدروں سے بھی مالا مال کیا ہے۔ ایسا کوئی واقعہ میرے سننے میں نہیں آیا کہ موصوف نے کسی سے ترش لہجہ میں بات کی ہو، کسی سے کوئی گستاخی کی ہو، کسی کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کئے ہوں، یا کسی کا دل دکھایا ہو۔

یہ ایک ناقابل تغیر اصول ہے کہ انسان کی ظاہری تشکیل اس کے جسمانی اعضاء سے ہوتی ہے اور اس کا باطن اس کے مزاج اور عادات و خصائل سے

مربوط ومنسلک ہوتا ہے۔ اگر انسان کے جسمانی اعضاء متناسب اور ہم آہنگ ہوتے ہیں اور اس کا جسم وچہرہ خوبصورت ودلکش ہوتا ہے تو وہ اچھی شکل وصورت والا انسان کہلاتا ہے۔ اور اگر جسمانی ساخت میں تناسب نہیں ہے اور اعضاء و جوارح بے ڈول و بے ہنگم ہیں تو وہ بدصورت انسانوں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی سیرت میں اگر پیار ومحبت، نجابت وشرافت، طہارت و پاکیزگی اور انکساری وکریم النفسی کا عنصر موجود ہوتا ہے تو وہ اچھی سیرت اور بہترین اخلاق کا مالک ہوتا ہے اور اگر اس کے برخلاف اس کی شرست وطینت میں جاہ پرستی، سرکشی، کینہ پروری اور غرور وغیرہ کارفرما ہو تو وہ بری سیرت اور برے اخلاق کا مجسمہ ہوتا ہے۔

اسلام میں حسن اخلاق کو خوش بختی اور بداخلاقی کو بدبختی سے تعبیر کیا گیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی بعثت کا سبب اخلاقی وانسانی قدروں کو درجۂ کمال تک پہنچانا قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ گا ارشاد ہے کہ میں اللہ کی جانب سے مکارم وخلاق وانسانی اقدار کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔" (سفینۃ البحار ص ۴۱۱)

اس آسمانی ماموریت کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سرکار دو عالمؐ نے قولاً وعملاً انسانی معاشرہ کے اخلاق کو سنوارنے اور اس کے معیار کو بلند کرنے کی بھرپور جدوجہد کی، کیونکہ آپ کی بعثت سے پہلے انسانی سماج اس قدر پست اور فاسد تھا کہ انسانیت نے حیوانیت کا رنگ وروپ اختیار کر رکھا تھا۔

پیغمبر اسلام گا اسوۂ حسنہ ایک عملی مثال اور آپؐ کے ارشادات مکارم اخلاق کا درس ہیں اور خداوند عالم نے بھی مسلمانوں کو قرآن مجید میں وارد حکم "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ" کے تحت پابند کیا ہے کہ وہ سیرت رسول گو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیں۔

پیغمبر اکرم گا یہ ارشاد بھی ہے کہ جس شخص کا اخلاق زیادہ اچھا ہے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہ مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔ نیز، امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ جب تک تم زندہ رہو لوگ تمھاری ہم نشینی کی تمنا کریں اور جب دنیا سے رخصت ہو جاؤ تو لوگ تمھارے غم میں آنسو بہائیں۔"

ان ارشادات وفرمودات کی روشنی میں جب ہم علامہ ضمیر اختر کی لطیف و پرکشش سیرت وشخصیت کی ہمہ گیری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نظر نہیں آتا جو اعلیٰ ترین انسانی واخلاقی قدروں سے خالی ہو۔

انسان کی مستحسن صفات میں عزم وارادہ، مستقل مزاجی ومحنت کشی، اور استقامت وثابت قدمی بھی ممتاز ترین صفتیں ہیں اور انھیں صفتوں کی بدولت وہ کامیابی وکامرانی کی منزلیں طے کر کے بلند سے بلند تر مقام حاصل کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استقامت وثابت قدمی کی بدولت اسے جو کچھ حاصل ہو اس کے تحفظ کے لئے بھی وہ استقامت وثابت قدمی کا مظاہرہ کرے، کیونکہ جس طرح کسی مقصد کی بازیابی کے لئے استقامت ضروری ہے اسی طرح اس کی نگہداشت کے لئے بھی استقامت وثابت قدمی ضروری ہے۔

استقامت وثابت قدمی کے ذیل میں پیغمبر اسلام گا عملی کردار دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے ایک زریں درس ہے۔ آپؐ نے حکم الٰہی کے مطابق لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، حالانکہ ظاہری قوت اور مادی ساز وسامان سے آپؐ محروم تھے مگر اس کے باوجود مشرکین مکہ کے سامنے آپؐ نے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ استقامت کی راہ میں ثابت قدم رہے اور مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے تبلیغی مشن کو جاری رکھا، یہاں تک کہ اللہ کے مقدس دین سے اس دور کی جاہل دنیا کو روشناس کرانے میں کامیاب ہوئے اور نیم وحشی لوگوں میں سے انسانی اوصاف

سے مزین ایک ترقی یافتہ اور مہذب قوم عالم وجود میں آگئی۔ اسی طرح ضمیر اختر نے بھی سیرت رسولؐ کا اتباع کرتے ہوئے اور مخالفین کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے مقاصد کی بازیابی کے لئے استقامت اور ثابت قدمی کو اپنا شعار بنایا جس کا نتیجہ کامیابی وکامرانی کی شکل وصورت میں آج دنیا کے سامنے ہے۔

تحقیق کی اعصاب شکن منزلوں سے گذر کر آپ نے جو علمی و ادبی کارنامے انجام دئے ہیں انھیں فراموش نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً رثائی ادب اور مرثیہ نگاروں پر آپ کی بڑی گہری اور بلیغ نظر ہے اور اس سلسلے میں آپ کی گراں قدر خدمات قابل ستائش ہیں۔

موجودہ دور کے ذاکروں اور خطیبوں کی صف میں بھی آپ کی شخصیت نمایاں ہے۔ دلچسپ اور سحر انگیز انداز بیان کی تہ میں علوم ومعارف اور تحقیقی شعور کا عنصر کارفرما نظر آتا ہے نیز یہ محسوس ہوتا ہے کہ برجستگی و بے ساختگی اور شگفتگی و سلاست کا ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

آپ کی قلمی کارگزاریوں کے نتیجے میں مختلف نوعیت کی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور آپ کی ایمان افروز تقریروں کے متعدد مجموعے بھی اشاعت پذیر ہو کر عوام سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ رستم نگر لکھنؤ کے زیر اہتمام ''عظمت صحابہ'' کے عنوان سے شایع ہونے والی یہ کتاب بھی علامہ ضمیر اختر کی مجلسوں پر مشتمل ہے اور اس کے بارے میں برادرم مولانا سید علی عباس طباطبائی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں صحابہ اور صحابیت کے ذیل میں اپنی رائے کا اظہار کر دوں تا کہ اسے بطور پیش لفظ اس کتاب میں شامل کیا جا سکے۔ لہٰذا اس حکم کے احترام میں مجھے جو عرض کرنا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱) مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کے تاریخی

حالات سے آگاہ ہوں، کیونکہ اسلام میں رونما ہونے والے جملہ نزاعی مسائل اور اختلافات کی ذمہ داری انھیں صحابہ پر عائد ہوتی ہے۔

(۲) تاریخ کا انکشاف ہے کہ انھیں اصحاب میں سے بعض صحابہ نے رسول اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور آپ کی شمع حیات کو گل کرنے کی کوشش کی۔ [۱] بعض نے رسولؐ کی رسالت پر اپنے شک کا اظہار کیا [۲]

۔(۱) ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۸، تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۴۴، تفسیر در منثور ج ۶ ص ۷۷ [۲] تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۴۴)

(۳) انھیں صحابہ میں سے بعض نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش نوشتہ کو ہذیان سے تعبیر [۳] کیا، اور اس وصیت سے باز رکھا کہ جو خود انھیں اور ان کے ساتھ ساتھ پوری امت کو ضلالت وگمراہی سے بچانے والی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام میں ابدی فرقہ بندی وتفرقہ پردازی کا دور شروع ہو گیا۔

[۳] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۳، ۱۳۴ و ج ۳ ص ۷۴۲ و صحیح مسلم ج ۵ ص ۷۶، مدارج النبوۃ ص ۵۴۲، الملل والنحل ج ۱ ص ۹ وحبیب السیر ج ۱ ص ۷۹)

(۴) انھیں صحابہ میں سے بعض نے سرکار دو عالمؐ کی وفات کے بعد خلافت کے معاملے میں جھگڑا کیا اور پھر یہی لوگ ''حزب حاکم'' اور ''حزب اختلاف'' میں تقسیم ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت پراگندہ ہو کر دو گروہوں (شیعان علیؑ اور شیعان معاویہ) میں بٹ گئی۔

(۵) انھیں اصحاب میں سے بعض نے کتاب وسنت کی تفسیر میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے مختلف مذاہب، مختلف فرقے اور مختلف گروہ وجود میں آئے اور پھر انھیں فرقوں اور گروہوں کے زیر اثر عقائد ومسلمات کے فلسفے اور افکار ونظریات کے فتنے ابھرے جن کو سیاسی محرکات نے خوب خوب سہارا دیا۔

مختصر یہ کہ اگر یہ صحابہ نہ ہوتے تو اسلام اور ملت مسلمہ میں نہ کوئی اختلاف جنم لیتا، نہ کوئی فتنہ سر اٹھاتا اور نہ کوئی تفرقہ پیدا ہوتا۔ تمام جھگڑوں کی جڑ یہی صحابہ ہیں ورنہ مسلمانوں کا خدا ایک ہے، رسولؐ ایک ہے، قرآن ایک ہے، قبلہ ایک ہے اور اسلامی رشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

قرآن مجید عربی لغت کا واحد و یقینی مرجع اور اس قادر مطلق کا کلام ہے جو لغات کے تمام مخفی رموز اور پوشیدہ اسرار کا عالم ہے۔ اس مقدس کتاب میں اصحاب، واصحابھم، وصاحبہ، وصاحبھما، وصاحبة''، اور وتصاحبنی کے کلمات مکررات کے ساتھ ۹۷ مرتبہ وارد ہوئے ہیں لیکن صحابہ کا تذکرہ کہیں نہیں ہے۔

''صحابہ'' اور ''اصحاب'' کی لفظیں دراصل لفظ ''صاحب'' کی جمع ہیں اور ''صاحب'' اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے رفاقت، اطاعت، معاشرت اور مشایعت وغیرہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے ''صاحب'' کو رفیق، مطیع، ہم نشین، ہم صحبت، ملازم اور محافظ وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے لسان العرب ابن منظور ص ۹۱۵، تاج اللغۃ جوہری ص ۱۶۱، ۱۶۲، تاج العروس مرتضٰی زبیدی ج ۳ ص ۱۸۶ اور معجم الوسیط ابراہیم مصطفٰے ج ا ص ۵۰۹، ۵۱۰)

صحابہ غیر قرآنی لفظ ہے اور اس کا مصدر صحبت ہے جو دو طرف سے یا کئی اطراف سے ہوتی ہے لہٰذا صحابہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے اسم کی طرف منسوب ہوں۔ مسلمانوں کی ادبیات میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً اصحاب النبی، اصحاب الصفہ اور اصحاب الکہف وغیرہ۔

صحابی، صحابہ اور اصحاب، اسلامی ثقافت کی قدیم اصلاح ہے اور اس اصطلاح کا اطلاق ہر اس مسلمان پر ہوتا ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہو اور مدت تک آپؐ کی صحبت میں رہا ہو۔ لیکن اس اصطلاح

کے بارے میں جب ہم اہل سنت کی کتابوں پر غور کرتے ہیں تو صحابہ کی منزلت دینی اور کیفیت حضوری کے ذیل میں ان کا نظریہ اختلافی معلوم ہوتا ہے۔ اس اصطلاح کا اطلاق ان لوگوں پر نہیں ہو سکتا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے اور اسی ارتداد کے کفن میں لپٹے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مثلاً عبداللہ ابن جحش جو مسلمان ہونے کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے جشہ گئے اور وہاں اپنے قیام کے دوران عیسائیت اختیار کر کے پیوند خاک ہو گئے۔ یا عبداللہ بن حنظل جو خانۂ کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا تھا لیکن ارتداد کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔

صحابہ کی تعریف میں بھی علمائے اہل سنت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم کا بیان ہے کہ:۔ ''جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے یا نبیؐ نے اس شخص کو دیکھا ہے تو وہ صحابی ہے [۱]۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ:۔ ''بدری صحابہ کے بعد سب سے افضل صحابی وہ ہے جس نے رسول اللہؐ کو دیکھا ہو اور ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن آپؐ کی صحبت میں رہا ہو [۲]۔ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ:۔ صحابی وہ ہے کہ جس نے حالت ایمان میں پیغمبرؐ سے ملاقات کی ہو اور مسلمان فوت ہوا ہو۔ خواہ پیغمبرؐ کے ساتھ اس کی نشست و برخاست مختصر رہی ہو یا طولانی۔ کسی اسلامی غزوہ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، پیغمبرؐ کو دیکھا ہو اگرچہ آپؐ کی ہم نشینی سے محروم رہا ہو۔ یا پھر کسی مجبوری یا اندھے پن وغیرہ کی وجہ سے پیغمبرؐ کو نہ دیکھا ہو مگر آپؐ سے ملاقات کی ہو [۳]۔ دیوبندیوں کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے شیعوں کے خلاف ''ہدایت الشیعہ'' نام کی جو کتاب لکھی ہے اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ ''اہل سنت صحابی اس کو کہتے ہیں جو نبی کی خدمت میں باایمان حاضر ہوا ہو اور با اسلام دنیا سے رخصت ہوا ہو۔ مرتد ہو کر مرنے والے کو صحابی نہیں کہتے [۴]۔ حنفی مسلک کے ممتاز عالم شاہ عبدالسلام صدیقی رقم طراز ہیں کہ:۔ صحابی وہ ہے جو

ایمان کے ساتھ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور مرتے دم تک صادق الایمان رہا ہو۔ محض پیغمبرؐ کی زیارت کر لینا صحابیت کے لئے کافی نہیں ہے ۵۔

(۱ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۶۰، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳ مطبوعہ مصر۔ ۲ الکفایۃ الطالب ص ۱۵۔ ۳ اصابہ ج ۱ ص ۱۰۔ ۴ ہدایت الشیعہ ص ۲۴۔ ۵ آئینۂ صحابیت ص ۱۶)

اس کے برخلاف شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ صحابی کی تعریف وہی ہے جسے لغت عرب کے مفردات میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ صحابی طویل مدت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بھی رہا ہوتا کہ اس پر صحابیت کا مفہوم منطبق ہو سکے۔ اور اگر کسی نے رسول اللہ کو راستے سے گزرتے دیکھا ہے تو اس پر صحابیت کا مفہوم منطبق نہیں ہوتا۔

صحابہ کی تعریف میں علمائے اہل سنت کا اختلاف دراصل مشاہدات و تجربات کا نتیجہ ہے کیونکہ ابتدا میں مسلمانوں کے خیالات یہی تھے کہ جس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہو گیا وہ صحابی ہو گیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ تجربہ ہوا کہ بعض اصحاب مرتد ہو کر کفار کے خیموں میں پہنچے اور ان کے ساتھ مل کر اسلام کی مخالفت میں سرگرم عمل ہو گئے تو ان کی تعریف میں اس شرط کا اضافہ کیا گیا کہ صحابیت کی بنیاد ایمان پر استوار ہونی چاہئے کیونکہ ایمان اللہ کی وحدانیت کے اقرار اور رسولؐ کی رسالت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب وضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے تو وہ کسی کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا اور نہ کسی مادی طاقت سے مرعوب ومتاثر ہوتا ہے بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے اور اس طرح توحید ورسالت سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن ہستی شرک وارتداد کی آلودگیوں سے ہمیشہ پاک وصاف رہتا ہے۔

دوسرا تجربہ اس وقت ہوا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حدیث میں عدالت صحابہ کا مسئلہ زیر بحث آیا اور کچھ محدثین نے یہ سوال اٹھایا کہ جن لوگوں نے بچپن میں صحابیت کا شرف حاصل کیا ہے انھیں صحابہ میں شمار کیا جائے یا نہیں؟ جیسا کہ امام بخاری نے تحریر فرمایا ہے کہ:- "ابتدا میں صحابیت کا شرف حاصل کرنے کے لئے عمر کا سوال نہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال اس وقت پیدا ہوا جب حدیث کی روایت میں عدالت صحابہ کی بحث چھڑی اور یہ مسئلہ زیر غور آیا کہ جن لوگوں کا بچپن تھا انھیں صحابہ میں شمار کیا جائے یا نہیں؟ اس بارے میں دو گروہ پیدا ہو گئے، ایک وہ جو بچوں کو بھی صحابہ میں شمار کرتا ہے اور دوسرا وہ جو اس کا مخالف ہے۔ پھر اس میں شاخ در شاخ وہ گروہ پیدا ہوا جو بچوں کو صحابیت کا درجہ تو دیتا ہے مگر حدیث کی روایت میں انھیں تابعین کے درجہ میں شمار کرتا ہے اور صحابیت کا درجہ صرف ان لوگوں کو دیتا ہے جو سن رشد کو پہنچ کر مسلمان ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۹۲ طبع بیروت)

انسانوں کی طرح جنوں کی صحابیت میں بھی سنی علماء نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری نے جنوں کو صحابیت کے دائرے سے خارج کیا ہے لیکن ابن اثیر اور ابن حزم نے ابو موسیٰ کے اس اخراج کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ جنوں کی صحابیت سے انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن کے منکر ہیں۔ کیونکہ قرآن میں یہ صراحت موجود ہے کہ جنوں میں سے بھی ایک گروہ پیغمبر اسلام کی زبان مبارک سے قرآن سن کر آپؐ پر ایمان لایا تھا۔" (الصحابہ ابو موسیٰ اشعری ج ۲ ص ۱۷۱ و تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۳ طبع بیروت)

آغاز اسلام سے فتح مکہ تک صحابیت کی جو تاریخ مرتب کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صحابہ کی مندرجہ ذیل

قسمیں تھیں۔

(۱) پہلی قسم صحابہ کی وہ تھی جو نیک طینت، نیک خصلت، نیک سیرت، نیک کردار، خدا اور رسول کی صحیح معرفت رکھنے والے، صاحبان ایمان وتقویٰ، دین کے مخلص اور پیغمبر اسلامؐ کے سچے پیرو تھے۔ یہ اصحاب پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بھی اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور آل رسولؐ کا اتباع کرتے رہے۔ قرآن مجید میں ان کی مدح کی گئی ہے اور خداوند عالم نے انھیں شاکرین کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۲) دوسری قسم صحابہ کی وہ تھی جنھوں نے مجبوری یا مصلحت کی بنا پر اسلام کو گلے لگایا اور پیغمبرؐ پر اپنے اسلام کا احسان جتا کر اس کی اجرت وصول کرتے رہے۔ یہ اصحاب حضورؐ کو ذہنی وقلبی اذیتیں دیتے تھے اور آپؐ کے اوامر ونواہی کا اتباع کرنے کے بجائے نصوص صریحہ کے خلاف اپنے اجتہاد کا راستہ ہموار کیا کرتے تھے۔ قرآن نے ان کی مذمت کی ہے، انھیں عذاب سے ڈرایا ہے اور بعض آیات میں ان کے لئے لعنت ملامت بھی وارد ہوئی ہے۔

(۳) تیسری قسم کے صحابہ وہ تھے جو منافق تھے، انھوں نے اسلام تو قبول کرلیا تھا مگر ان کے باطن میں کفر ونفاق ہمیشہ پوشیدہ اور کارفرما رہا۔ قرآن میں ان کے لئے ایک مکمل سورہ نازل ہوا ہے اور جہنم کے آخری طبقہ کو ان کا مسکن قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور شیعہ حضرات بھی ان سے اپنی برأت وبیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر دیوبندی علماء ان تھرڈ کلاس کے صحابہ کو بھی عادلین وصادقین صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی پیروی کو بھی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

یہ افکار وخیالات دراصل صحابہ کے حالات سے بے خبری اور تاریخ و حدیث سے بیگانگی کا نتیجہ ہیں جو عقیدہ اور عقیدت کی دیوار بن کر مسلمانوں کی

راہ میں صدیوں سے حائل ہیں اور انھیں کی بنیاد پر ''الصحابہ کلھم عدول'' کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اہل علم کا طبقہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ تمام صحابہ کی عدالت کا خود ساختہ نظریہ ایک اندھی مساوات ہے اور اس مساوات کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ میں عالم وجاہل دونوں برابر ہیں، ظالم ومظلوم اور قاتل ومقتول میں کوئی فرق نہیں ہے، خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا بھی مجاہد ہے اور میدان جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والا بھی مجاہد ہے۔ یا جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ حسنہ اور اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے اور جن لوگوں نے جان ومال کے خوف سے مجبوراً اسلام قبول کیا ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی بھی عقل مند انسان اس مساوات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا جس میں عالم وجاہل، ظالم ومظلوم، قاتل ومقتول اور مجاہد وغیر مجاہد سب کو مساوی قرار دے کر کلھم عدول کی سند دے دی جائے۔ اور نہ دنیا کا کوئی مذہب اس مساوات کی اجازت دیتا ہے۔

یہ ہیں تاریخ وحدیث کی ستم ظریفیاں اور بعض صحابہ کو فضیلت مآب بنانے کے لئے اہل اقتدار کی فتنہ پردازیاں جو نہ تو منطق کے اصول سے ہم آہنگ ہیں اور نہ عقل انسانی انھیں قبول کرنے پر آمادہ ہوسکتی ہے۔

صحابہ کے بارے میں شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے کسی صحابی کی اقتدا نہ کی جائے بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے کیریکٹر اور اعمال وافعال کو بھی دیکھا جائے۔ عدالت کے لحاظ سے شیعوں کے نزدیک صحابی، تابعی اور متاخرین میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کا خیال ہے کہ جس صحابی میں عدالت کا ملکہ ہوگا وہی عادل ہوگا، یعنی شیعوں کے نزدیک صحابیت کوئی ایسا قلعہ نہیں ہے جو گناہوں اور برائیوں سے تحفظ کی ضمانت ہو۔ لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آجکل

جوجماعتی پروپگنڈہ شیعوں کے خلاف ہورہا ہے وہ صحابہ ہی کے نام سے ہورہا ہے اوراس میں کھل کرشیعہ فرقہ کی تکفیر کی جارہی ہے اورحیرت کی بات تو یہ ہے کہ موجودہ دور کے شیعوں کوسب صحابہ کا مفروضہ مجرم قراردے کران کے خلاف کفر اورقتل کے فتوے صادر کئے جارہے ہیں اور سابقہ دور کے مسلسل ساٹھ سال تک سبّ علیؑ کے آفاقی مجرم کومختلف قسم کے خطابات سے نوازا جارہا ہے۔

برادرم ضمیراختر نقوی نے "عظمت صحابہ" کے عنوان سے مجالس کا سلسلہ شروع کر کے نہ صرف وقت کے اہم تقاضوں کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے بلکہ دوسرے ذاکرین کے لئے بھی ایک ایسی شاہراہ قائم کی ہے جس پر چل کر حقیقی مقصد کومنزل تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

احقر

فروغ کاظمی

عباس نقوی

کلامِ ضمیر

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السّلام کا فرمان ہے... "فَتَکَلَّمُوا تُعرَفُوا" (ترجمہ) "کلام کروتا کہ پہچانے جاؤ"... قولِ معصومؑ ہے اوراُس شخصیت کا قول ہے جس نے علمِ نحو Grammar کی بنیادرکھی، جس کی عام بول چال پر فصاحت ناز کرتی ہے، جس کی زبان سے ادا ہونے والے جملوں سے نہج البلاغہ جیسا بے مثال، فصیح و بلیغ کلام ترتیب پاتا ہے جسے قرآن کے ہم پلہ ہمیشگی وحرمت حاصل ہے۔

گوکہ محض "کلام کرنا" بذاتِ خود کوئی مشکل کام نہیں، لیکن پسندیدہ کلام کے لئے علم، تجربہ اور حافظہ نہایت کلیدی اہمیت رکھتے ہیں، پس جولوگ اپنے "کلام" کوعلمی گفتگو سے سجاتے اور سنوارتے ہیں وہ اس قولِ معصومؑ کی اہمیت کے معترف ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنی منفرد پہچان اور مقام قائم کرنے میں بھی کامیاب ہوجاتے ہیں۔

علامہ ضمیراختر نقوی جن کی تمام زندگی ہی شعروشاعری، نثروتنقید، خطابت و تحقیق کے شعبوں سے وابستہ رہتے گذررہی ہے اور ہر شعبے میں انہوں نے اپنا مخصوص انداز متعارف کرایا جسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ بلکہ اگران کی زندگی کے اب تک کے عرصے کی مصروفیات کا کوئی شماریاتی نقشہ Statistical chart تیار کیا جاسکے تو اس چارٹ پر اکثریتی رقبہ صرف "پڑھنے لکھنے" کی نشاندہی کرے گا۔

علامہ صاحب خود دیگر تمام شعبوں پر ''ذاکرِ حسینؑ'' ہونے کو ہی اپنے لئے باعثِ فخر جانتے ہیں اور نظریہ فن یہ ہے کہ ''ذاکرِ حسینؑ کی علمی صلاحیت محض کسی ایک فن یا شعبے تک محدود نہیں ہوتی'' لہٰذا تمام علوم وفنون کی مناسب شد بد بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ تقریر ہو یا تحریر ہر جگہ زبان وقلم یکساں روانی کے ساتھ قرآن، حدیث، اقوال، مختلف النوع علوم وفنون، ان کے اسرار ورموز، دلچسپ تاریخی واقعات، علمی مباحث، اصولِ زباں دانی الغرض دنیا جہان کے موضوعات کا بیان فرماتے ہیں اور اپنی علمی وادبی شناخت کے اُس مقام تک پہنچ چکے ہیں جہاں آپ اپنے مخصوص طرزِ خطابت کے خالق ہیں۔ اور مذہب و ادب کی بہترین آمیزش سے علمی شاہکار تخلیق کرتے چلے جا رہے ہیں لہٰذا جہاں ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ''، ''اردو غزل اور کربلا'' اور ''میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال'' اور دیگر گراں مایہ تحقیقی کتب تحریر وتالیف فرمائیں وہیں اپنی تقاریر کے قلمی عکس کی شکل میں یہ اور ایسی ہی کئی دیگر نادر کتب اشاعت کے مراحل سے گذرتی جا رہی ہیں۔ جس کا فائدہ یہ پہنچ رہا ہے کہ ان کی علمی معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دستاویزی شکل میں مرتب ہو رہا ہے اور قارئین کی تشنگیٔ علم کو بجھانے کا باعث بن رہا ہے۔

''کتاب اور قلم'' سے مضبوط رشتہ کے باعث ہر لحظہ اس قدر مواد دسترس میں رہتا ہے کہ منبر پر تشریف لانے یا قلم اٹھانے کے بعد یہ اپنے سامعین وقارئین سے گویا one to one کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہیں جبکہ ہر مقام پر انہیں وہ مہارت حاصل رہتی ہے کہ کسی بھی موضوع پر کسی بالکل دوسرے اور علیحدہ موضوع سے نہایت نزاکت اور تکنیک کے ساتھ استدلال فرماتے ہیں کہ سننے یا پڑھنے والا ان کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

جو حضرات علامہ صاحب کی تقاریر کے مستقل سامع ہیں وہ یہ بات بہت

بہتر طور پر جانتے ہیں کہ علامہ صاحب دھیمے لہجے میں گفتگو کے عادی ہیں اور نہایت ٹھہر ٹھہر کر سامعین کو ساتھ لے کر چلتے ہیں لیکن تقریر کے دوران ایسے لاتعداد مقامات بھی آجاتے ہیں جب خیالات کا تیز بہاؤ flow انہیں تیز تر بولنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ کیا کیجئے کہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر علامہ صاحب کے مطالعے، مشاہدے اور معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لیکن افکار ومعلومات کی اس افراط کے باوجود موضوع میں ''ربط اور ارتکاز'' Relativity & Concentration مسلسل ساتھ چلتے دکھائی دیتے ہیں۔

جبکہ اپنے معاصر ذاکرین ومقررین کے درمیان یوں بھی ممتاز دکھائی دیتے ہیں کہ آپ تقاریر کے موضوع کے انتخاب میں مکمل منصوبہ بندی اور ربط کے عادی ہیں۔ اور ہر امام بارگاہ میں خطاب کئے جانے والے لگاتار عشروں کے موضوعات میں ایک واضح تسلسل اور ربط پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ 1991ء امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی میں عشرۂ چہلم پر ''عظمتِ صحابہ'' کے زیرِ عنوان دس تقاریر کا قلمی عکس ہے۔ جس میں علامہ صاحب نے صحابیت کی تعریف سے آغاز کرتے ہوئے، قریب قریب تمام حقیقی اصحاب کا چناؤ کیا ہے، معروف و مستند تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ اُن کے مقام ومرتبہ، اور ثواب وصواب کا ایک انسائیکلوپیڈیا فراہم کر دیا ہے۔

حالانکہ گذشتہ وموجودہ پر آشوب دور میں اس نازک موضوع پر تقاریر کا انتخاب جوئے شیر لانے کے مترادف خیال کیا جاتا ہے کیوں کہ تاریخ تو بظاہر لاتعداد اصحاب کی نشاندہی کرتی دکھائی دیتی ہے، اور سب کے سب فضیلتوں کے دعویدار لیکن دینِ اسلام کی بقا وتحفظ کے متمنی صرف چند ہی دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے سچے اصحاب کے انتخاب کے لئے کسی ایک مسلمہ کلیہ کی موجودگی ضروری تھی تا کہ کسی اعتراض کی گنجائش نہ رہے... لہٰذا علامہ صاحب نے تقاریر میں جا بجا

اپنی واضح ترجیحات بیان فرمائی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''تمام اصحابِ کرام میں سے صرف اُن صحابہ کرام کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا ماضی بے داغ اور مستقبل تابناک ملتا ہے۔ جو روزِ اول سے رسولؐ کے جانثار، مصلحتوں سے دور اور پُرخلوص دکھائی دیتے ہیں۔ اس محفل میں آپ کو عمار یاسر اور مقدادؓ ملیں گے تو نعمان بدری، اویسؓ قرنی اور ابوایوب انصاری کے فضائل بھی سامنے آئیں گے جبکہ دیگر ان اصحاب کا ذکر بھی شاملِ کلام رکھا گیا ہے جنہیں لاتعداد فضائل کے باوجود صرف اس لئے قابلِ ذکر نہیں سمجھا جاتا کیوں کہ یہ حضرات حکمِ خدا اور رسولؐ کے سائے میں مولائیت پر مکمل یقین رکھتے تھے اور تو اور پرچار بھی کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیشہ دار و رسن کا شکار رہے۔

قاری کو درمیان میں کہیں کہیں احساس ہوگا کہ علامہ صاحب انتہائی تکلیف دہ مقام سے گذر رہے ہیں ... یہ وہ مقامِ ادراک Understanding point ہے جہاں علامہ صاحب بہت کچھ جاننے کے باوجود صفتِ خالق کی عکاسی کرتے ہوئے پردہ پوشی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ کھل کر حق بات کہنے سے بھی مجبور ہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ اگر حق آشکار کر دیں تو بے جا تبرے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ ع... ''حالانکہ اس سے فرق تو پڑتا نہیں کوئی''۔

لیکن ہر مثبت فکر کا حامل ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے...؟ کہ پاکستان کو آزاد ہوئے 57 برس گزر جانے کے باوجود مسلمان اپنا قبلہ ہی درست نہیں کر پائے، اور کچھ نہیں تو اہلِ بیتؑ سے شاکی قوم نے لفظ ''صحابہ'' ہی کو ایشو بنا دیا.. یہ نہ صرف اللہ، رسولؐ اور اہلِ بیتؑ سے بیگانہ ہیں بلکہ نادانستگی میں خود لاتعداد مخلص صحابہ کے بھی دشمن قرار پاتے ہیں۔ اسی تعصب کی فضا نے متعصب مقررین و ذاکرین کو چند نعرے دے

دیئے۔ ''تحفظِ صحابہ...''، ''سپاہِ صحابہ...'' وغیرہ وغیرہ، لیکن ایمانداری سے سوچا جائے کہ کیا محترم صحابیوں کی جان کو کوئی خطرہ محسوس کیا جاتا ہے؟ اچھا اگر یہ نہیں تو کیا صحابہ کو سپاہِ صحابہ کی شکل میں دہشت گردوں کی حمایت عزت بخش سکتی ہے؟ واللہ اعلم... جبکہ اصل موضوع یعنی ''عظمتِ صحابہ'' پر کوئی بات نہیں کرتا۔ کیوں کہ صحابی کہہ لینا اور بات ہے، صحابی ثابت کر دینا اور بات۔

علامہ صاحب فطرتاً مشکل پسند طبیعت رکھتے ہیں، لہٰذا خود اپنے لئے مشکل سے مشکل حدف Target مقرر کرتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ زیرِ نظر دس تقاریر کے دوران علامہ صاحب نے قرآن و احادیث کے علاوہ تاریخِ مسعودی، صحیح بخاری، صحاح ستہ، ترمذی، صحیح مسلم، ابن عساکر، طبری، اسد الغابہ، سیرۃ الصحابہ، حیاۃ الصحابہ، طبقاتِ ابنِ سعد وغیرہ سے ہی استدلال فرمایا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ زیرِ نظر عشرہ علامہ صاحب کے اہلِ سنّت کتب کے مطالعے کی وسعت کو ظاہر کرتا ہے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ لیکن علامہ صاحب اس سے بھی زیادہ مشکل پسند اس وقت دکھائی دیتے ہیں جب احساس ہو کہ یہ مجالسِ عشرۂ چہلم ہیں۔ اور کراچی میں یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سامعین ذاکر سے ذکر و فضائلِ اہلِ بیتؑ سننے کے معاملے میں عشرۂ اولیٰ سے کہیں زیادہ خواہشمند نظر آتے ہیں۔

لیکن علامہ صاحب کا مخصوص دلچسپ اندازِ ان تقاریر کے کاغذ پر منتقل ہونے پر بھی قاری کو ایک ہی نشست میں مطالعے کی دعوت دیتی ہیں۔ اب کون بتائے گا کہ قرآن نے کہاں نسائی لہجے میں گفتگو کی ہے؟ لیکن علامہ صاحب نے بتایا کہ... اللہ کہہ رہا ہے ''**تبت یدا ابی لھب**'' یعنی ''اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں'' یہ ہے تحقیق۔ اسی طرح ایک ماہر تاریخ داں کی طرح آپ یہ بھی بتاتے چلتے ہیں کہ تہذیبیں کیسے بنتی ہیں، کیسے سنورتی اور نکھرتی ہیں۔ پھر... تقریر میں جا بجا موضوع سے متعلق شائع ہونے والی موافق و مخالف کتب کا حوالہ ان کے

ذوق اور کثرتِ مطالعہ کا اعلان کرتا ہے۔ جس میں کہیں وہ سبائیوں اور عبداللہ ابن سبا سے متعلق حقائق فراہم کرتے ہیں تو کہیں عرب میں ایک ہی نام کے سینکڑوں افراد کے باعث پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ذکر کرتے ہیں، کہیں قدرت اللہ شہاب کی تصنیف شہاب نامے میں ذکرِ اہلِ بیتؑ کی نشاندہی فرماتے ہیں تو کہیں دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا انکشاف فرماتے ہیں، اس دوران ان کے سورس آف انفارمیشن کے ذیل میں حکومتی ذرائع وقائع، ملکی وغیر ملکی اخبار و رسائل، اسمبلیاں، سینیٹ الغرض سب ہی جہانوں کی خبریں شامل رہتی ہیں اور یہ بتاتے چلتے ہیں کہ ماضی میں کس کس نے صحابیت کے نام پر کھیل کھیلے اور عہدِ حاضر میں کہاں کہاں "صحابہ" کے نام پر قوانین کے مطالبے کئے جارہے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ "تاریخِ اسلام مگر اس قدر دلچسپ پیرائے میں پہلی دفعہ نظر سے گذر رہی ہے" ورنہ تاریخ تو ضرور ہوتی ہے، مگر ربط، تسلسل اور دلچسپی غائب رہتی ہے۔ لیکن یہ "کلامِ ضمیرؔ" ہے اور ضمیریات کا محرک motive ہر شکل میں صرف اور صرف "ترسیلِ علم" قرار پاتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا حسبِ ظرف ہر قاری کا اپنا مقدر ہے۔

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی

پیش لفظ

علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی شیعہ قوم میں ایک LEGEND کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سرکارِ علامہ کو خطابت کا TREND SETTER کہا جاتا ہے۔ علامہ صاحب نے پاکستان سے ہندوستان اور برطانیہ و امریکہ تک خطابت کے وہ نئے موضوعات متعارف کروائے ہیں اور اُن پر گفتگو کی ہے جن کے بارے میں ایک عام خطیب بولنا تو درکنار سوچ بھی نہیں سکتا۔ ذوالجناح، ذوالفقار، خاک، پانی، رنگ (طبیعیات کی روشنی میں) مشک، ماں، ممتا، نیزہ، تیر، اور ان جیسے لاتعداد موضوعات ہیں جن پر علامہ صاحب کی ایک نہیں کئی کئی تقاریر موجود ہیں۔ میں خود باقاعدگی سے علامہ صاحب کو عرصہ ۱۵ برس سے سن رہا ہوں میں حلفیہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے ان پندرہ برسوں میں علامہ صاحب کی ہزاروں مجلسیں سنی ہیں لیکن کوئی تقریر کسی کا REPEATATION نہیں ہے یہ براہِ راست عطائے سیدہؑ ہے اور علامہ صاحب کو شاہزادیٔ کونین سلام اللہ علیہا سے ایک خاص ربط و اُنس ہے یا یوں کہیے کہ نامِ شہزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا علامہ صاحب کا حرزِ جاں، وردِ نفس اور حصارِ فن ہے۔

علامہ صاحب کی خطابت کا خاص عنصر یہ ہے کہ آپ ہر سال اپنے عشروں کے جو موضوعات قرار دیتے ہیں وہ حالات کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں جس سال عورت کی حکمرانی سے متعلق بحث چھڑی تو آپ نے اپنے

عشرے کا عنوان رکھا ''عورت اور اسلام'' ایک سال اصحاب اور صحابیت کا چرچا ہوا اور تنظیمیں بننے لگیں اُس سال علاّمہ صاحب نے ایک عشرے کا عنوان رکھا ''عظمتِ صحابہ'' جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسی طرح دیکھتے چلے جائیں ہر سال سن کے اعتبار سے موضوعات کو دیکھ کر حالات کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ نئی نسل کے لیے علاّمہ صاحب کی تقاریر میں بہت کشش اور MATTER ہے۔ آپ کی تقاریر کی زبان نہایت سادہ، عام فہم اور سامع کے ذہن سے قریب تر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب وہ واحد خطیب ہیں کہ جن کا ایک کثیر حلقہ ایسا ہے جو صرف علاّمہ صاحب ہی کی تقاریر سنتا ہے اور علاّمہ صاحب جہاں بھی خطاب کریں چاہے وہ ایک دن میں چار یا پانچ جگہ ہی کیوں نہ ہو ہر جگہ مقامی سامعین کی کثیر تعداد کے علاوہ وہ خاص حلقہ ضرور پہنچتا ہے، پچھلے برسوں میں کراچی میں علاّمہ صاحب کی مجالس میں ریکارڈ مجمعے ہوئے سنہ ۲۰۰۳ء کے محرم میں امام بارگاہ شہدائے کربلا کراچی میں علاّمہ صاحب کی تقریر رات ۱۲ بجے ہوتی تھی اور کثرتِ سامعین اور موضوع کے اعتبار سے یہ عشرہ پاکستان بھر میں سب سے اوّل رہا۔ اسی عشرے کی ایک مجلس میں لکھنؤ کے خطیبِ عصر حضرت مولانا مرزا محمد اشفاق صاحب مدّ ظلہٗ العالی (جو امام بارگاہ رضویہ کراچی میں عشرۂ محرم کی مجالس سے خطاب فرما رہے تھے) بھی تشریف لائے تھے۔ لاہور میں علاّمہ صاحب نے ۱۰ برس عشرۂ اولیٰ سے خطاب کیا اور اب کراچی میں عشرۂ اولیٰ کے بعد لاہور میں عشرۂ ثانی سے خطاب کرتے ہیں پورا پنجاب وہاں خصوصیت سے علاّمہ صاحب کی تقاریر سننے اُن دنوں لاہور میں امنڈ آتا ہے۔ بلا مبالغہ سرکاری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پندرہ سے بیس ہزار کا مجمع ہوتا ہے اور مرکزی شاہراہ ۲ کلومیٹر تک بند کرنا پڑتی ہے یہی حال ملتان کا ہے۔ ملتان کے سامعین ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور خاص بات

ملتان کی یہ ہے کہ محرم سے ہٹ کر مسلسل اب تک مجالس ہو رہی ہیں اور ہر ماہ تین یا چار خطاب علاّمہ صاحب کے ملتان میں ہو رہے ہیں اور سامعین کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ ربیع الاوّل سے لے کر اور تادمِ تحریر (شوال سنہ ۱۴۲۴ھ) تک ملتان میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے لگ بھگ چالیس ۴۰ خطابات ہو چکے ہیں۔ یہی حال اور شہروں کا بھی ہے خود لکھنؤ میں جب علاّمہ ضمیر اختر نقوی پہنچ جاتے ہیں تو عالم ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر محرم نہ بھی ہو تو محرم ہو جاتا ہے، مجالس شروع ہو جاتی ہیں اور ایک امام باڑے سے دوسرے امام باڑے سامعین ساتھ ساتھ پہنچتے ہیں۔ لندن، امریکہ اور امریکہ کی مختلف STATES میں ہر جگہ علاّمہ صاحب کی مقبولیت بامِ عروج پر ہے۔ بقول ڈاکٹر گوہر نوشاہی۔ (پروفیسر۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز۔ اسلام آباد)

''علاّمہ ضمیر اختر نقوی اپنے علم و فضل اور جادو بیان خطابت کے حوالے سے ایک جانی مانی شخصیت ہیں۔ وہ خطابت کی جان اور مجالس کا نقطۂ پرکار ہیں۔ ان کے ارادت مند پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر مکتبِ فکر ان کے جوہرِ دانش کا لوہا مانتا ہے''

پاکستان اور دنیائے ادب کے مشہور ناول نگار اور تنقید نگار انتظار حسین لکھتے ہیں:-

''ضمیر اختر نقوی ایک مختلف طرزِ فکر رکھنے والے مقرر ہیں جنھوں نے اپنی خوش کلامی اور رنگین بیانی کے باوصف میر انیسؔ کے مرثیوں میں قوتِ متخیّلہ کی حامل خصوصیات کو اجاگر کیا۔ انھوں نے میر انیسؔ کے یہاں پائی جانے والی رنگوں کی ایک انوکھی تصویر کو منکشف کیا اور کہا کہ یہ مناظر اور یہ

الفت الوان میر انیسؔ کے یہاں خوش اسلوبی اور با قاعدگی سے نظر آتے ہیں"۔

انڈین سول سروس سے تربیت یافتہ اور مشرقی پاکستان کے سابق گورنر، کراچی کے پہلے ایڈمنسٹریٹر جو متعدد ملکوں میں پاکستان کے سفیر رہ چکے ہیں۔ ان کا پورا خاندان آلِ رضا مرحوم (مرثیہ نگار) ہو یا مسعود رضا، کاظم رضا، (بیورو کریٹ) یا خود سید ہاشم رضا ہوں سب علامہ صاحب کے قدرداں تھے۔ ہاشم رضا صاحب نے لکھا:-

"ان کی تقریروں کی دھوم پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں ہے۔ ان کا طرزِ تحریر بہت شگفتہ ہے، ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ وہ اپنے مطالب عام فہم زبان میں بیان کرتے ہیں۔ وہ عشقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے سرشار ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ بجا ہے کہ "اس دورِ ناسپاس و محرومِ سماعت میں علیؑ کا تذکرہ ہر حساس اہلِ نظر کا فرض بھی ہے اور ضرورت بھی اور یہی جذبہ، یہی ارادت، یہی معرفت، یہی محبت اور یہی عشقِ علیؑ میرا سرمایۂ حیات اور ایمان ہے"۔

علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ کا مذکورہ عشرہ "عظمتِ صحابہ" کراچی میں رضویہ سوسائٹی میں عشرہ ہائے چہلم کا ایک عشرہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ جو حالات ہوتے ہیں اس مناسبت سے عشرہ کا عنوان بھی رکھا جاتا ہے۔ اس سال صحابہ کے نام سے کئی انجمنیں بھی بنیں۔ علامہ صاحب کا یہ عشرہ تو آپ پڑھیں گے، اس میں علامہ صاحب کا بنیادی نظریہ یہ رہا کہ رسولؐ کے اصحاب دو تین نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور دعویٰ کیا کہ منبر پر بیٹھے بیٹھے ۱۵ ہزار اصحاب کے نام میں بتا سکتا ہوں جبکہ حبِ صحابہ کے دعویداروں میں سے کسی کو بھی اتنے نام یاد

نہیں ہونگے۔ اس عشرے کا چونکہ عنوان ہی چونکا دینے والا تھا، اس لحاظ سے کراچی میں ہونے والے تمام عشرہ ہائے چہلم میں یہ عشرہ کثرتِ سامعین اور علمی گفتگو کے حوالے سے سرِ فہرست رہا۔ رضویہ امام بارگاہ کا پورا ہال اور صحن اور مسجد سامعین سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ پورا عشرہ اور اس کا MATTER تو سب کو یاد ہی رہا لیکن نعمان بدری والا واقعہ آج تک لوگوں کے ذہن میں محفوظ ہے اور لوگوں نے اس کردار کو ضرب المثل بنا لیا ہے۔ علامہ صاحب کی تقریریں کئی موضوعات اور علم کے کئی شعبوں پر محیط ہوتی ہیں۔ بیک وقت اپنے موضوع کے حوالے سے علامہ صاحب قرآن، تفسیر، علم رجال، علم حدیث، علم فقہ، علم تاریخ و فلسفہ علم شجرات، سائنس اور ریاضیات پر گفتگو کرتے ہیں۔

بقول شاعرِ اہل بیت علی انصر اعظمی:-

قرآں پہ دسترس ہے احادیث پر عبور
فیضِ ولائے آلؑ سے نکھرا ہوا شعور
رُخ کی بلائیں لیتا ہے پاکیزگی کا نور
یہ رتبۂ جلیل مگر کچھ نہیں غرور
اس مردِ حق کا جشنِ پذیرائی دیکھ کر
دشمن ہیں دنگ انجمن آرائی دیکھ کر

اب ہیں ضمیر اصلِ خطابت کے پاسباں
اور یا علیؑ کا ورد ہے ہر دل کا ترجماں
جوشِ ولائے آلؑ میں کرتے ہیں جب بیاں
بدر و احد کی خیبر و خندق کی داستاں
لگتا ہے جیسے سامنے میدانِ جنگ ہے
حملہ ہے شیر کا صفِ کفار دنگ ہے

اردو ادب میں ایک مقام کے حامل شاعر، مرثیہ نگار نسیم امروہوی مرحوم کے صاحب زادے جناب قسیم امروہوی نے کہا کہ علامہ ضمیر اختر نقوی کا ادب اور خاص کر مرثیے پر بہت بڑا احسان ہے اور احسان کا قرض ادا کرنا تمام اہلِ ادب اور مرثیہ نگاروں پر فرض ہے چنانچہ انھوں نے اپنی نسبی شرافتوں کے باوصف اس احسان کا بدلہ علامہ ضمیر اختر نقوی کی حیات و خدمات سے متعلق ایک طویل مسدّس کے ذریعے اتارا۔ یہ مسدّس ایک پر شکوہ تقریب میں پڑھا گیا جس کی تفصیل آپ انشاء اللہ علامہ صاحب کی حیات و خدمات پر ملتان (بہاء الدین زکریا یونیورسٹی) کے پروفیسر ڈاکٹر شوذب کاظمی کی مرتب کردہ کتاب ''ضمیرِ حیات'' میں پڑھیں گے۔

اپنی گفتگو قسیم امروہوی کے ۱۱۰ بند پر محیط مسدّس کے دو بندوں پر ختم کرتا ہوں

اے ضمیر آپ بھی ہیں معدنِ ذکرِ عترت مجلسیں پڑھنے کی ہے آپ میں اتنی قدرت
پانچ ہزار ایسی، ملی جن کو وطن میں شہرت نہیں محدود یہیں تک یہ بیاں کی وسعت
غیر ملکوں میں مصلّائے ولا بچھوایا
تین سو تیس جگہ فرشِ عزا بچھوایا

روشن افکار کی منبر پہ جو مشعل کی ہے بات تم نے نہ ضمیر ایک بھی مجمل کی ہے
گفتگو باغِ فدک پر بھی مفصّل کی ہے بحث بے مغز نہیں بلکہ مدلّل کی ہے
نیت ذکر تمھاری یہی بتلاتی ہے
حقِ زہراؑ کی نماز ایسے پڑھی جاتی ہے

مجلسِ اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

اس سے پہلے کہ ہم اپنی تقریر کا آغاز کریں ہم چاہیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ آپ حضرات مرحوم ناصر جہاں صاحب کے لیے پڑھ دیں۔

اس عشرے میں مرحوم مسلسل اسلام آباد سے تشریف لاتے تھے اور آپ کے سامنے کلام پیش کرتے تھے اب وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کی آواز صدیوں تک ہماری عزاداری کا ایک جزو رہے گی، ایک حصہ رہے گی اور اپنی یاد کی شکل میں انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی اس خدمت کے لیے اس دربار سے وابستہ کیا ہے اور اب ان کے فرزند اسد جہاں صاحب روزانہ اسی انداز سے آپ کے سامنے کلام پیش کیا کریں گے۔

عشرۂ چہلم کا آغاز ہے پہلی مجلس ہے اور اس عشرے کا یہ ماشاء اللہ سے دسواں سال ہے۔ ہر سال گزشتہ عنوانات میں سنا دیتا ہوں تاکہ ریکارڈ ہو جائے اور بہر حال آپ کو اطلاع ہے اس لیے پروگرام میں یہ عنوانات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ میں دہرا رہا ہوں ۱۹۸۲ء میں جب عشرے کا آغاز ہوا تو دس مجلسوں کا عنوان ''قرآن اور سیرتِ آئمہ'' تھا۔ ۱۹۸۳ء میں عنوان تھا ''عظمتِ قرآن''۔ ۱۹۸۴ء میں ''قاتلانِ حسین کا انجام''۔ ۱۹۸۵ء میں ''محسنینِ اسلام''۔ ۱۹۸۶ء

میں ''حضرت علیؑ اور تاریخ اسلام''۔ ۱۹۸۷ء میں ''امام اور امت''۔ ۱۹۸۸ء میں ''اسلامی طرز معاشرت''۔ ۱۹۸۹ء میں ''عورت اور اسلام''۔ ۱۹۹۰ء میں ''تاثراتِ زیارت کربلا اور نجف''۔

اور امسال یعنی ۱۹۹۱ء کا عنوان ہے ''عظمتِ صحابہ۔''

یہ عنوان اس لیے ہر سال گنوا دیے جاتے ہیں کہ جو پڑھا جا چکا اس کو نہیں دہرایا جا رہا بلکہ ریسرچ آگے بڑھ رہی ہے اور ریکارڈ سارے عشروں کے موجود ہیں۔ جنھوں نے سُنا ہے انہیں بھی علم ہے۔ میرے لیے مشکل نہیں ہے کہ میں چار پانچ سال کے بعد اس عشرے کو دُہرا دوں اس لیے کہ لوگ بھول جاتے ہیں لیکن ہمارا نفس اسے گوارا نہیں کرتا کہ ہم خطابت کو جامد کر دیں۔ منبر ارتقا ہے زوال نہیں ہے اور نہ ہم زوال پسند ہیں اس لیے کہ ہمارے عقائد میں دُرود ہے اور درود کے معنی سب کو ہی معلوم ہیں کہ ہر آن رحمت کی طلب تا کہ پڑھنے والے کا مرتبہ بھی بڑھے اور جہاں آواز پہنچ رہی ہے اس کی نگاہ میں قدر بھی بڑھے امت کی۔ دُرود ارتقا ہے سلام ارتقا ہے۔ جمود نہیں ہے اس لیے ہر سال ایک ریسرچ ورک کے ساتھ دس مجلسیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور ہر سال یہ بات کہتا ہوں کہ عنوان وہی رکھتا ہوں کہ جو آپ کے معاشرے کا ''قوم کا'' ملک کا اہم مسئلہ ہو۔ پچھلے سال آپ کو یاد ہے کہ عراق ایک اہم مسئلہ تھا اور ہم نے جب یہ عشرہ پڑھا تھا اس وقت تک لڑائی نہیں چھڑی تھی لیکن ہم نے اپنے عشرے میں یہ بتا دیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور اب یہ عنوان ہم نے رکھا ہے ''عظمتِ صحابہ۔'' آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہمارا کام ہے بتا دینا کوئی مانے یا نہ مانے ''عظمتِ صحابہ'' عنوان سے کچھ لوگ ڈر گئے۔ خوف زدہ ہو گئے حالانکہ ''عظمتِ صحابہ'' ہے ''منقصتِ صحابہ'' نہیں ہے۔ ان کی

عظمت کا بیان، ان کی تعریفیں، ان کی مدح یہ عنوان اس لیے رکھا گیا کہ بڑے شد و مد کے ساتھ شیعہ قوم پر یہ الزام ہے کہ یہ صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے، یہ صحابہ کو بُرا کہتے ہیں اس لیے کافر ہیں، اس لیے صحابہ کی توہین کرنے والوں کو پھانسی دی جائے۔ یہ مطالبے روزانہ اخبارات میں ہوتے رہتے ہیں لیکن ہم نے یہ عنوان اس لیے رکھا ہے کہ جو مسلمان سُن رہے ہیں ان کو یہ علم ہو جائے کہ صحابہ کی عظمت کا شعور شیعہ قوم نے عطا کیا تمام فرقوں کو۔ دیکھیے تعریف کرنے کا سلیقہ، عظمتوں کا بیان، ذکر، جہاں ذکر مسلسل ہوگا، جہاں بیان جاری ہے۔ بیان وہاں ہوگا سناٹوں میں بیان نہیں ہوتے۔ ہم نے تو ایک بزم سجائی ہے چودہ صدیوں سے اور عجیب معجزہ ہے اس بزم کا۔ ذرا بتایئے آدمؑ کے نام پر کبھی کوئی جلسہ ہوا۔ حضرتِ نوحؑ کا یوم منایا گیا، موسیٰؑ ڈے ہوا، کبھی یومِ ابراہیمؑ کسی نے منایا ہو تو بتایئے۔ یہ تو ان مجالس کا صدقہ ہے کہ یہاں آدمؑ کا ذکر بھی تفصیل سے۔ نوحؑ کا بھی ذکر، ابراہیمؑ کا بھی ذکر، موسیٰؑ کا ذکر بھی، عیسیٰؑ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ یہ چہاردہ معصومینؑ کا صدقہ ہے کہ تمام انبیا کا ذکر ہوتا ہے چند صحابہ کا ذکر ہو جائے گا تو کیا ہے۔ ظاہر ہے صحابہ انبیا سے تو افضل نہیں ہیں یہ بات تو طے ہے ابھی تو بڑی نازک گفتگو آئے گی۔ دیکھیے صحابہ انبیا سے افضل نہیں ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ انبیا معصوم ہیں صحابہ معصوم نہیں ہیں۔ عظمتوں کا بیان ہوگا لیکن عصمت نہیں ہے ہم کیا کریں اور جہاں عصمت نہیں ہوتی وہاں خطا ہوتی ہے وہاں خطا کا امکان ہے۔ امکانِ خطا ہے۔ تو حقِ تنقید ہے۔ دیکھیے بات صاف ہوتی جا رہی ہے۔ صرف معصوم کے عمل پر تنقید نہیں ہو سکتی، غیر معصوم کے عمل پر تنقید ہو سکتی ہے اسی بنیاد پر مولانا مودودی نے خلافت و ملوکیت لکھی ہے۔ بنیادی خیال ان کا معلوم ہے آپ کو، وہ کہتے ہیں بنیادی خیال میرا یہ ہے کہ

چوں کہ صحابہ غیر معصوم ہیں اس لیے تنقید کا حق ہے امت کو اور یہاں یہ فتویٰ آ رہا ہے کہ اتنا سا بھی اگر صحابہ کو بُرا کہہ دیا تو پھانسی دو، اچھا چلیے آپ کے مطالبے کے مطابق سب سے پہلے پھانسی آپ کو دینا پڑے گی قرآن کو، دیں گے آپ، کسی چوراہے پر قرآن کو پھانسی دیں گے۔ آئیں پھر بات ہو جائے تمہیدی تقریر ہے ابھی میں عنوان کو واضح نہیں کر رہا ہوں لوگ بالکل خوف زدہ نہ ہوں۔ عنوان ابھی میں نے بتایا ہی نہیں، ہو سکتا ہے عظمتِ صحابہ کے موضوع میں، نوحؑ کے اصحاب کا ذکر ہو، ابھی میں نے بتایا کہ حضرت نوحؑ کے صحابی اصحابِ سفینہ کہلاتے ہیں ہو سکتا ہے میں نوحؑ کے اصحاب کا ذکر کروں، کُل بہتر اصحاب تھے سفینے میں۔ موسیٰؑ کے اصحاب، ابراہیمؑ کے اصحاب، جنابِ عیسیٰؑ کے اصحاب، ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کے اصحاب کا ذکر کریں جبرئیل ہیں، میکائیل ہیں، عزرائیل ہیں اور ایک وہ ہے جو خراب نکل گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے اصحاب میں اچھے بھی ہیں بُرے بھی ہیں۔ ایک تو بڑا خراب نکلا اللہ کے اصحاب میں، بزم اللہ میں بیٹھنے والوں میں سے جو سب کا اُستاد تھا وہ خراب نکلا تو اللہ اب اپنے صحابہ کی بُرائی نہ کرے وہ تو کہہ رہا ہے قرآن شروع کرو، نماز شرع کرو تو پہلے میرے صحابی پر لعنت کرو۔

اعوذ باللہِ من الشیطان اللعین الرّجیم تو کیا قرآن کو پھانسی دے دیں گے آپ، اللہ اپنے صحابی کو بُرا کہہ سکتا ہے کیا نبیؐ اپنے صحابی کو بُرا نہیں کہہ سکتا۔ سمجھنے کی کوشش کیجیے اللہ کی بزم میں ایک سجدہ چھ ہزار برس کا، ایسا صحابی سب کو تعلیم دیتا تھا، سب کو سکھاتا تھا، عبادت کے سلیقے بتاتا تھا اصحابِ خدا کو اور ہو سکتا ہے ہم اصحابِ علیؑ کا ذکر کریں اور ہو سکتا ہے کہ ہم اصحابِ حسینؑ کا ذکر کریں۔ اب یہ تو جدھر بھی رُخ مڑ جائے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ نہیں صحابہ

کے معنی یہ ہیں، کیا معنی ہیں صحابی کے؟ یعنی جو نبی آخرؐ کے صحابی ہوں وہی صحابہ ورنہ ہر نبیؑ کا صحابی صحابی کہلائے گا لیکن یہ اصطلاح صحابہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ دیکھیۓ ایک ریسرچ ہے تمہیدی تقریر ہے آنے والی تقریروں میں سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ لفظ صحابہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے یہ لفظ کہاں سے آیا ہے، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں اور یہ ایک لفظ کیا جناب سوال تو سب کر لیتے ہیں یہ علَم قرآن میں ہے؟، یہ تابوت قرآن میں ہے؟، یہ امام باڑہ قرآن میں ہے؟، یہ ذوالجناح قرآن میں ہے؟، یہ تعزیہ قرآن میں ہے؟، ہم سے پوچھنے والے پہلے یہ بتائیں نماز قرآن میں ہے دیکھیۓ آپ چُپ ہو گئے اس لیے کہ میری بات سمجھ نہیں پائے۔ نماز کا ذکر تو قرآن میں ہے لفظ نماز قرآن میں ہے کیا؟ پھر بھی بات واضح نہیں ہوئی میں واضح کر دوں۔ قرآن میں نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ الصلوٰۃ۔ لفظ نماز مسلمانوں نے ایجاد کیا ہے تو جو قرآن کے خلاف ایجاد ہو وہ بدعت ہے یا نہیں۔ لفظ کہاں سے آیا اس لیے کہ نماز کا لفظ عربی نہیں فارسی ہے اور فارسی قرآن میں نہیں ہے۔ ایران کا لفظ کہاں سے سب نے لے لیا اور تمام فرقے یہ جانتے ہیں کہ قرآن میں صلوٰۃ ہے مگر کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھنے جا رہے ہیں اور لفظ بھی کس کا ہے معلوم ہے آپ کو مجوسیوں کا ہے۔ نہیں سمجھے آپ۔ مجوسی آگ جلاتے ہیں اور آتش کدے کے سامنے بیٹھ کر روتے ہیں تو وہ اس عبادت کو کہتے ہیں ''نم آز'' نم کے معنی بجھانا آز کے معنی آگ، ہم اپنے نفس کی آگ آنسو سے بُجھا رہے ہیں نماز آتش پرستی کو نماز کہتے ہیں کیوں نہیں مسلمان کہتے کہ ہم صلوٰۃ پڑھنے جا رہے ہیں، ایرانیوں کا لفظ کیوں لیا اور اب تک بول رہے ہیں۔ ''روزہ'' ہے قرآن میں۔ صوم کہتے ہیں روزہ کو اس لیے آپ کہتے ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ روزے کا لفظ کہاں سے آیا اب اور

واضح کردوں۔ چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ پورے قرآن میں اور حدیث میں کہیں بھی مسجد کے میناروں کا ذکر نہیں ہے دکھایئے قرآن میں یہ لمبے لمبے مسجد کے مینار، ہے حکم کہیں میناروں کے لیے، کسی حدیث میں رسولؐ نے کچھ کہا، چار دیواری بنے گی اسے مسجد کہتے ہیں، جیسے خانہ کعبہ کی چار دیواری بس نقل ہے مسجد اس کی، جب آپ نے خانہ کعبہ کی نقل بنائی ہے تو مینار کہاں سے آئے، بدعت کی ہے آپ نے، دو مینار مسجد کے کروڑوں نظر آتے ہیں چار علم برداشت نہیں ہیں آپ نے یہ مینار بلند کیے ہیں یہ توحید کا ڈنکا بجاتے ہیں، بلند چیز توحید کو بتاتی ہے تو ہم کب کہہ رہے ہیں کہ بلند چیز توحید کو نہیں بتاتی علم بھی توحید کو بلند ہو کر بتاتا ہے کہ جس نے توحید کے لیے سر کٹایا اس کا علم، سارے رشتے توحید سے ہیں، کس لیے بدعت کے الزامات آپ لگاتے ہیں، آپ علم کو سمجھے نہیں ہیں سمجھتے تو ایسے اعتراض نہ کرتے، صحابہ کا لفظ قرآن میں نہیں ہے، قرآن میں صرف اصحاب کا لفظ آیا ہے بس اس سے فرق سمجھ لیجیے، ہم کہتے ہیں اصحابِ علیؑ، اصحابِ حسینؑ، دنیا بولتی ہے صحابہ، صحابہ، صحابہ، ہم قرآن سے لفظ اُٹھاتے ہیں کبھی قرآن کے خلاف نہیں چلے۔ ستّر مقامات پر قرآن میں اصحاب کا ذکر ہے، کون سے اصحاب، یہ والے نہیں ان کا تو قرآن میں ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ ستّر مقامات پر کن اصحاب کا ذکر ہے، اصحاب النار، اصحاب الجنۃ۔ ستّرہ مقامات پر تو صرف اصحاب النار کا ذکر ہے جہنم والے اصحاب اور کم ہے ان کا ذکر اصحاب الجنۃ جو جنت والے ہیں اور اس کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے قطار لگائی اصحاب کا ذکر کیا اصحاب کہف، اصحاب الرس، اصحاب الاخدود، اصحاب المیمنہ، اصحاب المشئمہ، اصحاب الیمین، اصحاب الحجر اور آخر میں اصحاب الفیل پتہ چلا کہ ہاتھی کے بھی اصحاب ہوتے ہیں پتھروں کے بھی اصحاب ہوتے ہیں، جہنم کے بھی اصحاب

ہوتے ہیں، بائیں والے بھی اصحاب ہوتے ہیں دائیں والے اصحاب، کہاں کہاں اصحاب، دایاں بازو بھی اصحاب کا اور بایاں بازو بھی اصحاب کا اور قرآن ذکر کر رہا ہے ان اصحاب کا اور اس تمام تذکرے میں اپنے حبیبؐ کے اصحاب کا ذکر نہیں کرتا۔ پورے قرآن میں نبیِ آخرؐ کے اصحاب کا ذکر نہیں ہے، ہم کیا کریں نہیں ہے اور اگر آپ نے دکھایا معاف کیجیے گا مجھے، قرآن کی بات ہے کڑوی تو لگے گی اگر آپ نے دکھا دیا کہ یہ دیکھیے اصحاب رسولؐ کا ذکر ہے تو لیکن کہاں ہے ایک ہی سورہ میں سورۂ منافقون میں۔ بس اور کہیں نہیں ہے اور اگر آپ کہیں کہ نہیں آپ نے قرآن نہیں پڑھا سورۂ توبہ میں بھی تو ہے تو کہاں پر ذکر ہے سورۂ توبہ میں ذرا ہمیں بھی تو بتا دیجیے جب اصحاب نے مسجدِ نبویؐ کی مخالفت میں مسجد ضرار بنالی تو وہاں ذکر ہے۔ بھئی کہیں ایسی جگہ دکھاؤ جہاں نبیؐ نے قصیدے پڑھے ہوں، اللہ نے قصیدے پڑھے ہوں اصحاب کی شان میں، قرآن میں اللہ نے تعریف نہیں کی تو ہم کیا عظمت بیان کریں ہم تو بڑے ہی پریشان ہو گئے اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں، صرف ایک کا نام، پورے قرآن میں نبی آخرؐ کے صرف ایک صحابی کا نام ہے زید بن حارثہ سورۂ احزاب میں بس ایک جگہ پر نام ہے اور وہ جناب نام اِس طرح آیا ہے کیا بتاؤں آپ کو۔ ہاں بس واقعہ بتائے دیتا ہوں کوئی تعریف نہیں بس اتنی سی بات ہے سُن لیں بچے اور جوان خاص طور سے۔ حضورؐ نے اپنی پھوپی زاد بہن زینب بنت جحش کا عقد اپنے غلام زید بن حارثہ سے کر دیا تھا ان کو شروع سے ہی شوہر پسند نہیں آیا جھگڑے بڑھتے رہے، لڑائیاں ہوتی گئیں یہاں تک کہ زید آئے اور کہا اب نہیں نبھتی تو نبیؐ نے حکم الٰہی سے کہا کہ طلاق دے دو، زید بن حارثہ نے طلاق دے دی، آ کر بتایا آپ کے حکم کے مطابق میں نے زینب بنت جحش کو طلاق

دے دی جب طلاق ہو چکی وحی آئی آپ جایئے اور زینب سے نکاح کر لیجیے حضوؐر نے زینب سے نکاح کر لیا، اتنی سی بات ہے یہ پورا واقعہ ہوا، کیوں؟ قدرت نے کیوں چاہا کہ ایک بی بی عظیم خاندان کی غلام سے اس کی شادی ہو پھر اس سے جھگڑا ہو پھر طلاق ہو پھر نبیؐ شادی کرے کیا قصہ ہے یہ، بغیر حکمت کے کوئی کام نہیں ہوتا کوئی راز ضرور تھا راز یہ تھا کہ جنابِ خدیجہؑ کے بھائی نے زید کو عکاظ کے میلے سے خریدا تھا بچپن سے وہیں پلا تھا جب خدیجہؑ سے رسولؐ کی شادی ہوئی تو نبیؐ کے گھر وہ غلام آ گیا، عرب کا دستور تھا جس گھر میں غلام اور لونڈی پلتے تھے اسی کے بیٹے اور بیٹیاں کہے جاتے تھے، اُسی کی ولدیت سے پکارے جاتے تھے اسی لیے بیٹے اور بیٹیاں اکثر بن گئی ہیں لونڈیاں، کنیزیں، غلام۔ اب بڑے گھرانوں کا دستور تھا چوں کہ رحیم و کریم گھرانے تھے تو اس طرح غلاموں کو پالتے تھے جیسے بیٹا۔ تو پورا عرب مکہ مدینہ زید کو کہتا تھا یا بنَ رسولؐ اللہ اور ایک رسم بڑی عجیب تھی عربوں کی کہ منہ بولا بیٹا اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو منہ بولا باپ اس سے عقد نہیں کر سکتا عرب والے اسے معیوب اور گناہ سمجھتے تھے کاش کہ آپ ہماری بات سمجھ جائیں کہ یہ ایک صحابی کا نام قرآن میں کیوں آیا پورا مدینہ زید کو کہتا تھا السّلام علیکَ یا بن رسولؐ اللہ، ۴ ہجری ہے چند برس کے بعد مباہلہ ہونے والا ہے۔ قدرت کا نظام کسی اور طرف مُڑ رہا ہے پہلے یہ چاہا کہ عرب کی اس رسم کو ختم کریں کہ غلام اب بیٹا نہیں کہلائے گا جس کا بیٹا ہے اس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ خبردار اب زید کو رسولؐ کا بیٹا نہ کہنا اس لیے وہ رسم پہلے عربوں کی ختم کی گئی کہ منہ بولی بہو سے منہ بولا خُسر شادی نہیں کر سکتا پھر زید سے طلاق دلوائی، نبیؐ سے شادی کروائی تا کہ باپ اور بیٹے کا رشتہ ختم ہو جائے اور آیت آ گئی خبردار اب کوئی رسولؐ کو اپنا باپ نہ

کہے تمام مردوں میں محمدؐ کسی کے باپ نہیں ہیں

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُم (سورۂ احزاب آیت ۴۰)

اسی لیے خطبۂ فدک میں آواز دی زہراؑ نے تم سب بیٹھے ہو کوئی ہے جو اُٹھ کر کہے کہ محمدؐ میرا باپ تھا، ہے کسی میں ہمت کہ اُٹھ کر کہے کہ محمدؐ میرا باپ تھا چوں کہ سورۂ احزاب آیا ۴ ہجری میں اب ۱۰ ہجری میں آنا تھا اَبنائنا و ابنائکُم تو اب لے کے چلے اور ایک ایک سے کہتے تھے کہ اب کہو اَلسّلام علیكَ یا بنَ رسُولُ اللّٰه یہ ہیں بیٹے، آ گئے ہم اپنی منزل تک درمیان میں تھوڑا سا ریسرچ ورک اک چند لمحے کے لیے۔ تقریباً ۳۰۰ کتابیں صحابہ پر لکھی گئی ہیں۔ سب سے مشہور "اسدُالغابہ فی معرفت الصحابہ" یہ ابنِ اثیر کی کتاب ہے نو جلدوں میں اس میں ساڑھے سات ہزار صحابہ کا ذکر ہے اس کے علاوہ سیَر الصحابہ ۹ جلدیں، حیاۃُ الصحابہ ۵ جلدیں، طبقاتِ ابنِ سعد، طبری، بخاری، مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں اصحاب کا ذکر مل جاتا ہے۔ تفصیل کے ساتھ تقریباً ۱۵ ہزار اصحاب کے حالات موجود ہیں۔ ۱۵ ہزار اصحاب کا ذکر کتابوں میں محفوظ ہے لیکن مسلمان چند ہی کے نام ہر سال دہراتے ہیں حیرت ہوتی ہے، مسلمانوں کو عشرے کے عشرے رکھنے چاہئیں کہ یہ دس کا ذکر ہو چکا اب دس کا ذکر ہو گا پھر دس کا ذکر ہو گا صدیاں گزر جائیں سنتے رہیے لیکن پندرہ ہزار میں سے کسی کا ذکر نہیں کرتے آپ، سارے فرقے مل کر اگر چاہیں تو پندرہ ہزار کی مجلسیں ہو سکتی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے مسلمان چاہتے ہی نہیں کہ پندرہ ہزار کا ذکر ہو تو جب آپ اکثریت کا ذکر نہیں چاہتے تو ہم کیسے دس مجلسوں میں ساڑھے سات ہزار کا ذکر کر دیں اس لیے ہم کو کوئی معیار بنانا پڑے گا۔ پندرہ ہزار کا ذکر تو ہم نہیں کر سکتے پڑھ تو ہم نے سب کا حال لیا لیکن ذکر ہم کریں گے کُل ساتؑ اصحاب کا بُرا تو نہیں مانے آپ،

ابھی نام کہاں بتائے میں نے، ہم تو تعداد بتا رہے ہیں ساڑھے سات ہزار میں سے کُل سات کو میں نے چُنا ہے۔ آپ پوچھیں گے کس معیار سے آپ نے منتخب کیا ساڑھے سات ہزار میں سے سات کو۔ ایک معیار بنایا ہے اور معیار، آپ کے دل کی مودّت گواہی دے گی۔ آپ کا ذہن، آپ کی عقل اور آپ کا قلبِ سلیم صاد کرے گا میرے اس انتخاب پر۔ میں نے صرف ان سات صحابہ کا انتخاب کیا ہے اس عشرے میں، جن سات نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے جنازے کی نماز پڑھی تھی بس۔ اب جس کا دل چاہے خوش ہو جائے جس کا دل چاہے بُرا مان جائے ہم نے انتخاب کیا ہے ایک معیار پر ایک کسوٹی پر، ہم کل سے شروع کریں گے اور آپ سُنتے جائیں گے ایک دن عمّار یاسر پر پوری تقریر، ایک دن پوری تقریر مقدادؓ پر، ایک دن پوری تقریر سلمانِ فارسی پر، ایک پوری تقریر ابوذرؓ پر، ایک تقریر حُذیفہؓ یمانی پر، ایک تقریر ابو ایوبؓ انصاری پر، ایک تقریر جابر بن عبداللہ انصاری پر۔ ایک تقریر بلالِ حبشی پر، اب درمیان میں تبرکاً ان سات کے علاوہ اگر آ گئے تو ہم رشید ہجری کا بھی ذکر کریں گے حجر بن عدی کا بھی ذکر، میثمؓ، کمیلؓ، مالک اشتر کا بھی ذکر کریں گے۔

صحابی اسے کہتے ہیں جو نبیؐ کی صحبت میں بیٹھا ہو یعنی نبیؐ کی صحبت میں بیٹھنے والے کو صحابی کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ اس نے اپنی عمر میں ایک بار نبیؐ کو دیکھا ہو۔ یہ معیار بنا۔ جب یہ معیار بنا تو لوگوں نے کہا بھئی ابو جہل نے دیکھا تھا۔ ابوسفیان نے بھی دیکھا عمرا ابنِ عبدِ ود نے بھی دیکھا تھا، مرحب و عنتر نے بھی دیکھا تھا، انہوں نے کہا یہ تو کروڑوں صحابہ ہو جائیں گے جس نے ایک بار دیکھا تو اب دلیل بنائی کہ وہ صحبت میں بھی بیٹھا ہو، لوگوں نے کہا منافقین بھی صحبت میں بیٹھتے تھے تو اب تیسرا معیار بنایا کہ وہ چند حدیثیں لے کر سُناتا ہو

لوگوں نے کہا ابوہریرہ ہیں پھر معیار بدلا۔ انہوں نے کہا اب ایسے کیجیے نبیؐ کو دیکھا ہو، صحبت میں رہا ہو حدیثیں یاد کی ہوں اور صاحبِ ایمان مرا ہو، یہ آخری حد مسلمانوں نے بنائی ہے اب وہ صحابی ہے جس کا انجام بخیر۔ صحیح بخاری ہے جناب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جس صحابی کا انجام بخیر وہ صحابی رہا جس صحابی کا انجام بگڑا پھر وہ صحابی نہیں رہا اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ دس ہزار صحابہ ہیں، ان میں آپس میں جھگڑے ہوئے یہ آپس میں لڑے ایک دوسرے سے دشمنیاں کیں لیکن ہمیں حق نہیں ہے کہ ہم کسی کو بُرا کہیں۔ اگر دو صحابہ آپ کو لڑتے نظر آ رہے ہیں تو یہ بھی اچھا وہ بھی اچھا اور یہ سب جنّت میں جائیں گے یہ فیصلہ ہے اگر دو صحابہ لڑ پڑیں تو آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ یہ اچھا تھا یا یہ اچھا آپ کو دونوں کو ماننا ہے تو اسی معیار پر ایک صحابی ہیں عمرو بن حمق خزاعی، حمق کے معنی چاندنی راتیں۔ چاندنی راتوں کا بیٹا عمرو، اس صحابی پر الزام ہے ایک صحابی کے قتل کا اور پھر بھی یہ الوالعزم صحابی ہیں پیغمبرؐ کے، ان کی قبر مصر میں ہے، جب ان کا مقبرہ بادشاہ سیف الدولہ نے بنوایا تو کئی فرقوں میں کئی صدیوں تک لڑائی چلی، ایک فرقہ کہتا تھا مقبرہ رہے گا دوسرا کہتا نہیں رہے گا۔ بعض ایسے بھی صحابی ہیں جن کی قبروں پر آج تک جھگڑا جاری ہے تو اختلافات تو آپ ختم نہیں کر سکتے، ان کا ذکر آپ بھی کرتے ہیں کتابوں میں، ہم بھی کریں گے، اب حق کی تلاش ہے، ہم نے معیار دے دیا، معیار اتنا ہی ہے صحابہ کے حق پر رہنے کا، معیار اتنا ہی ہے کہ اُس صحابی کو اہلِ بیتؑ سے کتنی محبت ہے جو اس دائرے میں آتا ہے وہ قابلِ ذکر ہے خواہ کوئی بھی ہو۔ جو بھی محبت رکھتے ہیں آلِ محمدؐ سے ہم ان کا ذکر ضرور کریں گے اپنی ان تقریروں میں انشاءاللہ اور بتائیں گے کہ صحابہ کا احترام ہم کس طرح کرتے ہیں اور کس شان سے ہم ان کا ذکر کرتے ہیں اس

لیے ہم ان کا احترام کرتے ہیں کہ عظمتِ صحابہ کو پیغمبرؐ نے اپنی حیات میں برقرار رکھا، تقریر اسی طرف مڑ گئی اور اسی جگہ پر آ گئی جہاں ہم نے آپ کو چھوڑا تھا مباہلہ پر، رسولؐ، خدا نے کسی مقام پر یہ نہیں چاہا کہ ہمارے کسی دوست کی ذرا سی توہین ہو جائے کیوں کہ وہ رحمتہ اللعالمین تھے، رحیم تھے کریم تھے سخی گھرانے کے تھے خطاؤں پر معاف کرنے والے تھے وہ، وہ لوگوں کو معاف کر دیا کرتے تھے تو اپنے دوستوں کو کیوں نہ معاف کرتے اس لیے اللہ نے ہر مقام پر چاہا ایسا کسی کا صاحب بھی تو ہو، ایسے اصحاب کا ایسا صاحب کہ اصحاب کہیں کہ دیوانہ ہے اور آیت آئے۔

ماضلّ صاحبکم وماغویٰ (سورۂ النجم آیت ۲)

اے اصحاب تمہارا صاحب دیوانہ نہیں ہوا

والنّجم اذاھویٰ ستارے کے اُترنے کی قسم تم دیوانہ سمجھ رہے ہو نہیں وہ گمراہ نہیں ہوا۔ دو مقام پر اللہ نے کہا کہ دوستو! تمہارا صاحب دیوانہ نہیں ہوا اللہ اکبر دوست دیوانہ کہیں وہ پھر بھی معاف کر دے یہ کیسا راز ہے کہ وہ بار بار بچاتا ہے یہی نہیں کہ وہ معاف کر دے ایثار تو دیکھیے کہ شہزادی کہتی ہیں خطبے میں۔ خطبۂ فدک میں، ''کیا تم بھول گئے جب بھی آگ بھڑکی لڑائی کی میدان میں، آتشِ جنگ بھڑکنے لگی یہ بتاؤ اس وقت اس آگ میں کون جاتا تھا تم سب جاتے تھے یا میرا شوہر'' شاہزادی کا یہ جملہ بہت قیمتی ہے۔ ستاسی غزوات میں مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ بدر سے لے کر حنین تک دکھائیں کہ کسی صحابی کو بھیجا ہو کہ جاؤ قتلِ عام کر کے آؤ، کسی لڑائی میں نہیں بھیجا، آپ کہیں گے بھیجا۔ چھیڑیے نہ اس مسئلے کو بہتر ہے کہ یہ کہہ دیجیے کہ نہیں بھیجا اور آپ نے کہا بھیجا، تو پھر اس کے بعد۔ اس لیے کہیے نہیں بھیجا بہتر یہ ہے کہ کہیے کہ نہیں بھیجا تا کہ وہ بات بھول

جائیں۔ آپ کہتے ہیں کہ کیا بار بار خیبر، بار بار خیبر بھئی تو جب آپ جواب دیں گے کہ بھیجا تو خیبر آ جائے گی اس لیے بہتر ہے کہ ہم آگے بڑھ جائیں۔ یہی کہیے کہ بدر سے لے کر حنین تک رسولؐ نے کسی صحابی کو میدانِ جنگ میں نہیں بھیجا سب کو اپنے پاس رکھا محبت سے سر پہ ہاتھ پھیرا ہمارے پاس بیٹھے رہو کہاں جاؤ گے، ضعیف ہو گئے ہو کیا لڑو گے دُھوپ میں، پیاس میں، پریشانی ہو گی رہنے دو ہٹاؤ بس یہ ایک ہے جائے گا، جانے دو اس کو یہ عادی ہے۔ میدانِ جنگ میں رہا یہ، بچپن سے تلواروں کے سائے میں پلا ہے، یہ تو تلواروں کے سائے میں سو چکا ہے، یہ تو مانوس ہے تلواروں سے اسے جانے دو تم کہاں جاؤ گے۔ کیوں نہ جانے دیا۔ رسولؐ اللہ! اس لیے نہ جانے دیا کہ پردہ پڑا رہے، عظمتِ صحابہ برقرار رہے اب سمجھے آپ عظمتِ صحابہ کا عنوان، رسولؐ نے عظمتِ صحابہ کو برقرار رکھنے کے لیے نہ بدر میں بھیجا، نہ احد میں بھیجا، نہ خندق میں بھیجا، نہ حنین میں بھیجا، پردہ پڑا رہے عظمتِ صحابہ پر اگر آپ نے کہا کہ ذرا سمجھا دیجیے تو ذرا سا پردہ کھسکا دوں اگر اجازت ہو ذرا سا صرف پھر پردہ ڈال دیں گے ایک ذرا سا ہوا سے ہل جانے دیجیے پردے کو پھر خود ہی پڑ جائے گا۔ بدر کی لڑائی میں صحابہ آگے بڑھے ہم کو بھیج دیجیے کہا جاؤ اگر دل میں حسرت ہے معاذ گئے معوذ گئے اور عوف گئے۔ جب تینوں پہنچے تو ادھر سے تین پہلوان نکلے، شیبہ، عتبہ اور ولید ایک ہندہ جگر خوارہ کا باپ ہے ایک ہندہ جگر خوارہ کا چچا ہے اور ایک ہندہ جگر خوارہ کا بھائی۔ سمجھ گئے آپ ولید، شیبہ، عتبہ اور بڑے شجاع وہ اُدھر سے آئے کہا نام بتاؤ کہا معاذ معوذ اور عوف کہا ہم نے نام نہیں سُنے کس قبیلے کے ہو، کہا فلاں قبیلے کے، کہا واپس جاؤ ہم چھوٹے موٹے گھٹیا لوگوں سے نہیں لڑتے ہم خاندانی لوگ ہیں اب اگلا جملہ سنیں گے ایک بار پھر پکار کر کہا کہ محمدؐ ہم قریش ہیں ہمارے مقابلے

میں ان کو بھیجو جن کے شجرے اچھے ہیں، نسب والوں کو بھیجو ہماری توہین کر رہے ہو، جلدی سے حمزہؑ کو عبیدہؓ کو اور علیؑ کو بھیج دیا تا کہ نسب ناموں پر پردے پڑے رہیں۔ واہ رے ہمارا نبیؐ، واہ رے ہمارا رسولؐ کیا عظمتوں پر پردے ڈالے اور جب یہ گئے کہا کون کہا حمزہؑ، علیؑ، عبیدہؓ، کہا ہاں تم ہمارے کفو ہو تم سے لڑیں گے تم اعلیٰ لوگ ہو تو اب چوں کہ بدر میں دیکھ چکے تھے اس لیے کبھی کہا ہی نہیں تم جاؤ تم جاؤ کیا ضرورت ہے اب ایک موقع جناب ایسا تھا، ایک موقع اور وہ ایسا تھا جہاں نہ تلوار چلانا تھی نہ لڑنا تھا نہ کوئی پہل کرنا تھی، بس جانا تھا اور آجانا تھا وہ ہے موقع جناب مباہلہ مگر آیت نے ایسی پابندی لگا دی ہے کہ اَبنا ئنا، نسائنا اور انفسنا تو اب یہاں پر صحابہ چلے جائیں اگر اس آیت کے ذیل میں تو صحابہ بھی نفس نبیؐ میں شامل ہیں اور اگر نہ جائیں تو نفس اور ہے صحابی اور ہے۔ صحابی کی تعریف اور ہے نفسِ نبیؐ کی تعریف اور ہوگی۔ نفس میں علیؑ گئے ایک آدھ اور لے لیتے کہتے یہ بھی نفس ہے ہمارا یہ بھی نفس ہے۔ لیتے جاتے کیا تھا تلوار تو چلانا نہیں تھی تھوڑا سا تعارف ہو جاتا، تعریف ہو جاتی، تاریخ میں نام آجاتا کہا کیسے لے جاؤں عظمتوں پر پردہ ڈالنا ہے۔ میں رحمت ہوں، یارسولؐ اللہ اب کیا ہوا اب تو کسی پہلوان سے مقابلہ نہیں ہے، تلوار بھی نہیں چلے گی کہا تم کیا جانو، کیا تم علمِ غیب رکھتے ہو تم ہم سے پوچھو گے ہم کو معلوم ہے رات کیا ہوا ہے یارسولؐ اللہ رات کیا ہوا ہے۔ کہا رات میں گرجا گھر میں بوڑھے راہبوں کا اجتماع ہوا ہے عاقب اور سیّد سب راہب جمع ہوئے ہیں اور کہا کہ اب وہ انجیل لاؤ جس میں صحیفۂ آدم ہے، صحیفۂ نوحؑ ہے، صحیفۂ ادریسؑ ہے، صحیفۂ ابراہیمؑ ہے لاؤ۔ کچھ ناراض ہو گئے ہیں لیکن بوڑھا راہب کہتا ہے پڑھو اس میں لکھا ہے کہ احمدؐ نبی آئے گا اس کا داماد ایلیاؑ ہے، اس کی بیٹی فاطمہؑ ہے اس کے دو بیٹے شبرؑ و شبیرؑ ہیں وہ پڑھوا رہا ہے تہہ

خانے میں اور اس کے بعد اپنی قوم سے کہتا ہے اگر اس نے مباہلے میں بلایا ہے تو سنو اگر اپنے خاندان والوں کو لے کر آئے تو مباہلہ نہ کرنا ورنہ تم پر عذاب آجائے گا اگر اصحاب کو لے کر آئے تو مباہلہ کر لینا۔ رسولؐ کو معلوم ہو گیا ہے۔ یہ بات ہوئی ہے تو رسولؐ کسی صحابی کو لے ہی نہیں جا رہے۔ یہ کیوں انھوں نے چیلنج کیا کہ اگر اصحاب کو لے کر آئیں تو مباہلہ کر لینا کیوں؟ اس لیے کہ آیت یہاں پر ختم ہوئی ہے کہ

فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ۝ (سورۂ آلِ عمران)

آؤ ہم سب مل کر جھوٹوں پر لعنت بھیجیں، جدھر جھوٹے ہیں لعنت اُدھر ہی جائے گی، ابھی تو پتہ نہیں کہ عیسائی جھوٹے یا مسلمان، لعنت جب چلے گی اور گھیرے گی تو پتہ چلے گا، جھوٹا کون اور سچّا کون، راہبوں کو پتہ چل گیا ہے وہ چاہتے یہ ہیں کہ لعنت ہم پر نہ آنے پائے۔ عیسائی بھی لعنت سے بھاگتا ہے پتہ نہیں لوگ لعنت لینے کے شوقین اتنے کیوں ہیں۔ سمجھ میں بات نہیں آتی، عیسائی قوم ہمیشہ بھاگی کہ لعنت نہ آئے انہوں نے کہا دیکھو اگر اہلِ بیتؑ کو لے کر آئے خبردار مباہلہ نہ کرنا اور اصحاب کو اگر لے کر آئے تو کر لینا مباہلہ یہ اطمینان کیوں ہے عیسائیوں کو، بس آپ پہنچ جایئے وہاں تک میری تمہید سے بات وابستہ ہو رہی ہے انھوں نے توریت بھی پڑھی تھی اور انجیل بھی پڑھی تھی نوحؑ سے عیسیٰؑ تک ہر نبیؑ کے صحابہ کے حالات پڑھے تھے اور توریت اور انجیل میں اب تک لکھا ہے کہ ہر نبیؑ کے صحابی نے نبیؑ سے دھوکا کیا۔ وہ جانتے تھے کہ صحابہ وفادار نہیں ہوتے، بُرا نہ مانیے گا ہم مسلمانوں کو کچھ نہیں کہہ رہے۔ نوحؑ کے صحابہ نے نوحؑ کو دھوکا دیا، موسیٰؑ کے صحابہ نے موسیٰؑ کو دھوکا دیا، عیسیٰؑ کے بارہ صحابی مگر ایک نے عیسیٰؑ پر چوری کا الزام لگایا جو قریبی تھا اس نے سولی پر چڑھوا دیا یہ بائبل میں

درج ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اصحاب میں کاذب ہوتے ہیں اگر نبی کاذبین کو لائے گا تو نبی بھی جھوٹا ہے نبیؐ کے ساتھی بھی جھوٹے ہیں اور جب جھوٹے اُدھر سے آجائیں گے سچائی میں جھوٹ کا میل ہو جائے گا تو پھر لعنت ادھر ہی چلی جائے گی اور اگر اہلِ بیتؑ آگئے تو انجیل و توریت کہہ رہی ہے کہ ان کے اہلِ بیتؑ میں کوئی جھوٹا نہیں ہے اور ان سے مقابلہ ہو نہیں سکتا تو رسولؐ اصحاب کو نہیں لے گئے تاکہ پردہ پڑا رہے۔ اگر ایک بھی چلا جاتا تو یہ آخری اسلام کا معرکہ احد کا میدان ہو جاتا، پہنچ گئے وہاں آپ، یہی تو لڑائی ہے جو جیتی ہوئی لڑائی ہار گیا رسولؐ کس کی وجہ سے ہارا، کس نے ہروایا۔ ہے نا تاریخ میں، احد کی لڑائی کن لوگوں نے ہروائی آخری منزلوں سے ہم قریب ہو رہے ہیں، کس نے ہروائی؟ آپ نے دو گروپ اصحاب کے برابر کے بنا دیئے کہا ایک لڑے، ایک وہ سامنے گھاٹی کے درّے پر تیر و کمان لیے کھڑے رہیں اور جب تک میرا دوسرا حکم نہ آجائے کوئی اپنی جگہ نہ چھوڑے، آدھے اصحاب وہاں رہیں، آدھے لڑیں ان آدھوں نے، ظاہر ہے علیؑ جنگ کر رہے تھے اور بہادر اصحاب تھے، میدان جیت لیا اور کافروں کا لشکر بھگا دیا جب سب بھاگ گئے تو لشکر نے مال لوٹنا شروع کیا اُن آدھے صحابہ نے جو درّے کے پاس کھڑے تھے انہوں نے کہا یہ تو غضب ہو گیا لڑائی تو جیت گئے وہاں مال لُٹ رہا ہے، رسولؐ کا حکم آ نہیں رہا ہے مال لُٹ جائے گا پھر ہم کیا کریں کہا چلو پھر ہم بھی لوٹیں حکم آیا نہیں اور جگہ چھوڑ کر چلے۔ خالد بن ولید بڑی دیر سے ٹہل رہا تھا پیچھے سے لشکر لے آیا سب پر حملہ کیا سب پر لشکر ٹوٹ پڑا سب بھاگنے لگے یہاں تک کہ میدان خالی ہو گیا اکیلا رسولؐ رہ گیا کیسا مال یہ ہے احد کی لڑائی۔ سب نے لکھا طبقاتِ ابنِ سعد، طبری وغیرہ یہی سب لکھتے ہیں اس کے علاوہ اور کچھ ہے نہیں اور بیانات ہیں سب کے کب آئے

واپس، کتنے دن بعد آئے، کیسے بھاگے، کب بھاگے اس سے ہماری کوئی غرض نہیں ہے صرف بتانا یہ ہے کہ دو ہجری میں رسولؐ نے یہ بتا دیا تھا کہ دو گروپ بنائے دے رہا ہوں، دُنیا دیکھ لے ایک میرا کہا ماننے والا ہے دوسرا نافرمان ہے اب قیامت تک یہی دو جائیں گے اور جو کہا نہ مانے اب طے کر لیجیے ہم تو گروہ کے نام نہیں بتا رہے ایک نبیؐ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے گا ایک نبیؐ کے خلاف کام کرتا رہے گا، جو خلاف ہے اس کی سزا قرآن میں کیا ہے سُن لیجیے سزا ابھی تو نہ ملے گی آخرت میں ملے گی، میں پہچان بتائے دے رہا ہوں۔ سلیمانؑ کا دربار ہے چرند و پرند و جن سب زیرِ نگیں ایک مرتبہ سلیمانؑ پر دُھوپ آئی نظر اُٹھائی کہا یہ جگہ کیوں خالی ہے سارے پرندے پر پھیلائے ہیں یہ جگہ کیوں خالی ہے کہا ہُد ہُد غائب ہے۔ کہا ہُد ہُد نبیؑ کی اجازت کے بغیر جگہ چھوڑ کر کیوں گیا اب واپس آئے گا تو گردن کاٹ کر پھینک دوں گا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ (سورۂ نمل آیت ۲۰)

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْلَا اَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ (سورۂ نمل آیت ۲۱)

نبیؑ سے اذن کے بغیر جو جگہ چھوڑ دے نبیؑ اس کی گردن اُڑا دیتا ہے لیکن اگر گردن نہیں اُڑائی تو عظمتوں پر پردہ ڈالا، پردہ ڈال دیا ہے۔ عظمتیں برقرار ہیں نہ کسی کا نام آئے نہ ضرورت ہے کہ اس کے آگے بیان کیا جائے بس یہ اشاروں میں باتیں ہیں، پیغام اسی طرح آگے بڑھتا چلا جانا ہے چودہ صدیاں گزریں اسی طرح بڑھتا جا رہا ہے۔ کوئی اس میں پریشانی کی بات نہیں ہے اور آپ بالکل مت ڈریں کہ کسی ایسے صحابی کا ذکر ہو جائے گا یا کوئی ایسی بات، ریسرچ ورک

ہے، سارا تحقیقی کام ہے۔ کتابوں کے حوالے آپ مانگیں گے ہم پیش کردیں گے اور اتفاق سے جناب آپ کو ایک بات بتادیں کہ میں جب دارالاشاعت سے کتابیں لینے گیا تو کہا صحابہ پر جتنی کتابیں ہوں آپ ہمیں دیجئے، میں نے کہا اسدالغابہ کی نو جلدیں چاہئیں ہیں اس نے کہا وہ تو مارکیٹ میں نہیں ہیں میں نے کہا کہیں سے منگادیجیے منگادیں اس نے، قیمتاً میں نے خرید بھی لیں لیکن وہ شاہ بلیغ الدین کے کتب خانے کی ہیں اس پر ان کے دستخط بھی ہیں مہر بھی ہے تو جس پر خود بلیغ الدین صاحب کی مہر ہو تو اب اگر میں اس کتاب سے پڑھوں تو کسی کو بُرا ماننے کی ضرورت نہیں دستخط نو جلدوں پر موجود ہیں اور کسی بھی جلد سے پڑھ کر میں سُنا سکتا ہوں کہ یہ لکھا ہے اسدالغابہ میں، یہ لکھا ہے تو اب آنے والی تقریروں میں انشاءاللہ ایک ایک تقریر مخصوص ہوگی جن کی مثال نہیں اور علانیہ ہمیں کوئی شرمندگی نہیں چاہے دس ہزار صحابہ یا ۲۰ ہزار یا غدیر کے ڈیڑھ لاکھ ہوں جتنے بھی ہوں ان سب میں افضل صحابی کا نام ہے "سلمانِ فارسی" سلمان سے افضل کوئی نہیں، سلمان کے بعد "ابوذرؓ" پھر مقدادؓ پھر عمارؓ۔ اس کے بعد ایک سلسلہ ہے اس لیے اصحاب میں ہم افضل ترین صحابی سلمان کو سمجھتے ہیں اور جتنی کتابیں تاریخ و حدیث کی لکھی گئی ہیں مسلمانوں کے ہاں، اب تک صدیوں میں ہر کتاب میں یہ تین حدیثیں جو آج آپ کو میں تمہید میں سنا رہا ہوں جو آنے والی تقریروں میں کام آئیں گی سب نے لکھی ہیں متفق ہے ہر محدث، ہر مورخ ان تینوں حدیثوں پر اور انہیں زبانی یاد رکھیے بچے ہمیشہ یاد رکھیں بزرگوں کو تو یاد ہے اپنا حافظہ تازہ کرلیں تین حدیثیں یہ ہیں:-

پہلی حدیث:- "السّلمان منّا اهل البيت"

سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہے

"جس نے سلمان کو مانا وہ مسلمان ہے جس نے سلمانؑ کا انکار کیا وہ کافر ہے"۔

دوسری حدیث:- "زمین نے فرش نہیں بچھایا اور آسمان نے سایہ نہیں کیا ابوذرؓ سے زیادہ سچے پر" اور اگر زُہد میں عیسیٰؑ کو دیکھنا ہے تو ابوذرؓ کو دیکھو۔

تیسری حدیث:- "عمارؓ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا"۔

اگر یہ تین حدیثیں عالمِ اسلام کلمے کی طرح رٹے تو حق، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ کوئی برا ماننے کی بات نہیں۔ یہ تینوں حدیثیں ہماری طرف سے تحفہ ہیں عالمِ اسلام کو، پڑھی ہوئی ہیں، بار بار پڑھیں اب جہاں ذکرِ صحابہ شروع ہو اور سلمانؓ کا ذکر نہ ہو تو کیا کفر پر یقین کرلوں، ابھی ٹیلی ویژن پر عیدِ میلادالنبیؐ میں صحابہ کا ذکر ہوگا اگر سلمان پر کوئی تقریر کسی مولوی کی آئے تو بتایئے گا مجھے تب میں سمجھ جاؤں گا سب صاحبِ ایمان ہوگئے اور اگر نہ آئے تو آپ کے فیصلے پر چھوڑا۔ جہاں سلمان نہیں وہاں کفر ہے اور ابوذرؓ سے سچا کوئی نہیں اگر ابوذرؓ کسی کو یہ کہہ دیں یہ دولت کیوں جمع کی ہے تو نے محل میں تو وہ جھوٹا ہے ابوذرؓ سچا، یہ اچھائی بُرائی کی بات نہیں اور اب یہ تیسری منزل آگئی، ۴۰ھ تک میں نے بات پہنچادی کہ عمارؓ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا، آنے والی تقریروں میں آپ عمارؓ کا ذکر سنیں گے، تو ایک بار لڑتے لڑتے عمارؓ لشکروں کے بیچ میں آگئے اور آواز دی معاویہ سُن۔ عمارؓ بوڑھا صحابی ہے آپ کو پتہ ہے کیا سِن ہے عمارؓ کا اکیانوے [91] برس کے ہیں اکڑ کر کمر کے پٹکے کو کس کر، اپنی پلکوں کو چڑھا کر کہتے ہیں سُن یہ علم دیکھا ہے تو نے جو علیؑ کے لشکر میں ہے، کہا۔ ہاں دیکھا ہے۔ کہا عمارؓ نے یہ وہی علم ہے جو بدر میں تھا، یہ وہی علم ہے جو احد میں تھا، یہ وہی علم ہے جو خندق و خیبر میں تھا کل ہم اس علم کے نیچے ترے باپ دادا سے تنزیلِ قرآن پہ لڑ رہے تھے آج اسی کافر کے بیٹے سے اسی علم کے نیچے تاویلِ قرآن پہ جنگ کر رہے ہیں۔

بس جناب کوئی پریشانی کی بات نہیں عمارؓ نے فیصلہ کر دیا کچھ دیر کے بعد عمارؓ قتل ہو گئے اور جب عمارؓ قتل ہو گئے تو لشکرِ معاویہ میں شور اُٹھا ارے یہ کیا کیا، ہم سب نے عمارؓ کو مار دیا اس لیے کہ حدیث سب کو یاد تھی جو عمارؓ کو قتل کرے گا وہ باغی گروہ ہوگا۔ سب نے کہا ہم تو باغی قرار پا گئے، عمرِ عاص نے کہا ہم تو باغی قرار پا گئے جب قاتل آیا اور قاتل نے کہا انعام دو ہمیں، ہم نے عمارؓ کو قتل کر دیا اتنی دیر میں دوسرا آیا اس نے کہا عمارؓ کو ہم نے مارا تیسرا آیا اس نے کہا ہم نے مارا تو عمرِ عاص جو مشیرِ خاص و وزیر ہے معاویہ کا وہ کہتا ہے ذرا دیکھو تو جہنم پہ لڑ رہے ہیں ارے قاتل وہ ہے "جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا"، دیکھا آپ نے عمارؓ نے مر کر بتایا کہ باغی کون ہے اب اگر باغی کو آپ اصحابِ نبیؐ کی فہرست میں ڈال دیں۔ ابھی پرسوں ایک کتاب چھپ کر آئی ہے لیفٹیننٹ کمانڈر عبدالجلیل خان کی "اسلام اور منافقت"۔ پوری کتاب چار سو صفحے کی ہے، وہ ثابت کر رہے ہیں یہ شیعہ سارے منافق ہیں اور جب بھی کوئی شرعی مسئلہ اُٹھتا ہے مُلک و اسمبلی میں اور جب بھی ہم شرعی نظام لانا چاہتے ہیں تو ان منافقوں کی وجہ سے اسلامی نظام نہیں آپاتا، جب تک ان پر قادیانیوں کی طرح کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا اسلامی نظام نہیں آپائے گا اور اس کا آخری باب لکھتے ہیں کہ یزید صحابیٔ رسولؐ تھا تو بتایئے جہاں یزید صحابیٔ رسولؐ بن جائے وہاں اسلامی نظام کیسے آئے گا اس لیے کہ آپ کے باپ نے یزید کو کب آنے دیا کہ آپ لائیں گے۔ آپ کے باپ دادا اسلامی نظام کب لا پائے، یزید کی اولاد کب لائے گی اور کیسے لائے گی اسلامی نظام، جب یزید نہ لا پایا، کہاں لایا اس نے تو انکار کر دیا، اس نے تو کہہ دیا کہ اسلامی نظام تو کچھ ہے ہی نہیں نہ کوئی وحی آئی نہ کوئی فرشتہ آیا بنی ہاشم نے ڈھونگ رچایا تھا (معاذ اللہ) ملک و مال کا بس اسی

آواز پر حسینؑ نے کہا اب یہاں تک بات آگئی ہم آگئے، تم وحی سے انکار کر رہے ہو تم نبیؐ سے انکار کر رہے ہو لو ہم آگئے، اب ذرا انکار کر کے دکھاؤ اچھا حسینؑ نے روک تو دیا لیکن یزید کے سامنے جا کر للکار کر، اس کے کُفر کا جواب حسینؑ نے نہیں دیا ہاں اللہ اپنے دین کا کام جس سے لینا چاہتا ہے اس کا انتخاب الگ الگ کرتا ہے، حسینؑ نے کہا زینبؑ یہ کام تمہیں کرنا ہے۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:۔

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے — صبح سے جشن کا غل شام کے بازار میں ہے

آگے آگے تو ہیں سجادؑ جھکائے گردن

پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں، گردن میں رسن

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر — دیکھ کر سیدِ سجادؑ کو بولا وہ شریر

سرکشی کر کے نہ سر بر ہوئے مجھ سے شبیرؑ — شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر

بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا

پنجتنؑ اُٹھ گئے اب زور تمھارا نہ رہا

میر انیسؔ نے حضرت زینبؑ کے خطبے کا ترجمہ کیا ہے، یزید کے کفر کا جواب صاحبِ نہج البلاغہ کی بیٹی نے اس شان سے دیا ہے:۔

سن کے یہ آگیا بنتِ شہِ مرداں کو جلال — تھرتھرا کر کہا، کیا بکتا ہے او بد اقبال

صاحبِ عزت و توقیر محمدؐ کی ہے آلؑ — کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال

ہم کو بے قدر جو سمجھا، تو خطا کرتا ہے

دیکھ! مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے

ہاں بتا آیۂ تطہیر کسے آیا ہے — دوست اپنا کسے اللہ نے فرمایا ہے

ہل اتیٰ کس کے لئے روح امیں لایا ہے　　کس نے معراج کا دنیا میں شرف پایا ہے

قرب ایسا کسے اللہ کی درگاہ میں ہے

فرقِ قوسین بتا کس میں اور اللہ میں ہے

زور اپنا کسے اللہ نے امداد کیا　　خانۂ کفر کو، کس شیر نے برباد کیا

حق نے قرآن کے سورے میں کسے یاد کیا　　کس کو اکملت لکم دینکم ارشاد کیا

کس سے ہر جنگ میں عاجز صفِ کفار آئی

احد میں کس کے لئے عرش سے تلوار آئی

آلِ احمدؐ کو حقارت سے نہ دیکھ، او مقہور　　سب پہ روشن ہے کہ ہم لوگ ہیں اللہ کا نور

مار کر سبطِ پیمبرؐ کو، یہ نخوت یہ غرور　　خیر، ہم دور، نہ تو دور، نہ محشر ہے دور

حق کا دریائے غضب جوش میں جب آئے گا

باندھنا ہاتھ کا سادات کے کھل جائے گا

کہہ کے یہ غیظ میں آئی جو علیؑ کی جائی　　آسماں آگئے جنبش میں، زمیں تھرائی

سرِ شبیرؑ سے ناگاہ صدا یہ آئی　　تھام لے غیظ کو زینبؑ ترے صدقے بھائی

نہ تلاطم میں کہیں قہرِ الٰہی آجائے

کہیں اُمت کی نہ کشتی پہ تباہی آجائے

مجلسِ دوئم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔

عنوان ہے ''عظمتِ صحابہ''۔ تمہید کی منزلوں کو ہم نے کل طے کیا اور آج اسی ربط کے ساتھ کہ صحابہ کی تعریف محدثین نے یہ کی ہے کہ جس نے ایک بار نبیِ اکرمؐ کو دیکھ لیا وہ صحابیٔ رسولؐ ہے، ترمیم ہوتی رہی اس میں کہ صحبت میں بھی بیٹھا ہو، حدیثیں بھی یاد ہوں اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ جو صاحبِ ایمان مرے وہ ہے صحابیٔ رسولؐ۔

اصطلاحاً عرض کر چکا قرآن میں لفظِ صحابہ نہیں آیا بلکہ لفظِ اصحاب آیا ہے، جس کے اصحاب ہوتے ہیں اس کو صاحب کہتے ہیں۔ رسولؐ صاحب ہیں ان کی بزم میں بیٹھنے والے ان کے اصحاب ہیں۔ اصحاب کی تعداد بڑھتے بڑھتے ۱۰ ھ تک دو لاکھ سے زیادہ ہو چکی تھی ظاہر ہے کہ جو مدینے میں تھے، مکّے میں تھے ان ہی کے حالات کتابوں میں آئے، اب بھی دس بیس ہزار صحابہ کے حالات کتابوں میں مل جاتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ تفصیلی حالات تقریباً ساڑھے سات ہزار صحابہ کے ملتے ہیں لیکن تمام مسلمانوں کے فرقے چند کے ہی نام لے رہے ہیں چودہ صدیوں سے، کیوں؟ کیا وہ ساڑھے سات ہزار، صحابہ نہیں، کیا ان کی تعریفیں کتابوں میں نہیں، لیکن چند ہی نام دُہرائے جاتے ہیں اور جو کچھ

بھی مطالبات ہیں وہ صرف چند کے لیے ہیں تو ان سب نے کیا خطا کی ہے، ان میں کیا عیب تھا، جب کہ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ صحابہ کا احترام واجب ہے جب کہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ رسولؐ نے صرف مودّت کو واجب قرار دیا تھا دوستوں کی محبت کو نہیں واجب کیا بلکہ دوستوں سے یہ کہا تھا کہ تم پر بھی واجب ہے کہ مودّت کرو۔

قُل لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰىؕ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

اور معصوم کا ارشاد ہے کُل ساتؑ نے مودّت کے وعدے کو وفا کیا، ساڑھے ساتؑ ہزار نام مل رہے ہیں اور مودّت کی راہ پر چلنے والے کل سات ہیں جنھوں نے حقِ مودّت ادا کیا، اس میں کوئی تعصّبانہ گفتگو نہیں بلکہ فکری گفتگو ہے۔ مودّت میں خود رسولؐ بھی شامل ہیں دیکھنا یہ ہے کہ اُن دو لاکھ یا ڈھائی لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ یا پچیس ہزار یا ساڑھے سات ہزار صحابہ کے دل میں محبتِ رسولؐ بھی تھی یا نہیں، عشقِ رسولؐ بھی تھا یا نہیں چھوٹی سی مثال ہے اور ظاہر ہے کہ جتنی بھی دلیلیں ہم دیں گے وہ صحابیت سے ہی دیں گے ہماری کوشش یہی ہوگی۔ محبوب، جس سے محبت کی جائے اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں، اس کی پیشانی، اس کے بال، اس کی رفتار، اس کی گفتار نگاہوں میں ہر وقت بسی رہتی ہے، محبوب جو ٹھہرا، تو اب، سوال یہ ہے کہ یہ جتنے بھی دس ہزار صحابہ مدینے میں تھے۔ آخری تعداد چالیس ہزار صحابہ وقت وفات رسولؐ مدینے میں تھے، کیا اِن سب نے بغور رسولؐ کے سراپا کو دیکھا تھا۔ بیچ میں اصطلاحیں آئیں گی بار بار، اس کی وضاحت کر دوں۔ صحابہ جس نے رسولؐ کو دیکھا ہو صحابہ کے بعد تابعین۔ یعنی جنھوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہو اب سلسلہ چلا سیرتِ رسولؐ صحابہ سے لیجیے، صحابہ نہ رہیں تو تابعین سے

لیجیے جنھوں نے صحابہ سے سیکھا ہو اور جب تابعین نہ رہیں تو تبع تابعین سے لیجیے جنھوں نے تابعین کو دیکھا ہو اس کے بعد سلسلہ ختم ہو گیا، صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین، اس کے بعد پھر تو جیسی بولی، جیسی آواز، جیسا معاشرہ۔ ایک عجیب غدر ہو گیا، تاریخ یہی کہتی ہے تو صحابہ میں اویسِؓ قرنی کو شمار نہیں کیا حالانکہ وہ رسولؐ کے عہد میں تھے لیکن اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ انہوں نے کبھی رسولؐ کو دیکھا نہیں تھا۔ بوڑھے صحابی ہیں۔ ہم تو صحابی کہیں گے لیکن صحابیت کی تاریخ میں ان کو یہ کہہ کر شامل کیا گیا کہ یہ تابعین میں ہیں اور سیّد التابعین ہیں یعنی تابعین کے سردار ہیں اویسِؓ قرنی لیکن صحابہ میں شامل نہیں کیا گیا اب جس دن ان کا حال آئے گا۔ صرف ایک چیز بتانا چاہ رہا ہوں کہ آیا چالیس ہزار جو مدینے میں تھے ان کے دل میں محبتِ رسولؐ تھی یا نہیں اور محبت کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ محبوب سے ایسی محبت ہو کہ اس کا سراپا نگاہوں میں بسا رہے۔ اویسِؓ قرنی ملنے کے لیے آئے مدینے میں حضورؐ سے، گھر پہنچے تو پتہ چلا حضورؐ کسی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، رسولؐ کی کسی بی بی نے کہا وہ تو نہیں ہیں گھر پر، اویسؓ قرنی واپس چلے گئے اس لیے کہ ماں کو تنہا چھوڑ کر آئے تھے، ماں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے تھے ماں نے اتنی اجازت دی تھی کہ بس جاؤ اور نبیؐ کو دیکھ کر آ جاؤ، اس لیے بغیرِ اذنِ مادر رُک نہیں سکتے تھے۔ جب رسولؐ واپس آئے تو حجرے میں تشریف لائے اور بے اختیار کہا یہ نُور کیسا ہے، کیا کوئی آیا تھا میری غیر موجودگی میں تو زوجہ کی طرف سے جواب ملا ہاں اک چرواہا آیا تھا تو فرمایا وہ چرواہا نہیں تھا یہ نور بتا رہا ہے کہ وہ اویسؓ قرنی تھا، جس کے دل میں میرا عشق ہے وہ آیا تھا اب جب حال پڑھیں گے تو تفصیل سے گفتگو ہو گی۔ ایک صحابی اب کیا میں عرض کروں، دراصل ہم لفظ صحابہ اور صحابی سے ہمیشہ خوف زدہ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے جہاں یہ لفظ آیا یا ذکر کیا

اپنے بعض بزرگ یہ کہتے ہیں دیکھیئے ان ہی کو کہہ رہے ہیں، یہ ان ہی کے لفظ نے ایسی قیامت کی ہے کہ ہم اب تک صحابہ کے موضوع پر پڑھ ہی نہ سکے ڈر کے مارے، اچھا ہم لاکھ یہ سمجھائیں بھائی ہم ان کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کر رہے اب اگر ہم یوں پڑھ دیں تو لوگ کہیں گے ہم سمجھے نہیں، نام لے دیں تو کہیں گے نام کیوں لیا، بڑی مشکل ہے دیکھیں نام نہ لیں تو کہیں گے سمجھ میں نہیں آیا اور نام لے دیا تو انہوں نے کہا تبرّا پڑھ دیا ہو گیا شروع مناظرہ یہ ایسی لاچاری ہے ہماری خطابت میں ایسی تباہی آئی ہے کہ ہم ایسے بے بس و مجبور ہو جاتے ہیں یہاں پر کہ ہم بات نہیں سمجھا سکتے۔ اب کیسے سمجھاؤں۔ نام میں لوں گا نہیں ورنہ آج ہی سے شروع ہو جائے گا مجلس کے بعد کہ دیکھیئے پڑھ دیا، ہمیں نہیں پڑھنا ہم نام نہیں لے رہے، اب آپ کی عقلوں پر چھوڑا کہ کون ہیں؟۔ اویسِؓ قرنی سے ملاقات ہو گئی، کہا تم نے کبھی نبیؐ کو نہیں دیکھا عشق کیسے کرتے ہو، کہا تم نے تو دیکھا ہے تم کتنا عشق کرتے ہو، کہا ہماری تو عمر گزر گئی مکے سے مدینے تک ساتھ رہتے۔ کہا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ رسولؐ کے دونوں ابرو ملے تھے یا الگ الگ تھے۔ عشق ہے یا نہیں یہ اویسِؓ قرنی سے پوچھو۔ وہ بتائے گا، تیئیس برس رہے وہ بزم میں بتا پائے یا نہ بتا پائے۔ سر جھک گیا اویسؓ کو بتا نہ سکے۔ اویسؓ نے کہا کبھی نہیں دیکھا مگر ہم بتاتے ہیں یہ ہے عشقِ رسولؐ پتہ چلا نہیں دیکھا مگر ہے عشق اسی لیے جب کبھی صحابہ کہتے کہ ذرا مرتبہ تو بیان کر دیجیے، تو ہر بار بخاری و مسلم میں یہی ہے کہ رسولؐ نے اصحاب کو دیکھ کر کہا تم سے بہتر وہ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے اس لیے کہ بغیر دیکھے عشق کرتے ہوں گے۔ تو اب مفہوم بدلنا پڑے گا، صحابہ کے معنی بدلنا پڑیں گے، صحابہ کے معنی اب یہ قرار پائیں گے کہ قیامت تک جو رسولؐ کی نصرت کرے وہ صحابیِ رسولؐ۔ اب پورے

عالمِ اسلام پر نظر ڈالو کون نصرتِ رسولؐ کر رہا ہے۔ یہ نصرتِ رسولؐ ہے کہ بجائے اس کے کہ فوجِ خدا بنتی کبھی رسولؐ نے صحابہ کی فوج نہیں بنائی آپ کیسے بنا رہے ہیں۔ یہ تو بدعت ہے، رسولؐ نے صحابہ کی فوج نہیں بنائی تاریخ میں دکھاؤ۔ جو بنائے وہ بدعت کر رہا ہے، خلافِ رسولؐ کر رہا ہے۔ فوج صحابہ کی نہیں تھی رسولؐ کی فوج تھی بدر میں، احد میں، خندق میں، خیبر میں۔ رسولؐ کا لشکر تھا اس کو کہتے ہیں شرک۔ اللہ کے لشکر کو کہا جائے انسانوں کا لشکر، یہ ہے شرک۔ اب بتاؤ شرک کون کر رہا ہے۔ جو شرک کرے اس کا گناہ معاف نہیں، شرک معاف نہیں ہوگا، اللہ کے نام میں غیروں کا کیا ذکر۔ لشکر اللہ کا تھا یہ میر انیسؔ سے پوچھو۔ کربلا تک انیسؔ نے یہی کہا۔

جاتی ہے کس شکوہ سے رن میں خدا کی فوج

جب خاتمہ بالخیر ہوا فوجِ خدا کا

ہر جگہ انیسؔ نے فوجِ خدا کہا ہے صاحبانِ ایمان کی فوج کو، آپ کہہ رہے ہیں فوجِ صحابہ۔ فوج صحابہ تو میں کہہ رہا ہوں اس لیے کہ یہ ترکیب صحیح ہے سپاہ فارسی ہے صحابہ عربی ہے۔ ہاں کچھ ہیں صحابہ ایسے کہ تاریخ عاجز ہے کہ کاش کسی طرح ان کا ذکر ہم تاریخ سے نکال دیتے۔ چند صحابہ ایسے ہیں کہ عالمِ اسلام بڑا عاجز ہے تو آج آپ کیا عاجز ہیں، ان سات کی وجہ سے چالیس ہزار پریشان و عاجز تھے۔ تعداد سات تھی مگر بس نہیں چلتا تھا کہ کیا کریں بڑی بے بسی ہے جناب تاریخ کی جب یہ باب کھلتا ہے۔ پانچ سات صحابہ اور سب مل کر چاہتے ہیں کہ بند شیں کر دیں نہیں کر سکتے، مجبوری یہ آجاتی ہے کہ مکّے سے لے کر مدینے تک بعض صحابہ کو بار بار دیکھ کر ایک ہی حدیث پچاس ہزار بار سنائی تا کہ اب دس

برس بعد جو بچہ آ رہا ہے اسے بھی یاد ہو جائے، جو اس کے بعد آ رہا ہو اسے بھی یاد ہو جائے، پورے عرب کو زبانی یاد کروا دیا گیا ہر موقعے پر۔ کیا؟

"عمار نہیں دشمن رکھے گا تجھ کو مگر منافق
عمار نہیں دوست رکھے گا تجھ کو مگر مومن"

اب بار بار ہر موقع پر اور ایک حدیث مکے سے لے کر مدینے تک بار بار "عمارؓ ایک گروہ باغی تمہیں قتل کرے گا تم ان کو جنت کی طرف بُلا رہے ہو گے اور وہ جہنم کی دعوت دے رہے ہوں گے سب کو اور اُس وقت عمار تم حق پر ہو گے"۔

اور دیکھیے کوئی چیز میں کسی شیعہ کتاب سے نہیں پڑھوں گا اس لیے کہ آج کل میرے زیرِ مطالعہ کوئی شیعہ کتاب نہیں ہے اس لئے کہ شیعوں نے صحابہ کا حال نہیں لکھا بُرا نہیں مانیں گے، بھئی اہلِ بیتؑ سے اُنھیں فرصت ہوتی تو صحابی کا حال لکھتے۔ ضرورت کیا تھی لکھنے کی۔ ہاں اہلِ بیتؑ کے ذیل میں علیؑ پر لکھا تو کسی نے علیؑ سے پوچھ لیا ذرا سلمانؓ کے بارے میں بتا دیجیے بتا دیا، ذرا ابوذرؓ کے بارے میں بتا دیجیے بتا دیا، ذرا عمارؓ کے بارے میں بتا دیجیے بتا دیا، علیؑ کے واسطے سے حالاتِ صحابہ ہمارے یہاں آئے ہیں غیروں سے نہیں لیا ہم نے۔ یہ بھی معصوم ہی سے لیا ہے ہم نے کہ صحابہ کی عظمت کیا تھی، انسانوں کی نظر میں عظمتِ صحابہ اور ہے، ایک معصومؑ کی نظر میں عظمتِ صحابہ اور ہے۔ یہاں جو عظمتِ صحابہ بیان ہو رہی ہے وہ ارشادِ معصومؑ کی روشنی میں۔ دنیا جو چاہے بیان کرے یہاں پاکیزہ بیان ہے ایسا پاکیزہ بیان کہ نام ہی طیب رکھ دیا تھا۔ عمارؓ کا مطلب پتہ ہے آپ کو "طیب المطیب" پاک سے پاکیزہ تر اور جو کنیت رکھی تھی "ابوالیقظان" یقظان کے معنی ہیں ہر وقت بیداری کی دعوت دینے والا، جگانے والا لغت میں اس کے معنی ہیں "مرغ" مرغ کا کام ہے بانگ دے کر

جگانا۔ مرغ کی صفت آپ کو معلوم ہے۔ جنھوں نے پالا ہو گا وہ زیادہ بہتر جانتے ہوں گے، گھر میں اگر پلا ہو اور آپ تھوڑی دیر کے لیے اگر صحن میں یا اپنے حجرے میں لیٹ جائیں، جہاں اس نے دیکھا سو گئے سرہانے آ کر بانگ دے گا اگر آپ صرف ہاتھ بھی آنکھوں پر رکھ کر لیٹ جائیں وہ سمجھے گا سو رہے ہیں فوراً آئے گا جگانے یہ مرغ کی صفت ہے، کیا سوچ کر کنیت رکھی تھی عمار کی رسولؐ نے "ابوالیقظان" سوتے ہوئے کو دیکھ کر بار بار جگانے والا جہاں دیکھا سو رہے ہیں تھوڑا سا بس، اک ذرا سا بے دار کرنے کے لیے ٹھونگا دے دیا اور حیرانی یہ ہے کہ صحابہ رسولؐ مسجد تعمیر کر رہے ہیں سب ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے عمارؓ دو اینٹیں، لوگوں نے کہا تم بھی ایک ایک اینٹ اُٹھاؤ تو کہا میں ایک اپنی طرف سے اُٹھا رہا ہوں ایک رسولؐ کی طرف سے اُٹھا رہا ہوں اب بتایئے یہ ایسا عاشقِ رسولؐ تو رسولؐ کیسا عاشق ہو گا پھر اس پر، آواز رسولؐ کے کانوں میں پہنچ گئی اب عالم یہ ہے کہ ہر ایک صحابی اپنے اپنے حصے کی اینٹیں عمار پر لاد رہا تھا، عمار مٹی میں نہا گئے۔ رسولؐ آئے، اینٹیں ہٹائیں، سر کی مٹی کو جھاڑا، صاف کیا تو عمار نے کہا یا رسولؐ اللہ ایسا لگتا ہے یہ اینٹیں ڈھو کر میرے اُوپر یہ لوگ مجھ کو مار ڈالیں گے۔ آپ سر کو جھاڑتے جاتے اور کہتے جاتے کہ تو کیسے مر سکتا ہے جب تک کہ گروہ باغی تجھ کو قتل نہ کرے، اب ذرا موقع دیکھیے کیا ہے، سب جمع ہیں سن لو یاد کر لو اور کہا تم ان کو جنت کی طرف بلاؤ گے وہ جہنم کی دعوت دے رہے ہوں گے، ہر موقع پر بدر میں، احد میں، خندق میں، خیبر میں، ہر موقع پر۔ جنگ احزاب میں خندق کھود رہے ہیں کہا عمارؓ خندق کھود رہے ہو، محنت کر رہے ہو سنو، تمہیں گروہ باغی قتل کرے گا یہ کیا رسولؐ اللہ اِدھر سے آئے اور کہہ کر چلے گئے۔ اُدھر سے آئے کہا اور چلے گئے۔ کیا رٹوا رہے ہیں لوگوں کو گروہِ باغیہ کا نام

اور دیکھیۓ سب سے مستند کتاب مسلمانوں کی، صحیح بخاری اور اگر آپ چاہیں کہ صاحب ہم کو سلمانؓ کا حال پڑھنا ہے، ابوذرؓ کا حال پڑھنا ہے تو ذرا بخاری میں دیکھیۓ کیا فضائل ہیں۔ بڑی آسانی کے ساتھ باب المناقب کھولیۓ تو اس میں سارے صحابہ کے حالات مل جائیں گے آپ کو اور علیؑ کے حالات امام حسنؑ و امام حسینؑ کے۔ سب کے حالات ہیں۔ لیکن عمارؓ کے حالات نہیں ملیں گے اب ذرا دیکھیۓ سیاستیں کیا کیا ہوتی ہیں۔ اگر لکھتے تو سب کچھ لکھنا پڑتا اس لیے کہ راوی ہیں نچے سعید ابنِ خدری 'صحابیٔ رسولؐ ہیں' علقمہ یہ بھی صحابی ہیں ان سب نے روایت کی ہے ان حدیثوں کی اور جتنی مسلمانوں کی حدیث کی کتابیں ہیں سب میں درج ہے یہ حدیث ترمذی، مسلم، حدیث اور تاریخ کی ہر کتاب میں ہے، کریں کیا۔ ایسی جگہ چُھپائی کہ کوئی ڈھونڈ ہی نہ سکے اب آپ حیران رہ جائیں گے کہ تم کو گروہ باغیہ قتل کرے گا۔ یہ حدیث کہاں رکھی بخاری نے کہ کسی کو ملے ہی نہ مگر ڈھونڈنے والے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ پتہ ہے آپ کو کہاں رکھی باب الصّلوٰۃ میں یہ حدیث رکھی ہے۔ یہ بھی قدرت کا راز ہے کہ جس جگہ محدّثینِ حدیث چھپا رہے ہیں وہیں سے حق ظاہر ہو جائے گا یعنی نماز سے۔ اب نماز میں کیوں تو چوں کہ مسجد نماز کی جگہ ہے مسجد سے چلے، مسجدِ نبویؐ کی تعمیر پھر اس کی بنا عمارؓ کا اینٹیں اُٹھانا پھر رسولؐ کا آنا اور پھر یہ حدیث۔

دوسری جگہ کہاں پر رکھی "مسجد بناتے ہوئے کسی کے جسم کی مٹی جھاڑنے کا ثواب"۔

اس میں کل دو روایتیں ملیں یہ بھی کوئی ٹاپک (Topic) ہے بتایۓ یعنی کوئی مسجد بنا رہا ہے تو اس کے سر کی مٹی یا جسم کی مٹی یا مسجد میں مٹی جسم سے جھاڑنا اس کا ثواب۔ یہ کیا موضوع ہوا۔ اگر یہ سنّتِ رسولؐ ہے تو اپنے یہاں مزدور لگوایۓ اور کوئی مسجد بنوایۓ اور پھر مزدور کو جھاڑیۓ پونچھیۓ لیکن آج تک تو کسی نے کیا

نہیں انھوں نے موضوع بنا دیا اس میں کل دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ رسولؐ دیکھ رہے تھے کہ عمارؓ اینٹیں ڈھو رہے ہیں، رسولِ خداؐ عمارؓ کے قریب گئے اور عمارؓ کے سر کی مٹی جھاڑی اور مٹی جھاڑ کر کہا تجھ کو گروہ باغیہ قتل کرے گا تو اُن کو جنت کی طرف بلائے گا وہ جہنّم کی طرف اور دوسری یہ لکھی کہ رسولؐ گھر میں آئے فاطمہؑ سے پوچھا علیؑ کہاں ہیں کہا وہ ناراض ہو کر چلے گئے مسجد میں سو رہے ہیں، گئے دیکھا مٹی میں اَٹے ہیں۔ نبیؐ مٹی جھاڑتے جاتے تھے کہتے جاتے تھے کہ ابوترابؑ اٹھو ابوترابؑ اٹھو نہ اُس کا کوئی ربط ہے نہ اِس کا۔ کہاں کی کُنیّت کہاں کا قصہ۔ یہ ہے حدیثوں کی کتب کا عالم، تلاش کرنے والے چیزوں کو تلاش کر لیتے ہیں اور چیزیں مل جاتی ہیں۔

عمارؓ وہ صحابی ہیں کہ ایمان لانے میں ان کا تیسرا درجہ ہے اب فہرست تو بہت طویل ہے۔ یہ ایمان لائے وہ ایمان لائے وہاں درجے مقرر ہوئے عورتوں میں یہ، بچّوں میں یہ، بوڑھوں میں یہ، یہاں درجے نہیں ہیں یہاں ترتیب یہ ہے کہ باہر کے لوگ جو ایمان لائے اس میں عمارؓ کا تیسرا درجہ تھا اس لیے کہ رسولؐ کی بعثت سے پہلے ہی عمارؓ آ چکے تھے مکّے میں اب یہ کچھ راز کی باتیں آ رہی ہیں اور مورخین نے لکھی ہیں۔ عمارؓ کے والد کا نام تھا یاسرؓ، والدہ کا نام تھا سُمیہ، رہنے والے یمن کے تھے یمن کے دارالحکومت کا نام سبا ہے یہ سبا سے آئے تھے، یمن سے آئے تھے۔ اچھی بات ہے کہ آپ نوٹ بھی کرتے ہیں ذہن میں محفوظ کرتے ہیں۔ یہ چیزیں آپ کو کتابوں میں ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گی۔ عمار کے معنی کیا ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو بتاتے چلیں سلمانؓ کے معنی کیا ہیں مقدادؓ کے معنی کیا ہیں، میثم کے معنی کیا ہیں، جیسے جیسے تقریر ہوگی ہم معنی بتاتے جائیں گے، نام جب پیدا ہوئے تھے جب رکھا گیا تھا اور اس

وقت نبوت کا ظہور نہیں ہوا تھا لیکن لغتِ عرب میں عمارؓ کے پانچ معنی لکھے ہیں اب ذرا بتائیے یہ تائیدِ غیبی ہے یا نہیں۔ عمارؓ کے معنی ہیں عربی میں ''قوی الایمان'' جس کا ایمان پختہ ہو۔ اُسے کہتے ہیں عمارؓ۔

دوسرے بُردبار تیسرے مرتے دم تک نہی عن المنکر کرنے والا۔ بار بار سمجھانے والا کہ حق کیا ہے، عمارؓ کے چوتھے معنی ہیں، اپنے حق پر اڑ جانے والا اور ایمان کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنے والا۔ یاسر کے معنی ہیں رازوں کا جاننے والا اب ذرا نام کے اثرات بھی دیکھتے جائیے۔ عمارؓ اپنے باپ کی طرف سے وراثتاً سِرِ نبیؐ بھی جانتے تھے آپ کو معلوم ہے سِرِ نبیؐ، جب حذیفہ یمانی پہ تقریر ہوگی تو تفصیلی گفتگو ہوگی۔ تاریخ میں دو مقامات ہیں تبوک کی لڑائی اور غدیر سے واپسی یعنی حجِ آخر سے واپسی۔ وادیٔ عقبہ جو تنگ درّہ تھا اور ایک ایسا پتلا تنگ راستہ تھا کہ ایک وقت میں صرف ایک ناقہ گزر سکتا تھا دو آدمی بھی ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس منزل پہ جب نبیؐ کا ناقہ آیا تو تمام تاریخوں نے لکھا ہے کہ حذیفہ یمانی ناقے کو ہانک رہے تھے، عمارؓ ناقے کی مہار پکڑے تھے چلتے چلتے ناقہ رُک گیا، رسولؐ نے کہا حذیفہؓ، عمارؓ، جبرئیل نے اطلاع دی ہے کہ اس پُل پر سے وادیِ عقبہ کے درّے سے ہم سے پہلے کوئی نہ گزرے جان کا خطرہ ہے، سناٹا تھا رات کا اندھیرا تھا اور اس کے بعد حکم دیا کہ عمارؓ ناقے کو کھینچو، حذیفہ ناقے کو ہانکو تا کہ ناقہ آگے بڑھے۔ عمارؓ نے ناقے کو کھینچا، حذیفہؓ نے ہانکا جیسے ہی درّے پر آیا وادیٔ عقبہ کے، اک بار پہاڑی پر سے پتھر لڑھکنے لگے۔ سب نے لکھا۔ تاریخ ہے جناب۔ کہا جبرئیلؑ نے اطلاع دی ہے کہ اس مقام پر ناقے کو بھڑکا کر وادی میں رسولؐ کو گرانے کی سازش ہے تا کہ مدینے پر ہم قبضہ کر لیں رسولؐ کو قتل کر کے۔ لیکن یہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے ایسے

میں بجلی چمکی۔ بجلی چمکی تو پہاڑیوں پر روشنی پھیلی۔ رسولؐ نے کہا حذیفہؓ چہرے دیکھ لئے، عمارؓ چہرے دیکھ لئے کہا کچھ کو پہچانا کچھ کو نہیں پہچانا کہا کیوں کہا ڈھاٹے باندھے ہوئے ہیں، چہروں کو آدھا چھپائے ہوئے ہیں۔ کہا اچھا سنو نام اور ولدیتیں میں بتاتا ہوں، بارہ[۱۲] آدمیوں کے نام بتائے اور ولدیتیں بتائیں اور حذیفہؓ کو قسم دے کر کہا۔ خبردار مرتے دم تک نام نہ بتانا، خدا کے لیے سمجھیے، حذیفہؓ سِرِ نبیؐ کے مالک ہیں، عمارؓ بھی راز دار ہیں، غور نہیں کیا آپ نے، حذیفہ سے کہا قسم ہے مرتے دم تک ایک کا نام نہ بتانا، عمارؓ کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھا، عمارؓ سے کوئی بات نہیں کی سلیمؓ بن قیس صحابی علیؑ سے کسی نے پوچھا تم کو بارہ[۱۲] نام کیسے معلوم ہوئے کہا کہ معلوم ہو گئے۔ کہا حذیفہؓ کو تو قسم دی تھی نبیؐ نے، تم کو کیسے معلوم ہو گئے۔ سلیمؓ بن قیس نے مسکرا کر کہا حذیفہؓ کو قسم دی تھی عمارؓ کو قسم نہیں دی تھی۔ اب سمجھ میں نہیں آتا حذیفہؓ کو قسم کیوں دی تھی؟ آپ سمجھنا چاہیں گے تو بخاری میں ہے کہ حذیفہؓ کو نام معلوم تھے، اسد الغابہ، ابنِ عساکر، طبری یعقوبی سب نے اس واقعے کو لکھا کہ منافقین کے نام حذیفہؓ یمانی کو معلوم تھے۔ مدینے میں جب کوئی صحابی مرتا تو لوگ حضرت عمر سے کہتے کہ چلیے نمازِ جنازہ پڑھنے، کہتے کہ حذیفہؓ ہیں یا نہیں اگر پتہ چلتا تھا کہ حذیفہؓ نے اس صحابی کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تو حضرت عمر فرماتے تھے۔ منافق مرا ہے اب کیسے سمجھاؤں میں آپ کو بڑی راز کی باتیں ہیں اگر حذیفہؓ نماز نہ پڑھیں تو کہتے تھے منافق۔ اسد الغابہ میں ہے، اکثر کہتے تھے حذیفہؓ اگر نام نہیں بتاتے تو ذرا پہچان تو بتا دو کہ منافق کی پہچان کیا ہے۔ حذیفہؓ یہ بتا دیجیے اب تو بہت دن گزر گئے آپ بوڑھے ہو گئے۔ وہ صفات جو اُن میں پائی جاتی ہیں ان میں کی کوئی ایک مجھ میں تو نہیں ہے۔ حذیفہؓ کہتے تھے ہمیں نہیں معلوم اب سمجھے نبیؐ نے کیوں منع کیا تھا اب سمجھے آپ۔

اب کیا بے قراری ہے، آخری منزل یہ آتی ہے کہ آخر میں یہ کہہ دیا اب آپ نام بتائیں یا نہ بتائیں اب اگلا جملہ میں کیسے کہوں، ایک دن کہنے لگے اچھا یہ بتایئے کہ اب مدینے میں کوئی اور بچا ہے ان بارہ[۱۲] میں سے، کہنے لگے حذیفہؓ ہاں ایک بچا ہے اس لئے نام نہیں بتائے۔ منع کیا تھا مت بتانا تاکہ خود پوچھتے رہیں لوگ کون تھے اور عمارؓ کو منع نہیں کیا تاکہ حدیث جائے قیامت تک، حذیفہؓ کو چھپانا تھا عمارؓ کو بتانا تھا اور سب جانتے تھے کہ عمارؓ کو بھی نام معلوم ہیں لیکن کوئی عمارؓ سے نہیں پوچھتا تھا سب ڈرتے تھے یہ تو چوراہے پر کھڑے ہو کر نام لینا شروع کر دے گا۔ جناب عمارؓ کا عالم یہ تھا۔ آپ کو پتہ ہے کہ عمارؓ کیا ہیں دیکھئے عمارؓ کو ناز کس بات پر ہے، کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ کیوں نہیں ڈرتے تھے نہ وفاتِ رسولؐ کے بعد نہ نبیؐ کی زندگی میں کسی سے ڈرے اس لئے کہ سات آدمیوں نے رسولؐ سے اس بات پر بیعت کی تھی، بیعت کی شرطیں تھیں، ان سات آدمیوں نے بیعت کی تھی رسالتِ نبیؐ کے ساتھ ولایتِ علیؑ پر اور ایک جملے کا اضافہ کیا تھا بیعت کرتے ہوئے کہ ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے کبھی نہیں ڈریں گے جب تک زندہ رہیں گے اب مارے جائیں، تازیانوں پر تازیانے مارے جائیں، جوتے کی ٹھوکر سے مارا جائے کہیں گے وہی جو حق ہے۔ بیعت کی ہے وعدے پر، اب سمجھ رہے ہیں آپ، سات نام میں نے کیوں چُنے ہیں ان کو کوئی ڈرا نہیں سکا۔ سلمانؓ کو کوئی دھمکا نہیں سکا، ابوذرؓ کو کوئی ڈرا نہیں سکا، عمارؓ کو کوئی ڈرا نہیں سکا، مقدادؓ کو کوئی ڈرا نہیں سکا اور علانیہ دھڑلے کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر بغیر کسی کی بیعت کیئے ہوئے ۳۵ برس مدینے میں گھومتے پھرے جناب یہ شجاعت ہے، وہاں مصلحت تھی گلے میں رسّی کا پھندا پڑ جائے یہاں مجال نہیں مارو کتنا مارو گے بیعت نہیں کریں گے بس یہی راز ہے کہ سب کا ذکر ہوتا ہے ان

سات کا ذکر نہیں ہوتا، ان سات کا ذکر کہیں بھی نہیں آتا۔ سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ و مقدادؓ کہتے کہ ہم ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور چوراہے پر کھڑے ہو جاتے اور پکارتے سنو تم نے رسولؐ سے اسی مسجد میں سُنا ہے۔ یا اللہ جو علیؑ کو دوست رکھے تو اُس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اُس کو دشمن رکھ" عمار یاسر چوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں، سرِ راہ کھڑے ہیں اور یہ حدیث سنا رہے ہیں صرف یہی نہیں بعد وفات نبیؐ مدینے سے چلے، کوفہ آئے، مصر گئے، یمن گئے جگہ جگہ گئے گھوم گھوم کر کہا حق علیؑ کا ہے، حق اہلِ بیتؑ کا ہے کے نعرے بلند کئے، پریشان ہو گئیں حکومتیں اجلّہ صحابہ میں ہیں ناز اس لئے ہے کہ ان کے باپ ان کی ماں تاریخ اسلام کے پہلے شہید، دیکھئے صحابہ میں بہت ہی کم ایسے ہیں بلکہ کوئی نہیں ہے جس کا باپ بھی ایمان لایا ہو بڑا قیمتی جملہ کہہ رہا ہوں، ساڑھے سات ہزار کا ذکر تاریخ میں میرے پاس ہے ایک کے والد گرامی ایمان نہیں لائے، ایک کے والد زندہ رہے ایک سو دو برس لیکن جب بھی بیٹے نے کہا کلمہ پڑھ لیجئے کہنے لگے تو کیا تیرا دین کیا۔ جواب دیتے تھے اور ناراض اس لئے تھے کہ جب ان سے کہا گیا کہ مبارک ہو بیٹے کو خلافت ملی تو نابینا تھے کہنے لگے کیسے مل گئی میرے بیٹے کو، کہا کیوں آپ کو حیرت کیوں ہے کہا وہاں بنی ہاشمؑ نہیں تھے کیا جو میرے بیٹے کو مل گئی کہا، نہیں بنی ہاشمؑ تو نہیں تھے تو کہا کس دلیل پر ملی ہے میرے بیٹے کو خلافت، کہا اس دلیل پر ملی ہے کہ قریش میں ہیں، رسولؐ کے شجرے میں ہیں کہا اور کیا ہے شرط کہا چوں کہ سب سے بزرگ ہیں صحابہ میں اس لئے انہیں کو ملنا چاہیئے کہا اچھا یہ دلیل اُس نے قائم کی ہے کہ جو بزرگ ہوتا ہے اس کو خلافت ملتی ہے اس سے جا کر کہو اس کا بزرگ میں ہوں پہلے مجھ کو ملنی چاہیئے، ایمان نہیں لائے مگر یہی کمال ہے کہ کافر کُھلا ہوا کافر ہوتا

ہے منافق نہیں تھے۔ یہ بڑے میاں کُھلے ہوئے کافر تھے جیسے شیطان۔ شیطان منافق نہیں ہے "کان من الکافرین" کافر اور ہوتا ہے منافق اور ہوتا ہے۔ منافق بزم میں بیٹھا ہوتا ہے دل میں کفر ہوتا ہے زبان سے کہتا ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو کافر کیوں ڈرے، ہمیں ملنا چاہیئے تو بعد تک باپ سب کے ایمان نہیں لائے ناز ہے عمارؓ کو کہ یاسر ایمان لائے، ماں سُمیہؓ ایمان لائی ہیں اور راہ دین میں عالم یہ ہے ابوجہل صبح ہوتے ہی یاسر کو، سمیہ کو لوہے کے جال میں باندھ کر عرب کے ریگ زار پر جلتی ہوئی ریت پر آفتاب کی تمازت میں کیلیں ٹھونک کر زمین پر لٹادیتا۔ یہ ظلم تھا عمارؓ کی والدہؓ، والد پر اور عمارؓ پر اور اس وقت رسولؐ چھپ کر دارالارقم میں تبلیغ کر رہے تھے دین کی، یہ عالم تھا مصیبت کا اور یہ قربانیوں پر قربانیاں دے رہے ہیں عمارؓ اور سمیہؓ اور یاسرؓ اور یہاں تک کہ ایک دن یاسرؓ کی ایک ٹانگ کو ایک اونٹ کی ٹانگ میں باندھا اور دوسری ٹانگ کو دوسرے اونٹ میں اور دونوں کو دو سمتوں میں الگ الگ دوڑایا گیا یاسرؓ کی شہادت ہوگئی اور سمیہؓ کی شہادت میں نہیں بیان کر سکتا۔ نیزہ مار کر بے ادبی کے ساتھ سمیہؓ کو شہید کر دیا گیا، شہید ہیں دونوں اسلام کا پہلا شہید اور پہلی شہید خاتون، رسولؐ نے کہا عمارؓ کی ماں پہلی عورت ہے جو شہادت اسلام میں پاتی ہے یہ عمارؓ کو مرتبہ ملا اور عمارؓ کو باندھ کر وہ تکلیفیں دیتے ہیں کہ گالی دو، رسولؐ کو بُرا کہو، اتنا ظلم کیا اتنا ظلم کیا، کہ عمارؓ نے نبیؐ کو بُرا کہنا شروع کیا۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ عمارؓ کافر ہو گیا۔ جواب دیا رسولؐ نے۔ عمارؓ کی رگ رگ، ریشے ریشے میں ہر قطرۂ خون میں ایمان جذب ہو چکا ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ اِدھر یہ کہہ رہے تھے کہ جبرئیل آیت لے کر آئے کس کی شان میں عمارؓ کی شان میں۔

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ

بِالْاِ یْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" (سورۂ نحل آیت ۱۰۶)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد مجبور کیا گیا ہو کفر کہنے پر مگر اس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو"

جلال الدین سیوطی اور فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہ آیت عمارؓ یاسر کی شان میں نازل ہوئی ہے، آیت کا دوسرا حصہ "لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے اور کشادہ قلبی کے ساتھ کفر کرے تو اس پر خدا کا غضب ہے اور سخت عذاب ہے"۔ عبداللہ ابن اُبی کی مذمت میں نازل ہوا ہے۔

یہ عمارؓ کی شان میں خدا نے آیت بھیجی، اب ذرا سمجھئے کہ بظاہر کافر ہو، دنیا یہ سمجھے کہ کفر کا کلمہ کہہ رہا ہے لیکن دل میں ایمان ہو، تو جب عمارؓ کو نہ سمجھی دنیا تو ابو طالبؑ کو کیا سمجھے گی۔ آیت نے سند دی۔ کل میں نے کہا تھا کہ صحابہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ کہیں اکھٹے صحابہ بہت سے بیٹھے ہوں یہ بڑے اچھے نمازی بڑے پرہیزگار کچھ نہیں ہے۔ ہاں چند آیتیں الگ الگ ہیں چند آیتیں سلمانؓ کے لئے ہیں ابوذرؓ کے لئے ہیں، کچھ عمارؓ کے لئے، کچھ مقدادؓ کے لئے اور ساڑھے سات ہزار کی شان میں کچھ نہیں اس لئے اللہ نے بعض کو بعض پر بھی فضیلت دی ہے۔ ہر نبیؑ برابر نہیں ہے، ابراہیمؑ افضل ہیں، موسیٰؑ افضل ہیں، عیسیٰؑ افضل ہیں نبیؐ سب سے افضل، نہ ہر قوم برابر، نہ ہر عقل والا برابر نہ ہر ولی برابر، نہ ہر نبی برابر تو ہر صحابی کیسے برابر ہو سکتا ہے۔ ایمان کے درجے ہیں صحابیت میں بھی، آپ کہہ رہے ہیں سب کو ایک آنکھ سے دیکھو، سب برابر ہیں رسولؐ کہہ رہا ہے کہ سب برابر نہیں، رسولؐ کہہ رہا ہے کہ اگر سلمانؓ کے ایمان کی خبر ابوذرؓ کو ہو جائے تو ابوذرؓ سلمان کو قتل کر دیں اور اگر ابوذر کا ایمان عمارؓ پا جائیں تو عمارؓ

ابوذرؓ کو قتل کر دیں اور اگر عمارؓ کا ایمان مقداد پا جائیں تو وہ عمارؓ کو قتل کر دیں پتہ چلا سب برابر نہیں ہیں ان کے ایمان کا بار یہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ان کا بار وہ نہیں اُٹھا سکتے اب آپ سوچیں جب غلام ایسے ہیں تو آقا کیسا ہوگا، اس کے ایمان کی منزل اس کی صرف ایک ضربت عبادت الثقلین سے افضل، اس کے رتبے کا کیا کہنا اس کی منزلت کا کیا کہنا، عمارؓ نے کلمۂ کفر کہہ دیا آیت آ گئی نبیؐ نے پہلے ہی کہہ دیا وہ کافر نہیں ہو سکتا، وہ سر سے پیر تک ایمان ہی ایمان ہے۔ عمارؓ کے لیے کہا۔

ابوجہل کے ہاتھ سے تازیانہ چُھوٹ گیا کہا عمارؓ یہ جادو دکھایا تم نے، اپنے رب سے کہو میری مصیبت کو ٹالے، عمارؓ نے کہا مجھے چھوڑ دو میں دعا کروں گا ابو جہل نے چھوڑ دیا۔ عمارؓ نے دُعا کی اس کو اسی حالت پر پلٹا دے۔ ایسے ہوتے ہیں تخی کے ماننے والے، کریم ابنِ کریم کے ماننے والے ذرا سمجھئے۔ کافر کو چھوڑ ے دے رہے ہیں، وہاں جب لوگ کافر ہیں تو گھر کے بھائی اور بہنوں کو تازیانوں سے مار رہے ہیں، تاریخ ہے جناب اب ہم کیا کریں۔ یہاں یہ عالم وہاں وہ عالم اور اب عالم کیا ہے عمارؓ رسولؐ کے سامنے آئے آنکھ سے آنسو مسلسل بہتے جا رہے ہیں، ہچکیاں بندھی ہیں روتے جا رہے ہیں۔ کہا عمارؓ کیوں رو رہے ہو۔ کہا میری زبان سے پتہ نہیں کیا کیا نکل گیا یا رسولؐ اللہ وہ ظلم کیا کہ مجھے وہ سب کلمہ کہنے پڑے۔ رسولؐ آگے بڑھے اپنے ہاتھ سے اپنے عبا کے دامن سے آنسو پونچھتے جاتے ہیں اور سر پر ہاتھ پھیر کر سمجھاتے جاتے ہیں۔ عمارؓ حق تیرے ساتھ ہے تو حق کے ساتھ ہے، تجھ کو ایک گروہ باغیہ قتل کرے گا۔ کیا موقع تھا، سمجھنے کی کوشش کیجیے کہا مت رو عمارؓ آیت آ گئی ہے، حکم یہ آیا ہے کہ اگر مظالم برداشت نہ ہوں تو صاحبانِ ایمان کلمۂ کفر کہہ سکتے ہیں، اسی کو شیعہ تقیہ کہتے ہیں۔ کتابیں چھپ کے آ رہی ہیں، پمفلٹ چھپ کے آ رہے ہیں،

تقیہ کرتے ہیں ایمان کو چھپاتے ہیں منافق ہیں، ایمان چھپانے والے کو منافق نہیں کہتے۔ منافق کی تعریف یہ ہے دل میں کُفر ہو زبان پر ایمان ہو، تقیے کی تعریف یہ ہے دل میں ایمان ہو زبان پر جو چاہے ہو۔ یہ فرق ہے تقیہ کرنے والے میں اور منافق میں، عمارؓ رو مت اب کہہ دینا اگر ظلم ہو تقیہ کی اجازت دے دی ہے۔ اللہ واکبر قدر کیجیے گا جملے کی قرآن نے جس کو سند دی، اذن دیا، تقِیہ کا۔ یعنی تقِیے کا عقیدہ عمارؓ کی وجہ سے اسلام میں آیا۔ یہ ہے اسٹیٹس (Status) عمارؓ کا، لیکن اس کے باوجود بعدِ نبیؐ عمارؓ نے تقیہ نہیں کیا، کیا شجاع ہے عمار، کتنا بہادر ہے عمارؓ تقیہ نہیں کیا، راستے میں جس کو بھی پکڑ لیا سب صحابیِ رسولؐ ہیں مدینے میں مغیرہ ابنِ شعبہ بھی صحابی ہیں، ان کے بھی حالات ہیں کتابوں میں نام یاد رکھیں گے آپ ان کی ایک حرکت سب نے لکھی ہے اسد الغابہ سمیت کہ جب ابو لہب مر گیا تو اس کی بیوی اُمِ جمیل جسے قرآن نے **حَمَّالَةَ الْحَطَب** کہا ہے اس کے ساتھ انہوں نے زنا کیا پورے عرب میں بات مشہور ہو گئی جب کہا گیا خلیفۂ وقت سے حد جاری کرو کہا کیسے کریں صحابی ہیں۔ یعنی صحابی ہر طرح کا ہوتا ہے تاریخ میں ہے مغیرہ ابنِ شعبہ نے سب کی بیعت کی علیؑ کی بیعت نہیں کی بہت سوں نے نہیں کی ذِکر آئے گا۔ مغیرہ چلے جا رہے تھے عمارؓ نے دیکھا چھپتے پھرتے تھے، بہت سے صحابہ علیؑ سے منہ چھپاتے تھے جیسے انس بن مالک، حسان بن ثابت، کیوں ڈرتے تھے کہ علیؑ روک کے نہ کہیں کہ ذرا غدیر والی حدیث سنا دو اس لئے راستہ کاٹ کے جاتے تھے۔ یہ بھی آپ کو بتائیں گے کیا کیا ہوا مسجد میں۔ علیؑ نے کیسے نام پکار پکار کر کہا کہ تم تو تھے غدیر میں تم بھی اور تم بھی۔ یہ بھی ایک موضوع ہے، گفتگو یہ ہے کہ عمارؓ نے مغیرہ کو پکڑ لیا، اچھا جس کو پکڑ لیتے تھے یہ نہیں کرتے کہ کہیں کہ ٹھہرو جاتے کہاں ہو ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ اب کہاں جاؤ

گے پکڑ لیا مغیرہ کا ہاتھ۔ اچھا یہ ذہن میں رہے کہ رسولؐ سے، سن میں ۲۷ برس بڑے تھے، رسولؐ سے مُسن تھے تو صحابہ کے بھی بزرگ ہوئے سب سے بڑے ہیں، ویسے تو سلمانؓ سب سے بڑے ہیں اس لیے کہ سلمانؓ کا سن ۳۵۰ برس کا ہے لیکن موجودہ صحابہ میں مکّے اور مدینے کے عمارؓ تو ان سب سے بڑے تو تھے ہی ہاتھ پکڑ لیا کہا مغیرہ تم نے رسولؐ سے یہ سُنا ہے نا جو علیؑ کو دوست رکھے اللہ تو اُسے دوست رکھ، جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اُسے دشمن رکھ۔ کہا ہاں سنا ہے کہا سُنا ہے نا رسولؐ سے علیؑ کا دوست مومن ہے علیؑ کا دشمن منافق ہے۔ کہا ہاں سُنا ہے چھوڑ دو مجھے کہنے لگے گواہی دو کہا گواہی دیتا ہوں تو کہا چلو پھر چورا ہے پر مجمع میں پکار کر کہو، اب مغیرہ گھبرائے اتنی دیر میں آپ کے مولاؑ آ گئے جیسے ہی آئے آواز دی عمارؓ اسے چھوڑ دو، اسے جانے دو، اب کون بول رہا ہے صاحبِ سلونی اب یہ دیکھیے علمی باتیں ہیں خدا کرے کہ بچوں اور جوانوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائیں۔ یہ باتیں نہج البلاغہ سے پڑھ رہا ہوں یہ ٹکڑا، کہا عمارؓ اس کو چھوڑ دو، مغیرہ کو اس لیے کہ اس نے دنیا سے سودا کیا ہے اس بات پر کہ اتنا دین لیں گے جتنا دین کے ذریعے دُنیا مل سکے۔ بھئی سمجھنے کی کوشش کیجیے نہج البلاغہ صاحبِ سلونی کے الفاظ ہیں۔ اس نے سودا کیا ہے بس اتنا دین چاہیے جتنے سے دنیا خریدی جا سکے تم اس کو نہ سمجھا سکو گے اس لئے کہ ایسے لوگ شبہات پیدا کرتے ہیں یہ لوگ شبہات اس لیے پیدا کرتے ہیں۔ تا کہ اپنی لغزشوں پر پردہ ڈال سکیں۔ کیسے سمجھاؤں میں یعنی ان کو معلوم ہے کہ حق کیا ہے لیکن حق کو شبہے میں اس لیے ڈالتے ہیں تا کہ اپنی غلطیوں کو چھپا سکیں۔ اس کو معلوم ہے کہ توحید کیا، حق نبوتؐ کیا، حق ولایتؑ کیا لیکن یہ توحید میں بھی شبہات ڈالتے ہیں، یہ نبوتؐ میں بھی شبہات ڈالتے ہیں، یہ ولایت میں بھی شبہات ڈالتے ہیں تا کہ ان کی لغزشیں چھُپ

جائیں اب سمجھے علیؑ کے وہ جملے آج چودہ سو برس بعد بھی زندہ ہیں۔ شیعوں کو کافر اس لیے کہا جاتا ہے کہ عالم اسلام کو شبہہ میں ڈالا جائے۔ معلوم ہے کہ یہ مذہب حق ہے، جعفری فقہ حق ہے لیکن عالمِ اسلام کو شبہے میں ڈال رہے ہیں تا کہ ان کی لغزشوں پر پردہ پڑ جائے جب حق آتا ہے تو لغزش ظاہر ہو جاتی ہے تو اس فتوے میں چھپا دو، کافر کہہ کر پوری قوم کو اس میں لگا دو کہ یہ جواب دیں کہ ہم کافر نہیں ہم کافر نہیں۔ جو کتاب لکھی جائے، اسی موضوع پر جو تقریر کرے اسی موضوع پر تا کہ ہم حکومت کے ذریعے سے جو لغزشیں کر رہے ہیں یہ اپنی فقہ سے، شرع سے غلطیاں نکالنے کا وقت نہ پا سکیں۔ علیؑ نے کہا۔ شبہات اس لیے پیدا کرتے ہیں تا کہ ان کی لغزشیں چھُپ جائیں جانے دو اسے جانے دو عمارؓ اسے چھوڑ دو اور عمارؓ کا یہ عالم یمن پہنچے، کوفہ پہنچے، بصرہ پہنچے، مصر پہنچے پکار پکار کر شاہراہ پر کہتے ہیں علیؑ حق ہے کون روکے کس میں مجال ہے کہ شیر کو روکے، شیر بھی رسولؐ کا شیر ہے علیؑ کا شیر ہے۔ علیؑ کہتے تھے میرے دو بازو ہیں ایک عمارؓ ایک مالکِؓ اشتر اور علیؑ کو دونوں پر ناز تھا اور رسولؐ کی ہر لڑائی میں شریک ہیں۔ عمارؓ بدر و احد و خندق خیبر و حنین آخری لڑائی تک اور علیؑ کے ساتھ بھی ہر لڑائی میں نہروان کو چھوڑ کر جمل و صفین میں علم ملا ہے عمارؓ کو، اکیانوے برس کا سن ہے مگر شجاع تھے۔ اس لیے شجاع تھے کہ شجرہ اچھا تھا۔ یہ خاندانی چیزیں ہوتی ہیں، سب کو نہیں ملتیں اب ہم کیا کریں۔ شاید آپ کہیں کہ ان کا ذکر کر دیں ساڑھے سات ہزار میں دو چار کا اور ذکر کر دیجیے بھئی بہت ڈھونڈا کسی کا شجرہ تو پاک ہو کیسا شجرہ ہو سنیں گے آپ ایسا شجرہ ہو کہ نوحؑ کا بیٹا سامؑ، سامؑ کا بیٹا ارفخشدؑ، ارفخشدؑ کا بیٹا شالخؑ، شالخؑ کا بیٹا عابرؑ، عابرؑ کا بیٹا قحطانؑ، قحطانؑ کا بیٹا یشجبؑ، یشجبؑ کا بیٹا سباؑ، سباؑ کا بیٹا کہلانؑ، کہلانؑ کا بیٹا زید، زید کا بیٹا غریبؑ، غریبؑ کا بیٹا یشجب اوّل، یشجب اوّل

کا بیٹا زید ثانی، زید ثانی کا بیٹا اود، اود کا بیٹا مالک، مالک کا بیٹا زید اوّل، زید اوّل کا بیٹا عتش، عتش کا بیٹا نام، نام کا بیٹا عامر الاکبر، عامر الاکبر کا بیٹا حارثہ، حارثہ کا بیٹا عوف، عوف کا بیٹا ثعلبہ، ثعلبہ کا بیٹا ابوذیم، ابوذیم کا بیٹا حصص، حصص کا بیٹا قیس، قیس کا بیٹا کنانہ، کنانہ کا بیٹا مالک، مالک کا بیٹا عامر، عامر کا بیٹا یاسر، یاسر کا بیٹا عمّار۔ ہے کسی صحابی کا شجرہ ایسا، قحطان ان کے مورثِ اعلیٰ ہیں اس لیے ان کا پورا نام ہے عمّارؓ یاسر قحطانی، عمّارؓ سبا (یمن) کے رہنے والے تھے عمّارؓ کے شجرے میں ایک جد کا نام سبا ہے، انھیں بزرگ نے سبا کو بسایا تھا، اِسی مُلکِ سبا میں ملکۂ بلقیس کی حکومت تھی اِس لیے قرآن نے ان کو ملکۂ سبا کہا ہے، سورۂ سبا کلامِ پاک میں موجود ہے۔

تاریخ میں ایک بحث آئی کہ ایک شخص گزرا تھا عبداللہ ابنِ سبا بڑی نازک بحث آگئی اختتامی منزلوں پر، تاریخ نے لکھا ایک عبداللہ ابنِ سبا مدینے میں آیا، وہ یہودی تھا، یمن سے آیا تھا سبا سے آیا وہ ہی پکارتا تھا علیؑ حق ہے، علیؑ کا حق ہے۔ اس نے ایک سبائی فرقہ بنایا جسے اب شیعہ فرقہ کہتے ہیں یہ پورا شیعہ فرقہ سبائی فرقہ ہے۔ عبداللہ ابنِ سبا نے یہ پھیلایا تھا مدینے میں، یمن میں، کوفے میں۔ اب بھی کتابیں چھپتی ہیں۔ سبائیوں کا سبز باغ شیعہ سبائی ہیں وہی یہودی اس مذہب کا بانی ہے تاریخ دھوکہ نہیں ہے لکھنے والے لکھ دیں۔ کراچی میں کتابیں روز چھپ رہی ہیں ابھی کتاب چھپی ہے "علیؑ سبائیوں کی نظر میں" ابھی پچھلے ہفتے کتاب آئی ہے ایک سے ایک کتابیں آرہی ہیں حکومت کو کچھ پتہ ہی نہیں ہے کہ علیؑ کو گالیاں دی جارہی ہیں، کتابوں میں کیا ہورہا ہے اس ملک میں حیرت ہے آپ اِن کتابوں کو پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے ہم تو بہت ادب سے گفتگو کرتے ہیں۔ "سبائیوں کی نظر میں علیؑ"۔ ہم سبائی ہیں ہمارا نام سبائی ہے اور

کہتے ہیں اس کی کنیت ابنِ سودا کالی عورت کا بیٹا تھی۔ روایت کہاں سے آئی یاد رکھئے گا۔ یاد رکھئے گا پوری بحث کو۔ جناب قبلہ ضیاءُالحسن موسوی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ نے ایک مقالہ عبداللہ ابنِ سبا کے عنوان پر لکھا تھا اس کو اُنھوں نے کتابی شکل میں چھپوا کر تقسیم کیا تھا کبھی ملے آپ کو تو پڑھئے گا۔ مصری مورّخ طٰہٰ حسین کے حوالوں سے موسوی صاحب نے اس میں ثابت کیا ہے راز کیا ہے عبداللہ ابنِ سبا کا۔ کچھ چیزیں اس میں سے کچھ طٰہٰ حسین کے یہاں سے اور کچھ ریسرچ ورک جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں ذرا اس پر غور کیجیے گا۔

۱۷۰ھ میں پہلی بار قیس ابنِ عمر ایک راوی ہے اس نے کہا کہ ایک یہودی سردار مدینے میں آیا تھا اس نے علیؑ کا حق پکارا اہلِ بیتؑ کا حق پکارا اسی کی بغاوت کی وجہ سے خلیفۂ سوئم قتل کیے گئے کسی نے لکھا ایک سو ستر ۱۷۰ھ میں قیس ابنِ عمر راوی ہے ۳۱۰ھ تک اس روایت کو پھر کسی نے نہیں لکھا۔ ۳۱۰ھ میں طبری نے اس روایت کو یہ کہہ کر لکھا کہ قیس ابنِ عمر نے بیان کیا کہ عبداللہ ابنِ سبا شیعہ فرقے کا بانی ہے ۳۱۰ھ کے بعد ۸۰۰ھ تک کسی مورخ نے اس روایت کو نہیں لکھا اور ۸۰۰ھ میں ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھا، ۸۰۰ھ کے بعد سارے مسلمان لے اُڑے اس روایت کو، ابنِ عساکر کے حوالے سے کہ شیعہ فرقہ سبائی ہے عبداللہ ابنِ سبا بانی تھا اس فرقے کا۔ رجال ایک علم ہے، طبری کو کیا حق ہے کہ کئی صدی پرانی روایت بغیر سلسلے کے لے لے، یہ تو بتائے طبری کہ قیس ابنِ عمر نے یہ روایت کس سے سنی اب دیکھیں اصطلاح آپ کو یاد ہوگی جو تین میں نے ذکر کیں یعنی روایت اہلِ سنت والجماعت میں پرکھی جاتی ہے کہ یا تو صحابہ نے بیان کی ہو یا تابعین نے یا تبع تابعین نے۔ عبداللہ ابنِ سبا کی روایت نہ صحابہ نے بیان کی نہ تابعین نے تو مستند کیسے ہوئی۔ کسی صحابی نے

نہیں بیان کیا کہ مدینے میں کوئی عبداللہ ابنِ سبا آیا تھا سب موجود تھے اور عجیب بات یہ ہے ۳۵ھ میں آیا اور ۴۰ھ میں غائب ہو گیا اُسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ گیا کہاں، گیا اپنا کام کر گیا فرقہ بنا گیا پتہ نہ چلا کہاں مرا اب سمجھیں مرے بھائی کہ راز کیا ہے راز یہ ہے کہ یہ عمارؓ یاسر پکارتے تھے علیؑ کا حق ہے، علیؑ کا حق ہے چوں کہ اولوالعزم صحابی تھا دشمن کیسے کہیں کہ اس نے یہ کہا تو اک نِک نیم (Nick Name) رکھا چوں کہ ان کے بڑے بھائی کا نام عبداللہ تھا اور سبا سے آئے تھے اس لیے ایک نقلی نام رکھ لیا کہ سبائی تھا وہی پکارتا تھا کہ علیؑ حق ہے اور ان ہی کو کہا ابنِ سودا اس لیے کہ ان کی ماں حبشی تھیں سُمیّہ کالی تھیں، کالی کا بیٹا ابنِ سودا کوئی شخصیت نہیں ہے یہ عمارؓ یاسر ہیں۔ پتہ چلا مسلمان مورخین بھی اب تک تقیہ کر رہے ہیں۔ کہونا کہ عمارؓ نے کہا۔ نقلی نام رکھے ہیں کیوں؟ عبداللہ ابنِ سبا کیا، کاش تم کہتے ہم عماری ہیں، ہم ابوذری ہیں، ہم سلمانی ہیں، ہم مقدادی ہیں۔ اصلی نام لے دو اور کیوں اس لیے کہ سارے صحابہ نے جمع ہو کر ایک فہرست تیار کی یہ غلطی کی خلیفہ نے، یہ غلطی کی، طلحہ و زبیر سبھی موجود تھے جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، جمل کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لے کر کون جائے گا سب پیچھے ہٹ گئے تو سب نے کہا عمارؓ آپ ہی جا سکتے ہیں آپ سب سے بزرگ ہیں کہا اچھا لاؤ قربانی کا بکرا میں ہی بن جاؤں گا۔ لاؤ فہرست مجھے دے دو، پہنچ گئے لے کر دربار میں کہا پڑھو اس کو یہ یہ خامیاں ہیں یہ قتل ہوئے ہیں، یہ دولت جمع ہوئی ہے، یہ فلاں جگہ شراب آئی ہے، فلاں صوبیدار یہ کر رہا ہے فلاں گورنر یہ کر رہا ہے کہا یہ تحریر تم نے لکھی ہے کہا نہیں ہم نے نہیں لکھی، لکھی دوسروں نے ہے لے کر ہم آئے ہیں کہا ان کے نام بتاؤ جنھوں نے لکھی ہے۔ عمارؓ نے کہا مار بھی ڈالو گے تو نام نہیں بتائیں گے۔ یہ ہے

ایمان کی دلیل، چاہتے تو نام بتاتے، جان چھڑا لیتے لیکن بتایا کہ میں بزدل نہیں ہوں کہ نام بتا دوں، تو کہا حبشی غلاموں اسے پکڑ لو محل کے دروازے بند کر دو اور اسے مارو، عمارؓ کو مارنا شروع کیا اور خود بھی اتنا مارا کہ تاریخ نے لکھا ہے کہ تین دن بے ہوش رہے اور ایک بیماری بھی لاحق ہو گئی۔ کتابوں میں اس بیماری کا نام بھی لکھا ہے۔ عمارؓ کو مارا گیا لیکن اس کے بعد بھی عمارؓ، ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے نہیں، پھر پکار رہے ہیں علیؑ حق ہے، رسولؐ سے وعدہ کیا ہے۔ یہ عالم ہے عمارؓ کا اور کل بیان کر چکا جمل میں تھے صفین میں تھے اور پکار کر کہا باہر نکل اور علمدار سے کہا کہ علم لے کر یہاں آؤ دونوں صفوں کے بیچ میں ایک لاکھ کا لشکر ادھر ہے ایک لاکھ کا اُدھر اور بیچ کی صف میں عمار نے علمدار کو بلایا علیؑ کے علمدار کو اور علم کے نیچے کھڑے ہو گئے اور کہا یہ پرچم دیکھو بدر میں تھا اُحد میں تھا خندق میں تھا خیبر میں تھا اسی علم کے نیچے ہم تمہارے باپ دادا سے تنزیلِ قرآن پر جنگ کر رہے تھے آج اسی علم کے نیچے ہم تم سے تاویل قرآن پر جنگ کر رہے ہیں، عمار کے علاوہ کسے معلوم ہے کہ تاویل کیا ہے اور تنزیل کیا ہے۔ بتایا کہ وہ قرآن صامت تھا جب قرآن آ رہا تھا ہم تم سے لڑ رہے تھے اب قرآن ناطق علیؑ ہے اس کو مانو اس لئے لڑ رہے ہیں پھر بغاوت ہو گئی پورے لشکر میں۔ عمر عاص کا بیٹا عبداللہ ابنِ عمر عاص باپ کے پاس آیا کہا یہ روایت تو ہم نے سلسلے سے سنی ہے رسولؐ نے کہا ہے، اب سمجھ میں آیا ہر موقع پر رسولؐ کیوں کہتے تھے تا کہ تیسری نسل کو بھی حدیث یاد ہو جائے۔ اب پورے ایک لاکھ کے لشکر کو معلوم ہے کہ عمارؓ کو جو مارے گا وہ باغی۔ عمارؓ بیچ میں کھڑے ہیں ابھی تم نے ہمیں مارا اور باغی کا ٹھپہ قیامت تک کے لیے تاریخ میں لگے گا۔ یہ رسولؐ بتا کر گئے ہیں جناب یہ رسولؐ کا علم غیب ہے، یہ رسولؐ کی بصیرت ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پورا ایک لاکھ کا

لشکر یہ نہیں جانتا تھا کہ جدھر حق جاتا ہے ادھر علیؑ جاتا ہے جدھر علیؑ جاتا ہے اُدھر حق جاتا ہے، یہ عمارؓ سے معیار کو کیوں پرکھا گیا اس لیے کہ پورے شام میں ۳۰ برس یہ بتایا گیا تھا کہ علیؑ نام کا کوئی شخص رسولؐ کا رشتے دار نہیں ہے۔ عمارؓ کا نام اتنا مشہور کروایا تاکہ عمارؓ کے خلاف پروپیگنڈا نہ ہو سب عمارؓ کو جانتے تھے تاکہ اب معیار قائم ہو جائے اور آج حق عمارؓ کے ذریعے پہچانا جائے، ایک بار علم کے نیچے سے ہٹے علیؑ کے قریب آئے کہا مولا بتایئے کیا آج میری شہادت کا دن ہے۔ کہا مت پوچھو، عمارؓ نے پھر سوال کیا تو اب علیؑ نے کہا ہاں وہ دن آ گیا اور ایک بار تلوار کھینچ کر عمارؓ نے حملہ کیا میمنہ پر، میسرے پر، قلبِ لشکر پر اکیانوے برس کا بوڑھا پلکوں کو اُٹھائے سیاہ عمامہ سفید عبا پہنے ہوئے اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتا ہوا لشکر میں در آیا لوگوں کو کاٹتا، مارتا ہوا۔ ایک بار علیؑ نے عمارؓ کی لڑائی دیکھی، سردار کے خیمے تک پہنچے۔ جوانوں سے علیؑ نے کہا آگے بڑھو بوڑھے صحابی کی مدد کرو، عمارؓ لڑ رہے ہیں، بدر میں لڑے ہیں، احد میں لڑے ہیں، خندق میں لڑے ہیں میں نے جوانی کی لڑائی بھی دیکھی ہے اور آج بھی ہم شیرانہ حملے عمارؓ کے دیکھ رہے ہیں۔

ایک بار لشکر والوں نے گھیرا نیزہ سینے پر پڑا کچھ دیر کے بعد گھوڑے سے گرے، لوگ دوڑے پینے کے لیے دودھ میں پانی ملا کر لائے کٹورا سامنے ہے، کہا یہ کیا ہے، کہا دودھ میں پانی ملایا ہے تاکہ زخموں کو فائدہ ہو، کہا ہائے سچ کہا تھا رسولؐ نے عمارؓ تیری آخری غذا دودھ میں ملا پانی ہوگا لاؤ شہادت کا وقت آ گیا یہ کہہ کر پی لیا اور ایک بار مڑ کر کسی جوان سے کہا کہ میرے آقا کو میرا آخری سلام کہو۔ عمارؓ کا آخری سلام پہنچا، علیؑ سلام پاتے ہی چلے اور آپ کو پتہ ہے یہ فاتحِ خیبر ہے، پچیسواں دن تھا صفین کی لڑائی کو، گھمسان کی لڑائی تھی تیر برس رہے

تھے برستے تیروں میں لشکر سے کہا کہ عمارؓ کے لاشے کے آگے یوں صفیں باندھو کہ ہم نمازِ جنازہ میدانِ جنگ میں پڑھائیں، فاتحِ خیبر نے برستے تیروں میں عمارؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہزاروں صحابہ نے عمارؓ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ ساٹھ تکبیریں کہیں، کسی نے کہا اتنی تکبیریں، کہا اگر حالتِ جنگ نہ ہوتی تو ستر تکبیریں کم تھیں عمارؓ کے لیے یہ عمارؓ ہے جب نماز پڑھا چکے، یہ مرتبہ ہے عمارؓ کا، رخسار پہ رخسار رکھا، مولاؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہا عمارؓ بازو ٹوٹ گیا، کہا عمارؓ تجھ کو میں کہاں سے لاؤں گا، علیؑ تجھ کو کہاں سے پائے گا، برستے تیروں میں نہر کے کنارے قبر کھدوائی دیکھئے لڑائی جاری ہے۔ قبر بنائی اور قبر پر بیٹھ کر اشعار کہے، آنسو بہائے، کہتے ہیں جب جانا رسولؐ کی خدمت میں عمارؓ بتا دینا کیا گزری ہے آپ کے بھائی علیؑ پر سب بتا دینا عمارؓ راز دار ہیں امامت کے، عصمت کے، اس لیے کہ عمارؓ کی ایک فضیلت ایسی ہے کہ ساری فضیلتیں نثار۔ ایک عظمت ایسی عمارؓ کی سنیئے اور سرشار ہوئیے جب سوچیں گے تو آپ مودت میں ڈوب جائیں گے جیسے ہی رسولؐ کی وفات ہوئی پہلا آدمی جو زہراؑ کو تعزیت کرنے آیا وہ عمار تھا۔ بی بی باپ کا پرسہ لو عمار آیا ہے۔ عمارؓ نے بتایا ہے جا کر، چلو سلمانؓ، ابوذرؓ چلو بیٹی سوگوار ہے باپ مر گیا اور جب عمارؓ آ گئے تو چودہ دن تک زہراؑ کا گھر نہیں چھوڑا ڈیوڑھی سے لپٹ گئے زہراؑ کے گھر کے دروازے پر سر رکھ دیا ہم بی بی کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے اور وفا کہاں تک گئی، جو بی بیؑ سے مودت کرتا ہے تو شاہزادی کیا عطا فرماتی ہیں واپسی میں معلوم ہے سُنیں گے، علیؑ کو وصیت لکھائی کہا ابوالحسنؑ فلاں فلاں فلاں جنازے پر نہ آئیں لیکن میں عمارؓ کو اجازت دیتی ہوں، میں سلمانؓ کو اجازت دیتی ہوں، میں ابوذرؓ کو اجازت دیتی ہوں، میں مقدادؓ کو اذن دیتی ہوں، حذیفہؓ آئیں، جابرؓ آئیں اور میرے جنازے میں

شریک ہوں کُل سات اصحاب نے فاطمہؑ زہرا کے جنازے کی نماز پڑھی۔

خورشید آسمانِ ادب کا طلوع ہے
وصفِ جنابِ فاطمہؑ زہرا شروع ہے
طبعِ سلیم وقتِ خضوع و خشوع ہے
اے قلب قلبِ عصمتِ مریم رجوع ہے
اے چشم پاک پردۂ مژگاں کو ڈال دے
مردُم کو جلد اپنے مکاں سے نکال دے

بس سنئے ایک بند اور اسی تسلسل سے، مصائب، آج پورے مصائب فاطمہ زہراؑ کے۔ لوگوں کی فرمائش تو ہوتی ہے لیکن صفر کے مہینے میں بی بی کی شہادت نہیں پڑھی جاتی۔ اب ہم سے سنیں اگر صفر کے مہینے میں بی بی کا ذکر ہو تو کیسے ہوتا ہے شہادتیں چہلم میں نہیں پڑھی جاتیں بلکہ یہ بتایا جاتا ہے کہ کربلا میں کیسے آئیں بی بی اب سنیں۔

کہتے ہیں جس کو شافع محشر وہ فاطمہؑ
ہے جو حسنؑ حسینؑ کی مادر وہ فاطمہؑ
بیٹے کا جس کے آہ کٹا سَر وہ فاطمہؑ
بیٹی کی جس کی چھن گئی چادر وہ فاطمہؑ
کیا کیا مصیبتیں سہیں اُمّت کے واسطے
آئیں گی روزِ حشر شفاعت کے واسطے

بی بی کا سفر محشر تک اور کہاں سے، خانۂ رسولؐ سے لیکن وعدہ تھا بابا سے، وعدہ تھا بابا جب وہ قوم روئے گی تو صلہ کیا ملے گا کہا زہراؑ جو تم کہو گی محشر کے دن وہی صلہ ملے گا کہا باباؐ میں تو جنّت کے دروازے پر بال پریشان کر کے کھڑی ہو جاؤں

گی اور میں کہوں گی پروردگار جب تک میرے بچّے کے رونے والے ایک ایک کر کے جنّت میں نہ چلے جائیں زہراؑ بالوں کو نہیں سمیٹے گی۔

کچھ یاد آ گیا زہراؑ اگر بالوں کو کھول دیں تو قیامت آجاتی ہے۔ علیؑ نے منع کیا تھا زہراؑ بال نہ کھولنا۔ لیکن ماں نے بیٹی کو بھی یہی وصیّت کی تھی بیٹا زینبؑ کبھی بالوں کو ہاتھوں پر لے کر بد دعا نہ کرنا ورنہ عذاب آجائے گا۔ زینبؑ نے ماں کی وصیّت پر عمل کیا۔ جب ماں کہتی تھی بیٹا کربلا جانا ہے تو بیٹی بار بار یہی پوچھتی تھی اماںؑ کربلا میں زینبؑ اکیلی ہو جائے گی جب بھیا نہ ہوں گے نہ عباسؑ ہونگے تو زینبؑ کیا کرے گی، کہا زینبؑ گھبرانا نہیں ماں آئے گی یہی وجہ ہے کہ جب شامِ غریباں کا وقت آیا اور سکینہؑ کھو گئیں اور سکینہؑ کو مقتل سے ڈھونڈ کر لائیں تو اولادِ عقیلؑ میں سعیدؑ بن عقیل کی زوجہ نے رو کر کہا شاہزادی میرا بچہ کھو گیا مقتل میں، کہا گھبراؤ نہ میں بیٹے کو تلاش کر کے لاتی ہوں چند قدم بڑھی تھیں کہ ایک بی بی آئی کہا زینبؑ یہ بچّہ تیرے قافلے سے جُدا ہو گیا ہے، اس بچّے کو اس کی ماں تک پہنچا دے۔ بچّے کو زینبؑ نے گود میں لیا کہا بی بی تم کون ہو، ہم میں سے کوئی بی بی کم نہیں اور لشکرِ یزید کی کوئی عورت یہاں آئی نہیں تم کون ہو تو آواز آئی زینبؑ اگر چاند میں گہن نہ لگا ہوتا، اندھیرا نہ ہوتا تو چہرے سے چادر ہٹا کر دکھاتی کہ میرے چہرے پر میرے لال حسینؑ کا لہو ہے، زینبؑ حسینؑ کا سر میرے زانو پر کٹا ہے گھبرانا نہ ماں بھی ہے۔ قافلہ چلا زہراؑ قافلے کے ساتھ ہیں سکینہؑ ناقے سے گر گئی سرِ حسینؑ والا نیزہ رُک گیا۔ شمر تازیانہ لے کر آیا۔ سید الساجدینؑ پوچھتے ہیں بابا سواری رُکی کیوں کہا زینبؑ میری بچی گر گئی ناقے سے، شمر نے گھوڑے کو آگے بڑھایا زینبؑ نے آواز دی میری بچی دہل جائے گی سیّد الساجدین بیٹا میں چلوں گی تیرے ساتھ، رات اندھیری تھی صحرا میں بی بی چلیں پکارتی ہوئی سکینہؑ کہاں

ہو پھوپھی ڈھونڈ رہی ہے آوازنہیں آئی کچھ دُور بڑھی تھیں ایک بی بی کی آواز آئی زینبؑ آہستہ بولو تھکی ہوئی بچی گود میں سو گئی ہے۔ قریب گئیں دیکھا بالوں کو بکھرائے کوئی بی بی ہیں، کہا بی بی کون ہو، کہا زینبؑ زہراؑ ساتھ ساتھ چل رہی ہے، فاطمہؑ نے قافلے کو چھوڑا نہیں، قافلے کے ساتھ ساتھ ہیں ایک بار دربان کہتا ہے ایک دن شکایت آ گئی قیدیوں میں سے کوئی بی بی سامنے والے درخت کے نیچے جا کر روتی ہے زندان کا دروازہ کیوں کھولا جاتا ہے۔ دربان آیا کہا قیدیو زمانہ پُرآشوب ہے تم میں سے کون بی بی باہر آجاتی ہے۔ سیّدالساجدینؑ نے کہا دربان تالا پڑا رہتا ہے ہم میں سے کسے فرصت ہے کہ قید خانے سے نکل کر جائے، کہا نہیں سنو اس درخت کے نیچے جب رات آتی ہے ایک بی بیؑ یوں روتی ہے جیسے کوئی ماں اپنے جوان لال کو رو رہی ہے۔ سیّد الساجدینؑ نے کہا کیسی آواز ہے دربان نے کہا وہ کونے میں جو بی بی بیٹھ کر رو رہی ہے اس کی آواز سے آواز ملتی ہے اس لیے میں کہتا ہوں کوئی بی بی باہر تو نہیں گئی۔ ایک بار وہ بی بی اُٹھی کہا دربان جب وہ بی بی آجائے تو مجھے بتانا میں درِ زنداں پر آجاؤں گی، رات آئی رونے کی آواز آئی اور پھر دربان نے در پر آکر آواز دی۔ رونے کی آواز آ رہی ہے، زینبؑ درِ زنداں پر آئیں اور پکار کر کہا اماں زینبؑ پہچان گئی اس طرح نہ رویا کرو اماں۔

مجلسِ سوئم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ عنوان ہے ''عظمتِ صحابہ''۔ صحابہ وہ گروہ جو صُحبتِ رسولؐ میں بیٹھا ہو، جس نے رسولؐ کی حدیثیں بیان کی ہوں اور تہتر فرقوں میں بہتر فرقوں کا دین صحابہ کی وجہ سے چل رہا ہے، گویا عالمِ اسلام ذکرِ صحابہ کی روٹی کھا رہا ہے اور عالمِ اسلام کا ایک گروہ اور اس کا دین تعلیماتِ آلِ محمدؐ پر چل رہا ہے۔

ہم آلِ محمدؐ کی کھاتے ہیں، دنیا صحابہ کی روٹی کھاتی ہے، آپ صحابہ سے وفادار، ہم آلِ محمدؐ سے وفادار، جھگڑے کی کیا بات ہے، اس میں اختلافی مسئلہ کیا ہے اور اگر آپ کی حکومت ہے اور آپ کا معاشرہ ہے اور بارہا میں نے یہ بات کہی ہے کہ پاکستان کی ہر چیز ویسے چلتی ہے جیسے آپ کہتے ہیں، یعنی ٹی وی آپ کے دین پر چل رہا ہے، ریڈیو آپ کے دین پر چل رہا ہے، اخبارات آپ کے دین پر چل رہے ہیں، حکومتیں، خاص طور سے پولیس، آئی۔ ایس۔ آئی، آرمی سب آپ کے دین پر چل رہی ہیں، سب آپ کا ہمارا کچھ نہیں، تو ایک حق ہمارا دیجیے کہ ہمیں اپنے جذبات، اپنے عقیدے کے اظہار میں کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے، ہم نہ ٹی وی مانگتے ہیں، نہ ریڈیو مانگتے ہیں، نہ ہم اخبارات سے یہ

مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ہمارا بیان چھاپیں۔ یک طرفہ بیانات چھپتے ہیں ہمارے خلاف ہر اخبار میں، انگلش ہو یا اُردو، ٹیلی ویژن پہ مسلسل دس روز تک آلِ محمدؑ کے خلاف ایک پروگرام آتا رہا اور آپ دیتے رہے، خاندانِ رسولؐ کے عنوان سے ٹی وی پر پروگرام آتا رہا جس میں نہ معلوم کتنے لوگ خاندانِ رسولؐ میں دکھا دیے گئے حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ خاندان میں سوا ایک بیٹی کے کوئی نہیں تھا اس کے باوجود اب تک کوشش یہ ہے کہ کئی ہزار خاندان والے بنائے جائیں، دیکھیے وہاں گنجائش تھی چالیس ہزار صحابہ کیا چالیس کروڑ صحابہ بن سکتے تھے بیٹیاں نہیں بن سکتیں ایک کے سوا۔ چالیس کروڑ صحابہ بنا لیں آپ اور اگلا جملہ سنیئے آپ بیٹیاں بھی جتنی چاہیں دو درجن بنا لیجیے ہمیں انکار نہیں ہے، نواسے دو کے علاوہ تین نہیں بن سکتے۔ پورے عالم اسلام کو چیلنج ہے حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ دکھاؤ، ہے کوئی نواسہ، بیٹیاں تو بہت تھیں داماد بھی بہت سے ہو گئے اولاد تو دکھاؤ، تو ہم سے مت لڑو، اس میں ہمارا ہاتھ نہیں اُس سے لڑو (خدا) سے۔ پتہ چلا جھگڑا ہم سے نہیں ہے اُس سے ہے، ہم سپر اُس کے بن رہے ہیں، جھگڑا دو گروہوں میں ہے ایک اللہ کا گروہ ہے اور ایک دوسرا گروہ ہے بیچ میں ہم پس رہے ہیں۔ شیطان اور اللہ کی لڑائی میں بھی انسان ہی پسا اور انسانوں کی لڑائی میں بھی سارا ٹھیکہ ہمارے ذمّے آگیا اس لیے کہ سب نماز میں **اعوذ باللّٰہِ من الشیطان اللعین الرجیم** نہیں پڑھتے اسلام میں ایک ہی فرقہ پکار کر کہتا ہے۔ شیطان پر لعنت ہو۔ کوئی فرقہ نہیں پڑھتا۔ وہاں تو دین ہی یہ ہے کسی کو بُرا نہ کہو۔ پورا دین عالم اسلام کا اس پر چل رہا ہے کسی کو بُرا نہ کہو اور اللہ کا اصرار ہے کہ شیطان کو بُرا کہنا ہے، اس پر لعنت کرنا ہے تو سارا جھگڑا یہی ہے کہ علم و جہل کا جھگڑا، ہماری کوشش ساری یہ ہے چودہ سو برس سے کہ ان محفلوں کو سجانا ہے ان کی

حفاظت کرنا ہے ان مجلسوں کو ہر حال میں باقی رکھنا ہے تا کہ جہل بڑھنے نہ پائے، جہل حاوی نہ ہو جائے، علم کا چراغ جلانے والا کوئی نہ ہوتا اگر حسینؑ کی مجلسیں نہ ہوتیں۔ اس ظلمات میں، دنیا کے اندھیرے میں چراغ روشن ہے ذکرِ حسینؑ کا۔ اگر اس کی روشنی نہ ہوتی تو چہرے پہچانے نہ جاتے اِسی چراغ کی روشنی میں ہم جاہلوں کے چہرے بھی دیکھ لیتے ہیں، عالموں کے چہرے بھی پہچان لیتے ہیں ہمارے پاس یہ کسوٹی ہے، یہ پرکھ ہے۔ آپ کو اصرار ہے صحابہ پر دیکھیے صحابہ کو بُرا نہ کہیے، کئی برس سے یہ مطالبہ ہے شیعوں سے۔ چلیئے ہم سب اعلان کرتے ہیں، بیان چھاپیں کہ ہم صحابہ کو بُرا نہیں کہیں گے۔ ہم لوگ سب متفق ہیں کہ ہم سب صحابہ کو بُرا نہیں کہیں گے اب اس کے بعد کوئی بات نہیں ہو گی، مطالبہ ایک ہی ہے کہ صحابہ کو بُرا نہ کہیے ہم نے وعدہ کیا بُرا نہیں کہتے، اب تو کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ جس دن ہمارے بیانات قسمیہ بھی چھپ جائیں کہ ہم صحابہ کو بُرا نہیں کہیں گے تو بعد میں عالم اسلام کہے گا یہ تو شکست ہو گئی، کہ یہ تو ان سے کہلوا لیا کہ بُرا نہیں کہیں گے یہ کہاں کہلوا پائے کہ اب تعریف بھی ہو گی یہ تو شرط میں نہیں ہے، نہیں سمجھے آپ، بھئی بُرا نہیں کہیں گے تو کیا یہ بھی آپ زبردستی کہیں گے کہ اچھا کہو، یہ تو مطالبے میں نہیں ہے، کہاں مطالبے میں آیا ہے، نہیں کہیں گے، لیجیے چُپ ہو گئے لیکن جناب اس سے آپ جیتیں گے نہیں کہ ہم بُرا نہیں کہیں گے تو ہم اچھا بھی نہیں کہیں گے اس لیے کہ غالبؔ کا یہ شعر یاد رکھیئے۔

کوکب ایک ستارہ، کواکب بہت سے ستارے

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کُھلا

غالبؔ نے ستاروں کو کہا ہے بازی گر یعنی تماشہ دکھانے والے، عجیب شعر

غالبؔ نے کہہ دیا اس لیے کہ رسولؐ کی حدیث یہ ہے کہ میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ستارے چمک تو رہے ہیں لیکن آپ کو یہ پتہ کیسے چلے گا کون سا منحوس ستارہ ہے کون سا اچھا، سعد، ستارہ ہے۔

اللہ کے بنائے ہوئے ستارے اور اِس میں کچھ منحوس ہیں کچھ سعد ہیں تو وہ ستارے جو آسمان پر جگمگا رہے ہیں ان میں منحوس بھی ہیں سعد بھی ہیں اور اصحاب ستاروں کی طرح، تو اگر ستاروں سے رسولؐ نے تشبیہ دی ہے تو تشبیہ مکمل ہوگی لیکن کیا کسوٹی ہے آپ کے پاس کون سا ستارہ منحوس ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ بڑے جان کاری والے ہوں ہم سب کوئی نجومی تو ہیں نہیں ہم کیسے پتہ لگائیں کون صحابی اچھا کون صحابی بُرا تو ہمارے رسولؐ نے ایک معیار دے دیا تھا وہ ہے قرآن کا معیار کہ کیسے پتہ لگاؤ گے کہ اچھا کون بُرا کون۔

یَا ایھا الذین آمنو اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ واولی الامر منکم

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسولؐ کی اور صاحبان امر کی تو اِطاعت صاحبانِ امر کی ہے، اس آیت میں لفظ صحابہ کہاں آیا ہے، اللہ کی اطاعت کرو پھر رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اولی الامر کی اطاعت کرو اولی الامر کے معنی صحابہ کے تو نہیں، لوگوں نے کہا اولی الامر کے معنی بادشاہ تو بیضاویؔ اور امام فخر الدین رازیؔ نے کہا کہ بادشاہ اولی الامر ہو نہیں سکتا۔ یہ دونوں حضرات اہلسنّت والجماعت کے مفسّر ہیں، بادشاہوں میں ظالم بھی ہوتے ہیں دیکھیے پھر اچھے بُرے کا سوال آ گیا۔ بھئی یہی تو مسئلہ ہے، ستاروں میں اچھے بُرے بادشاہوں میں اچھے برے تو ہم ایسی جگہ کیوں نہ چلیں جہاں بُرا ہوتا ہی نہیں اچھے ہی اچھے ہوتے ہیں۔ چلیں اس در پہ چلیں جہاں بُرائی کا امکان نہیں اس کو

کہتے ہیں عصمت، درِ عصمت پر چلیں جہاں امکانِ خطا نہیں، دین وہاں سے لے لیں، ارے دنیا نے نہ معلوم کیا کیا کوششیں کیں لیکن دنیا چاہتی تو صحابہ کو معصوم بنا دیتی لیکن نہ بنا سکی اس لئے کہ اپنے قلم سے کاغذ پر صحابہ کی خطائیں لکھی ہیں، ہم نے نہیں لکھیں، خود عالمِ اسلام نے اپنی کتابوں میں لکھ دیں تو جب لکھ دیں اور آپ نے لکھی ہیں تو ہم اس کے عادی ہی نہیں ہیں کہ ہم خطا کاروں کی تقلید کریں۔ ہمارے یہاں تو اس قدر نزاکت ہے کہ امامِ جماعت جو نماز پڑھانے آتا ہے اس کو بھی پرکھتے ہیں، ٹھوک بجا کر، عادل ہے یا نہیں؟ اگر کبیرہ کرے تو نہیں پڑھا سکتا صغیرہ پر اصرار کرے تو نہیں پڑھا سکتا بڑی نزاکتیں ہیں، حلال زادہ ہو حرام زادہ نہ ہو، تو جب ہم پیشِ امام میں دیکھتے ہیں تو تقلیدِ دین میں کیوں نہ دیکھیں حلال زادہ ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں تو یہ اجتہاد کے فتوے ہیں چھوٹے چھوٹے اس کو بھی جانے دیجیے، جناب وہ بقر عید کا بکرا جو خرید کر لاتے ہیں ایک ایک سینگ اور کان دیکھ کر پرکھ کر اور یہ کہ کہیں نامرد تو نہیں ہے، جب بکرا نامرد نہیں چاہتے تو خلیفہ نامرد کیسے۔ بڑی نازک، بڑی نازک منزلیں ہیں یہ فقہ کے اور اجتہاد کے مسائل ہیں۔ ہمارا دین بڑا نازک ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک اس دین پر چل نہیں پاتا اور جو آ گیا وہ پھر جا نہیں پاتا پھر پلٹتا نہیں وہ مُرتد نہیں ہوتا تاریخ ہے اور سنیئے یہی صحابہ، رسولؐ کے صحابہ ان ہی میں سے آغاز ہوا ہے شیعیت کا، کہیں الگ سے نہیں آ گئی اب یہ دوسری بات ہے کہ کل بھی اقلیت میں تھے آج بھی اقلیت میں ہیں۔ روئے زمین پر رسولؐ کے عہد میں کُل سات شیعہ صحابہ تھے۔ دلیل کیا، دلیل یہ کہ دو آیتیں جب آئیں۔

یا ایھا الذین اٰمنو اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ واولی

الامر منکم

اور دوسری آیت

قل لا اسئلکم علیه اجراء الّاالمودة فی القربیٰ

راوی ہیں صحابہ، رسولؐ نے بلایا سب کو۔ تمام صحابہ کو بُلا کر کہا یہ امر تم پر ہے اور واجب ہے کون اسے قبول کرے گا، نہ تم سے ہم زر چاہتے ہیں، نہ جواہر یہ ایک لفظ ہے یہ چاہتے ہیں۔ پہلا دن، سب اُٹھ کر چلے گئے دعوتِ ذوالعشیرہ کی یاد تازہ ہوگئی وہ دین کا آغاز، یہ دین کا اختتام، دوسرا دن پھر آیا دعوت کھائی چلے گئے، ابوذرؓ وسلمانؓ، مقدادؓ وعمارؓ کہتے ہیں کہ سب چلے گئے لیکن تینوں دن سات افراد رُکے رہے یا رسولؐ اللہ ہم کو بتایئے، کہا نہیں، تیسرے دن پھر مجمع بلاؤ، سارے صحابہ پھر آئے کہا یہ امر ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے ایک لفظ مانگتے ہیں سب چلے گئے اُٹھ کر، کیا بات تھی تکلف کیا تھا کل سات افراد نے رسولؐ کے ہاتھ پر مودّت کی شرط کے ساتھ بیعت کی اور سب نے کہا جب تک جییں گے مودّت دل سے نہیں نکلے گی۔

قُل لا اسئلکم علیه اجراً الّاالمودة فی القربیٰ

امام جعفر صادق صلواۃ اللہ سلام علیہ فرماتے ہیں کہ مودّت کے وعدے پر صرف سات اصحاب قائم رہے یہ سات وہ ہیں جو اوّلین شیعہ ہیں اس کے بعد بہت سے، جو پھر گئے تھے، چلے گئے تھے بعد میں آتے رہے حُر بن بن کے تین سو صحابہ صفین کی لڑائی میں واپس آگئے اور علیؑ کی طرف سے لڑے، ظاہر ہے کہ ریسرچ کے جملے ہوتے ہیں قیمتی ہوتے ہیں یاد رکھا کریں ہمارے بچّے اور جوان، جمل اور صفین میں سارے صحابہ علیؑ کی طرف تھے سب کی عقل میں آگئی تھی کہ حق کدھر ہے اور جو صحابہ بچ رہے تھے اُس طرف، عمارؓ کی شہادت کے بعد

اُس حدیث کی بنا پر کہ یہ باغی لشکر ہے، جو معاویہ کے لشکر میں تھے وہ بھی واپس علیؑ کے لشکر میں آگئے عمارؓ نے مر کر حقانیت کا علم گاڑ دیا درمیان میں کہ یہ حدِ منافقت ہے یہ حدِ مومنیت ہے۔ عمارؓ جن کا تذکرہ کل تھا، نو صفر جو تاریخ ابھی چند دن پہلے گئی ہے عمارؓ کی شہادت ہوئی ۳۹ھ میں ۴۰ھ سے چند مہینے پہلے صفین کے میدان میں عمارؓ کی شہادت ہوئی۔ کل آپ سن چکے جیسے ہی دفن کر کے علیؑ آئے قبر بنا چکے پچیسواں روز تھا صفین کی لڑائی کو کہ ایک بار آواز دی مالک اشتر کو میری ذوالفقار لاؤ، ذوالفقار پیش کی قنبرؓ نے، مالکؓ اشتر نے ہاتھ باندھے کہا مولاؑ سب لڑ رہے ہیں آپ کی کیا ضرورت ہے کیوں زحمت کریں، آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں مالک اشتر عمارؓ کا قصاص چاہیے ابوطالبؑ کے بیٹے کو، یہ کہہ کر آستین کو اُلٹا اور جب چھبیسویں[26] دن حملہ کیا ہے تو پہلے حملے میں پانچ سو ترپن منافقوں کو مار کر کہا یہ عمارؓ کا بدلہ نہیں ہوا تلوار چلتی جاتی تھی، منافقوں کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے ابھی عمارؓ کا قصاص نہیں ہوا پانچ سو ترپن ذوالفقار کے نیچے آگئے یہ ہے عمارؓ کا درجہ یہ ہے عمارؓ یاسر کا مرتبہ، کیا کہنا عمارؓ کا، کیا قربانیاں دیں ہیں عمارؓ نے اور کیا علم تھا توجہ کیجیے گا، علم کے کس درجہ پر فائز تھے۔ یہی کہتے ہیں کہ پندرہ ہزار صحابہ ہوں لیکن ان سات سے علم میں مقابلہ نہیں کر سکے۔ میں نہ مناظرہ پڑھتا ہوں اور نہ تبرا حقائق بتاتا ہوں بچوں اور جوانوں کو اس لئے کہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں میں اس لئے نہیں پڑھتا کہ کسی پر طعن کروں یا طنز کروں مطلب ہوتا ہے مقصد کو سمجھا دینا فقہ کی کتابیں ہیں ان سب کو پڑھیے، کس کی کتابیں، عالم اسلام کی، حنفی فرقے کی، مالکی، شافعی، حنبلی اور تلاش کر کے بتایئے کہ علم کے درجے پر صحابہ میں کون تھا فقہ کی کتابیں آپ کو بتائیں گی ابھی بتاتا ہوں میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ علم کی کون سی ڈگری عمارؓ کو ملی عمارؓ کے باپ کو قتل کر

دیا گیا۔عمارؓ کی ماں کو قتل کر دیا گیا عرب کے ریگ زار پر دو لاشیں تڑپیں اور طنز کیا عمارؓ پر صحابہ نے، یہ ہیں صحابہ مکے کے، طنز کیا کہا بچا نہ لیا تمہارے نبیؐ کے رب نے تمہارے ماں اور باپ کو، باپ بھی قتل ہوا ماں بھی۔ کہاں ہے تمہارا خدا، عمارؓ نے کہا سنو، ہمارا خدا وہ ہے جو اپنی مصلحت پر کام کرتا ہے تمہاری مصلحت پر نہیں چلتا، ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو آگ کو گلزار بنا دیا ابراہیمؑ کو بچا لیا، یحییٰؑ کا سر کاٹ دیا گیا، یہ ہے عمارؓ کا علم، جب رسولؐ کے پاس آ کر قصہ بتایا گیا تو رسولؐ نے فرمایا بے شک ہمارے صحابہ میں عمارؓ فقیہ ہے اپنے دور کا عالم ہے۔ یہ لفظ آج کل فقہ پر بہت شور مچا ہوا ہے، رسولؐ خدا نے ستر ہزار صحابہ میں سے کسی ایک کو فقیہ کہا ہو تو دکھائیے۔ کس کی فقہ چل رہی ہے اُن کی، کس کی۔ ارے ان ہی کی حضرت کی۔ انہوں نے فقہ بتائی فقیہ کہا تھا رسولؐ نے یا نہیں دکھاؤ کتاب میں فقیہ صرف عمارؓ کو کہا ہے رسولؐ نے۔ رسولؐ کی شریعت ہے فقیہ کہہ رہے ہیں عمارؓ کو، رسولؐ نے کیوں کہا، رسولؐ جو کہہ دے آنے والا دور اسی ایک لفظ کی وضاحت کرتا ہے باغی گروہ قتل کرے گا تو عالمِ اسلام میں قیامت تک معاویہ کا لشکر باغی رہے گا اور جو اس کا ساتھ دے گا وہ اسلام کا باغی کہلائے گا۔ رسولؐ نے کہہ دیا ہے اگر عمارؓ کو فقیہ تو یہ حضرت ہوں یا وہ حضرت فقیہ نہیں بن سکتے فقیہ عمارؓ رہے گا اور بیس برس رسولؐ کی وفات کے گزر گئے تو فقہ کا خیال آیا تو لوگوں نے آ کر پوچھا کہ اگر پانی نہ ہو تو کیا کریں کہا بغیر وضو کے نماز پڑھ لو عمارؓ کو پتہ چلا کہا یہ عالم ہے تمہارا، تم نے کہا تھا **حسبنا کتاب اللہ** کتاب خدا کافی ہے اور تم نے کہا کہ پانی نہ ہو تو بغیر وضو کے نماز پڑھو کیا قرآن میں تیمم کی آیت یاد نہیں۔ یہ ہے فقیہ۔ تو کہا کہ کیا کوئی ایسی بھی آیت قرآن میں ہے جس میں تیمم کا ذکر ہے، عمارؓ نے تیمم کی آیت پڑھی۔ کہا اس کے بارے میں رسولؐ نے یہ کہا ہے اک بار

پوری تفسیر آیت کی عمار نے بتانا شروع کی حضرت عمر بن خطاب نے کہا لکھتے جاؤ جو عمارؓ بتاتے جائیں۔ آج تک فقہ کی کتابیں یہ لکھتی ہیں کہ اگر عمارؓ نہ بتاتے تو عالمِ اسلام کو تیمم کا پتہ نہ چلتا اب کسی فقہ کی کتاب اُٹھائیے جب باب تیمم آئے گا تو لکھا ہے کہ حضرت عمر ابنِ خطاب نے طہارتِ تیمم کے تمام مسائل عمارؓ سے پوچھ پوچھ کر لکھے تو اس وقت بھی شیعہ ہی فقہ بتا رہے تھے آج بھی شیعہ ہی فقہ بتائیں گے کسی دوسرے کو فقہ کا پتہ نہیں ہے، یہ ہیں عمارؓ فقیہ اور کیا مرتبہ بڑھایا ہے رسولؐ نے عمار کا، کیا کہنا۔

عمارؓ کو آگ پر لٹا دیا۔ عمارؓ کی زندگی کی عجیب و غریب عظمتوں کی جھلکیاں دیکھیئے یہ ہے عظمتِ صحابہ علمی موضوع، آگ پر لٹا دیا گیا، رسولؐ کو بتایا گیا عمارؓ کو آگ پر لٹا دیا گیا ہے، کہا اچھا چلو۔ چادر کے گوشوں کو سنبھالا اور وہاں پہنچے اور قریب پہنچ کر کہا۔

یَا نَارِکو نی برداً و سلامً علی العمارؓ

آیت میں اضافہ کیا رسولؐ نے کہ اللہ نے آگ سے کہا تھا کہ ابراہیمؑ کے لیے سلامتی بن جا آج رسولؐ کہہ رہے ہیں اے آگ عمارؓ کے لیے سلامتی بن جا، کہنا تھا کہ آگ بجھی۔ ابنِ اثیر جیسے متعصب مورخ نے لکھا ہے یہ واقعہ ''اسد الغابہ'' میں۔ آگ سے کہا گلزار بن جا۔ غور نہیں کیا آپ نے وہاں اللہ نے آگ کو گلزار بنایا تھا اپنے خلیل کے لیے یہاں اللہ کے محبوب نے اپنے محبوب کے لئے آگ کو گلزار بنایا اب توجہ رہے کہ ابراہیمؑ کے لئے آگ گلزار بن گئی لوگوں نے تحقیق کی اللہ نے آگ کو گلزار کیوں بنایا یہ آگ کو کیوں بُجھا دیا، کیا خلیل تھے اس لئے نہ جلے یا نبیؑ تھے اس لئے نہ جلے یا رسولؑ تھے اس لئے نہ جلے۔ "**اِنّی جاعلکَ لِلنّاسِ اِماماً**" یا امام تھے اس لئے نہ جلے نہیں قرآن تو

کچھ اور وجہ بتاتا ہے نہ وہ یہ بتاتا ہے کہ رسولؐ تھے اس لئے نہ جلے نہ یہ کہ نبیؐ تھے نہ یہ کہ خلیل تھے اس لئے نہ جلے قرآن نے آواز دی۔

وَ اِنَّ مِن شیعتہِ لَابراھیم

سورۂ صافّات آیت کا نشان اکیاسی شیعہ تھا ابراہیمؑ اس لئے آگ سے بچالیا پتہ چلا جب آگ کے قریب شیعہ پہنچتا ہے تو آگ بجھ جاتی ہے۔ عمارؓ شیعہ تھا رسولؐ نے بتایا، ابراہیمؑ بھی شیعہ تھے اب عمار ہم پلّہ ابراہیمؑ بھی شیعہ عمارؓ بھی شیعہ، اب شیعہ وہ ہے جو آگ پر یا حسینؑ کہہ کر چلے، پیروں سے بجھائے۔ شیعہ کی پہچان جس کو آگ جلا نہ سکے، اس کو شیعہ کہتے ہیں۔ عمارؓ نے رسولؐ کی زبان سے تاریخ میں لکھوادیا۔ آگ بُجھ گئی عمارؓ کے لئے رسولؐ نے آگ بُجھادی بتایا یا علیؑ تمہارے شیعوں کو نارِ جہنم جلا نہ سکے گی۔ جلا نہیں سکتی ابھی سلمانؓ پر تقریر آئے گی، ابوذرؓ پہ تقریر آئے گی اس میں ان مسئلوں پر گفتگو ہوگی تب آپ حیران رہ جائیں گے کہ مسئلہ کیا ہے کہ شیعوں کو جو یہ کہا ہے کہ ہمارے محبوں کو نارِ دوزخ نہ جلا سکے گی اس کا راز آپ کو سلمانؓ کی تقریر میں پتہ چلے گا ہم اور منزلوں سے جلدی جلدی گزرتے چلے جارہے ہیں۔ بہت سی منزلیں اور بہت سی وادیوں سے ہمیں گزرنا ہے اور وادیاں جیسی ہوتی ہیں آپ کو معلوم ہے اچھی وادیاں بھی ہوتی ہیں بُری وادیاں بھی ہوتی ہیں، کہیں چشمہ ہوتا ہے پانی ملتا ہے کسی وادی میں خشکی ہی خشکی پتھر کنکر ہوتے ہیں تو مختلف جگہوں سے ہو کر چلنا ہے بڑا مشکل راستہ ہے، بڑا کٹھن راستہ ہے۔ ہم کیا کریں مسئلہ ہے علم و جہل کا۔

مالک بن نویرہ صحابیٔ رسولؐ، رسولؐ کے اولوالعزم صحابی ہیں، ان کے لیے تاریخ نے لکھا ان کی شان بادشاہوں کی شان تھی۔ بلند قامت، خوبصورت، حسین، شجاع، شریف، سخی، عابد اور جب اپنے قبیلے والوں کو لے کر آئے رسولؐ

کے پاس، قبیلہ بنی تیم کے تھے اور یاد رکھیے گا خلافت کا آغاز جو ہوا ہے وہ بھی یعنی خلیفۂ اوّل بنی تیم سے تھے تو یہ دونوں بھی تیم سے ہیں، اپنے قبیلے کے افراد کو لے کر آئے اور کہا یا رسولؐ اللہ بیعت کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں، شرائط کیا ہیں تو اب کہتے ہیں مورخین کہ مالکؓ سے رسولؐ نے کہا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، ہم اس پر تم سے وعدہ لیتے ہیں لیکن یہ سب بے کار ہو جائے گا اگر ولایتِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو تم نے دل میں نہ رکھا، اشارہ کیا علیؑ کی طرف اور مالک بن نویرہ یہ کہتے ہوئے اُٹھے پورا دین سمجھ گئے، علیؑ کے چہرے کو دیکھا نماز بھی سمجھ میں آگئی، روزہ بھی سمجھ میں آگیا، زکوٰۃ بھی، حج بھی، ہم دین پا گئے۔ خوش خوش بڑھتے چلے قبیلہ والوں کے ساتھ اور جیسے ہی مسجد نبوی سے باہر نکلے رسولؐ نے حدیث سنائی، حدیثیں یوں بنتی تھیں، شانِ نزول جیسے آیت کی ہوتی ہے اسی طرح موقع محل حدیث کا ہوتا ہے اس طرح حدیث کا نام پڑتا تھا، مثلاً یہ حدیثِ قرطاس و قلم ہے، یہ حدیثِ غدیر ہے، یہ حدیثِ ثقلین ہے، یہ حدیث رایت ہے یہ حدیث طیر ہے یہ حدیث کسا ہے جہاں نام پڑ جائے تو حدیث ہے اور جس حدیث کا نام نہ ہو اس کو لاوارث حدیث کہتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں ایک ہی حدیث مشہور ایسی آئی جس کا کوئی نام نہیں، جس کا کوئی موقع و محل نہیں اب تک لوگ پریشان ہیں، کب کہا تھا کہ نبیؐ نہ وارث ہوتا ہے نہ کسی کو وارث بناتا ہے ایک لاوارث حدیث۔

اور یہ اب موقع ہے کہ حدیث آئی کہ اہلِ بہشت میں سے کسی کو دیکھنا چاہتے ہو اے میرے صحابہ تو مالک بن نویرہ کو دیکھو، مالک چلے دو حضرات اُٹھے صحابہ میں سے دوڑ کر پیچھے پہنچے اور کہا سنو، مالک بن نویرہ تم ادھر آگئے رسولؐ نے ابھی ابھی حدیث سنائی کہ مالکؓ اہلِ بہشت میں سے ہے۔ ہم اسی لئے آئے ہیں کہ

ہمارے لئے مغفرت کی دُعا کرو۔ ابھی ابھی ایمان لایا ہے لیکن معرفت کی اس منزل پر ہے، کہا شرم نہیں آتی، صاحبِ شفاعت کے پاس بیٹھتے ہو اور وسیلہ ہم کو بناتے ہو۔ ایسے ایمان لایا جاتا ہے، یہ معرفت کی منزل پر پہنچنا ہے، علیؑ کے چہرے کو غور سے دیکھ لیا تھا، نورانی کرنیں ذہن تک پہنچیں، سفرِ علم کا طے ہو گیا۔ مالکؓ بن نویرہ کہتے ہوئے نکلے ہم ایمان کو پا گئے اس دن سے کچھ اصحاب کے دل میں مالک بن نویرہ کی بُرائی دل میں بیٹھ گئی۔ دل میں بُرائی بیٹھی۔ ادھر وفاتِ رسولؐ ہوئی جب واپس مدینے پہنچے پتہ چلا فیصلہ ہو گیا کہا جانشین کہاں ہے کہا منبر پہ ہے، گئے اور جاتے ہی سامنے کھڑے ہوئے کہا سنو میں بھی قبیلہ تیم سے تم بھی قبیلہ تیم سے کہا ہاں۔ کہا سنو میں بھی تمہارے قبیلے سے ہوں لیکن تم کس رُو سے منبر پر آ گئے کہا کیوں تمہیں کیا حق ہے پوچھنے کا کہا کیا غدیر بھول گئے اور یہ کہا کہ اُس کو دو منبر جس کا منبر ہے وارثِ منبر کو منبر دو، ہم نے رسولؐ کے ہاتھ پر اس وعدے پر بیعت کی تھی کہ آپ کے بعد اولی الامر علیؑ کو مانیں گے، ہم آج بھی اپنے وعدے پر قائم ہیں جب کہ تمہارے قبیلے سے ہیں، ایک بار حکم دیا اس کو اتنا مارو کہ یہ مر جائے چاروں طرف سے لوگ مارنے کے لیے دوڑے اور اتنا مارا کہ زخمی ہو گئے لیکن قبیلے والے مسجد میں گھس آئے اس دن سے مسجدوں میں جھگڑے شروع ہوئے ہیں، پہلا دن تھا جب مسجد میں دھینگا مُشتی ہوئی، جب صحابہ مسجد میں لڑتے ہیں تو اُمت والے کیوں نہ لڑیں، بھئی صحابہ کی سیرت پر چلنا ہے نا۔ سیرت پہ تو چلنا پڑے گا۔ تاریخ بول رہی ہے۔ مالکؓ بن نویرہ کو باہر پھنکوا دیا گیا۔ پورے قبیلے والوں سے کہا اُٹھاؤ خیمے، مالک نے کہا اُٹھاؤ خیمے اب ہم مدینے میں نہیں رہیں گے، جہاں علیؑ خلیفہ نہیں اس شہر میں نہیں رہیں گے۔ مالک بن نویرہ اپنے سینکڑوں خاندان اور قبیلے والوں کو لے کر مدینے سے

باہر گئے اور صحرا میں خیمے لگا دیئے، کہا صحرا میں رہیں گے شہرِ نبیؐ میں نہیں رہیں گے غلط فیصلہ ہوا ہے۔ وزیر نے کان میں آ کر کہا کچھ پتہ ہے آپ کو صحرا میں چلے گئے ہیں آپ کی بیعت سے انکار کر دیا، کہا پھر، کہا اگر ایک ایک کر کے سارے صحابہ مدینے سے باہر جا کر خیمے لگا لیں گے تو مدینہ پھر جائے گا، بائیکاٹ ہو جائے گا ہم ہی دو شخص رہ جائیں گے وزیر اور بادشاہ، کہا پھر کیا کریں، کہا ایسا کیجئے مالکؓ بن نویرہ کو قتل کرا دیجئے تا کہ دہشت پھیل جائے اور کوئی بیعت سے انکار نہ کر سکے اُسی دن سے یہ بات نکلی ہے جو حکومت کے خلاف جائے اُسے قتل کروا دو، بھئی سیرت پر چلنا ہے، ابھی تو میں آپ کو سیرتیں بتاؤں گا کہ جب حاکم مر جائے اس وقت تک اعلان نہ کرو حاکم کی موت کا، جب تک وارث نہ بنا لو وفاتِ نبیؐ کے بعد یہ رسم بھی شروع ہوئی۔ جہاز گرا تین بجے اعلان ہوا سات بجے وارث بن جائے تو اعلان ہو۔ سیرت پہ چل رہے ہیں اسی لئے دستور بن گیا ہے۔ تاریخ میں اُٹھا کر دیکھیے بادشاہوں کی موت کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا جب تک کہ اس کے بیٹے کو تخت پر نہ بٹھا لیا جائے سیرت پہ چلی ہے تاریخ، کہا کہ قتل کر دو۔ کہا الزام۔ کہا مہینہ آ رہا ہے زکوٰۃ کا بڑی نازک گفتگو ہے۔ زکوٰۃ کا مہینہ آ رہا ہے تم زکوٰۃ مانگو گے وہ زکوٰۃ دے گا نہیں تم کہہ دینا مُرتد ہو گیا دین سے پھر گیا قتل کر دینا کہا ہاں یہ صحیح ہے، کہا قتل کس سے کروائیں کہا خالد بن ولید کو بھیج دو۔ خالد بن ولید لشکر لے کر چلا جیسے ہی مالک کی بستی میں داخل ہوا مالک نے خالد کو آتے دیکھا تاریخ مسعودی سے لے کر آخر تک کی تاریخ پڑھ جایئے بغیر کسی لفظ فرق کے یہی ہے سب کتابوں میں۔ اپنی کتاب سے کوئی لفظ نہیں پڑھ رہا ہے۔ مالک نے خالد کو دیکھ کر کہا کہ تم نے رسولؐ سے یہ سنا ہے نا۔ دیکھیے مالک کی بصیرت۔ کہا کہ تم نے رسولؐ سے سُنا ہے نا جس بستی میں جاؤ اور وہاں

اذان کی آواز آجائے اس بستی کے کسی مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا، قسم لی ہے مالک سمجھ گئے کیا ہونے والا ہے۔ کہا اذانیں سُن رہے ہو، کہا ہاں سُن رہے ہیں، کہا تو تم جو کہو گے ہم ماننے کو تیار ہیں تم زکوٰۃ لینے آئے ہو ہم دے دیں گے، کہا ٹھیک ہے، کہا اب واپس چلے جاؤ، کہا نہیں اب آج کی رات تو ہم ٹھہریں گے کہا اچھا ٹھیک ہے وعدہ ہو گیا ٹھہر گئے اب مالک نے کہا ہر خیمے کا ایک آدمی خالد کے دو دو آدمیوں کو مہمان رکھے گا اور جو بچیں گے وہ ہمارے خیمے میں، خالد نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب آدھی رات آجائے تو تم دونوں اپنے اپنے میزبان کو قتل کر دینا اس اس وقت پر۔ جیسا کہا گیا تھا ویسا ہی سب نے کیا اور جب وہ وقت آیا تو خالد نے اپنے غلاموں کو حکم دیا مالک بن نویرہ کو رسیّوں سے باندھ دو، مالک کو باندھ دیا گیا مالک نے کہا کہ ہم کلمہ پڑھ رہے ہیں، ہم مسلمان ہیں، ہم شہادت دے رہے ہیں کہا نہیں تم مُرتد ہو، ذرا غور کیجیے گا۔ وضاحت کردوں یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ جنابِ عقیل ترابی صاحب مدظلہ العالی نے بڑی خوبصورت مجلس شامِ غریباں کی ٹیلی ویژن پر پڑھی تھی اور اس مجلس میں اس واقعے کو انہوں نے بیان کیا تھا لیکن بہت سے لوگ ظاہر ہے نہیں سمجھ پائے ہوں گے، ٹی وی کے ماحول کے تقاضے کے مطابق وہ نام نہیں بتا پائے، اس لئے میں واضح کردوں ضروری ہے کہ علم اسی طرح پھیلایا جائے۔ انہوں نے ایک اشارہ دے دیا آپ لوگ اسے سمجھئے انہوں نے اس منزل پر اس بات کو بیان کیا تھا لا الٰہ کے موضوع پر پڑھ رہے تھے وہ، انہوں نے کہا کہ ایک صحابی نے ایک کافر پر حملہ کیا، صحابی جیسے ہی قریب پہنچا کافر نے کہا **لَا اِلٰـه الا اللّٰه** اب نام سنیئے صحابی کا، ان کا نام ہے اُسامہ بن زید۔ پہلی تقریر میں زید بن حارثہ کا ذکر آپ سُن چکے ہیں، زید بن حارثہ غلام کا بیٹا۔ اُسامہ بن زید۔ زید بن حارثہ کی شادی ہوئی ہے

حضورؐ کی کنیز اُمِ ایمن سے ماں کی طرف سے اُمِ ایمن کے بیٹے ہیں باپ ان کا زید بن حارثہ، انہوں نے کافر کو قتل کرنے کے لیے قدم بڑھایا اس نے ان کی تلوار دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ رسولؐ کے پاس شکایت پہنچی کہا اُسامہ ادھر آؤ اُسامہ آئے ادب سے رسولؐ کے پاس۔ کہا تم نے اسے کیوں مارا، کہا کافر تھا اس لیے۔ فرمایا اس نے لا الٰہ کہا تھا کہا وہ تو تلوار سے ڈر کے اس نے لا الٰہ کہا تھا فرمایا کیا تم اس کے دل میں بیٹھے تھے کہ وہ اُوپری دل سے ایمان لایا ہے یا قلب سے لایا ہے جب کہہ دیا لا الٰہ تو اب تلوار کیسی یہ ہے پورا واقعہ۔ پتہ چلا رسولؐ یہ بتا رہے ہیں کہ لا الٰہ کہہ دے تو اب تلوار نہیں چلے گی اُسامہ تم سے خطا ہوئی ہے۔ رسولؐ نے بتا دیا کہ میرے صحابہ سے خطا ہوتی ہے۔ اب بتایئے تقلید کیسے کریں تقلید کریں اور جنّت میں پہنچیں تو یہ کہہ کر نکال دیے جائیں کہ تم کافر ہو ساری زندگی کا ایمان گیا بھئی خطا کار ہیں صحابہ، اس کے دین پر چلو جس کے پاس شفاعت کے لیے یومِ محشر انبیا آئیں گے۔ قتل کر دیا مالکؓ بن نویرہ کو جب کہ وہ لا الٰہ کہہ رہے تھے، خطا ہو گئی تھی صحابی سے خطا ہو گئی، قتل کیا اور قتل ہی پر اکتفا نہیں، مالک بن نویرہ کے سَر کو آگ پر جلایا، چولھا بنایا جب کھال جل گئی اور صرف خول رہ گیا تو اس کو پیالہ بنا کر اس میں شراب ڈال کر خالد بن ولید نے پی اور پوری رات رقص ہوا لاشوں پر اور اس کے آگے تاریخ میں تفصیل ہے کہ عورتوں کی کیا بے حرمتی ہوئی اور اس کے بعد ساری عورتوں کو قیدی بنا کر مدینے میں لایا گیا اور جیسے ہی عورتیں مدینے میں داخل ہوئیں اور قبرِ نبیؐ پر عورتوں کی نظر گئی انہوں نے رونا شروع کیا اور کہا کہ **اَلسلام علیكَ یا رسولَ الله** ہم آپ کے دین کے ماننے والے ہیں تو پورے مدینے میں اعلان کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ خطا صرف اتنی تھی کہ مالکؓ

نے اعلان کیا تھا کہ زکوٰۃ صرف علیؑ کو دیں گے حکومت کو نہیں دیں گے، مالک مر گئے لیکن حق پر مرے تھے آج بھی معجزہ بنے ہوئے ہیں، خدا کے لیے سمجھیے، چودہ سو برس کے بعد حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کا مسئلہ اُٹھا ہم نے کہا نہیں دیں گے مالک جیت گئے آج تک کوئی نہ لے سکا، مالک کی فتح ہے جب تک صاحبانِ حق زکوٰۃ سے رُکے ہوئے ہیں مالک کی فتح، ہاں ہم اسی مالک کو مانتے ہیں کہ صحابہ میں ایسے ایسے لوگ حق پر تھے ہاں ہم نے زکوٰۃ نہیں دی مالک جیت گئے لیکن مالک کسوٹی بنے ہوئے ہیں صحابہ میں کہ کون سا ستارہ، مبارک ستارہ کہ منحوس ستارہ، اس نے بتایا مر کر، سر کٹا کر کہ جن پر ناز ہے وہ قوم بھی لکھے گی زکوٰۃ کے وقت کہ ہم شیعہ ہیں۔ جنابِ آپ کہتے رہیے کہ ہم اقلیت میں ہیں لیکن شعبان کے مہینے میں بینکوں میں کاغذات پر ہم اکثریت میں ہوتے ہیں اور پورے پنجاب میں جا کر دیکھیے تو سب نے امام باڑوں میں چندے دیے ہوئے ہیں ممبر بنے ہوئے ہیں، صرف اسی وجہ سے کہ فارم پر یہ لکھا جائے کہ ہم شیعہ ہیں اور جو فارم بھر کر پہنچ جاتے ہیں بچ جاتے ہیں ورنہ بینک کے بینک خالی ہو جاتے ہیں شعبان میں۔ جنابِ آج بھی شیعت بچا رہی ہے پتہ چلا شیعت مال کو لٹنے سے بھی لٹیروں سے بچاتی ہے۔

مالک بن نویرہ کے قبیلے کی عورتوں کے لئے حکم دیا گیا کہ عدّت کے دن بیواؤں کے پورے ہوں تو یہاں کے لوگوں سے عقد کر لیں اور جو کنواری لڑکیاں ہیں اُن پر جو چادر ڈال دے وہ ان کی ہو گئیں یہ مسلمان عورتوں کی عزّت ہو رہی ہے یہ ہے صحابہ کا دور، ایک بار ایک عورت کی طرف چند لوگ بڑھنا چاہتے تھے اس نے منع کیا خبردار کوئی نہ بڑھے اس کا نام ہے خولہ بنتِ جعفر اس نے کہا خبردار ہماری طرف کوئی نہ بڑھے طلحہ آگے بڑھے اپنی چادر کو اس کی طرف پھینکا

اس نے چادر اُٹھا کر پھینک دی کہا ہم کو وہ لے جائے عقد میں جو یہ بتائے کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو کیا ہوا تھا۔ قتل ہوا ہے مالک کا لیکن لٹے ہوئے قیدی بتائیں گے اس وقت کہ خلیفہ وقت حقیقی کون ہے۔ ساری حکومت خاموش سلمانؓ اُٹھے، عمارؓ اُٹھے، ابوذرؓ اُٹھے کہا مولاؑ چلیے بھئی مولاؑ اسی لئے آتے تھے کہ آپ نے کہا کہ دوستی تھی، مشورہ دیتے تھے مشورہ دینا اور ہے اور مشورہ لینا اور ہے بھئی آپ کے پاس آئیں اور کہیں یہ مسئلہ ہے سمجھا دیں ثروت صاحب، ثروت صاحب بتا دیں گے ہم پوچھنے گئے تو ہمیں بتایا اب یہ تھوڑی کریں گے ہمیں ڈھونڈتے پھریں اور ڈھونڈتے ہوئے گلشن اقبال پہنچیں کہ ہم آئے ہیں آپ کو مشورہ دینے ارے آج کل کس کے پاس اتنا وقت فالتو ہے کہ ڈھونڈ کر مشورہ دیتا پھرے، علیؑ کو مزدوری سے کہاں فرصت تھی، عبادت سے کہاں فرصت تھی جب کوئی یہودی کے باغ میں پہنچا یہ مسئلہ ہے حل کر دیجیے مشکل کشائی کر دی، مشکل کشائی کر دی، سخی کا دربار ہے پیسہ بھی بٹتا ہے مشورہ بھی بٹتا ہے، علم لے جاؤ یہ تو ہے ہی شہر علم کا دروازہ۔ یہاں سے کوئی مایوس نہیں جائے گا، ہم نہیں جائیں گے کہ یہ کرو، یہ کرو، خواہ مخواہ کی بات ہے کہ وہ تو مشورے دیتے تھے، علیؑ مشورے دیتے نہیں تھے صحابی مشورے لینے آتے تھے، اب آئے عمارؓ کہا غضب ہو گیا وہ عورت کہہ رہی ہے کہ جو یہ بتائے کہ جب ہم پیدا ہوئے تھے تو کیا ہوا تھا، علیؑ چلے مسکراتے ہوئے۔ کہا کیوں پریشان ہے جب تو پیدا ہوئی تھی تُو نے کلمہ پڑھا اپنی ماں سے کلام کیا تھا کہا کہ بیٹی ہونے پر رنج نہ کر اس لیے کہ میں ایک عظیم انسان کی بیوی بننے والی ہوں اور میرے شکم سے ایک عظیم بہادر بیٹا پیدا ہوگا اور تیری ماں نے اس پورے واقعے کو چاندی کی تختی پر لکھا اور تیرے بازو پر باندھ دیا خولہ نے کہا آپ نے بالکل صحیح کہا یہی ہوا تھا لیکن میں پھر آپ سے

پوچھتی ہوں بتایئے اس وقت وہ تختی کہاں ہے، علیؑ نے کہا اپنے بال کے جوڑے کو کھول دے تختی بالوں میں ہے۔ بالوں کو جھٹکا، تعویذ گرا اس نے اُٹھا لیا، علیؑ نے چادر سر پر ڈال دی، ان ہی خولہ سے شادی ہوئی جنابِ فاطمہؑ کے بعد یہ دوسری شادی علیؑ کی ہے اور بیٹا پیدا ہوا تو اسی کو آپ کہتے ہیں محمد حنفیہ۔ تاریخ نے ان کی ماں کو چھپایا اس لئے کہ محمد حنفیہؒ کی ولادت باطل نظامِ زکوٰۃ کے چہرے پر طمانچہ بن گئی محمد حنفیہ یادگار ہیں جب تک نام آئے گا ماں کے حوالے سے پہچانا جائے گا۔ کچھ بہادروں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا وہ محمد حنفیہ کا ننھیال تھا اس لیے تاریخ نے لکھا کہ محمد حنفیہ کی ماں قومِ جنّات میں سے تھیں ہاں ان کی باتیں ہی ایسی تھیں کہ سب یہی سمجھے ہوں گے کہ قومِ جن سے ہیں، ان کی باتوں کو جو اولی الامر تھا وہ سمجھا وہ عقد میں لے گیا اور اسی لئے حدیث یہ دی تھی نبیؐ نے مسجد میں، صحابہ سے بھری ہوئی مسجد میں کہا یا علیؑ سنو مرا نام اُمت والے رکھ سکتے ہیں یعنی محمدؐ اپنے اپنے بیٹوں کے اور الگ میری کنیت ابوالقاسم رکھ سکتے ہیں لیکن کنیت اور نام کو جمع کیا تو اس کے لیے حرام ہوگا ایسا کرنا اور اس پر عذاب ہو جائے گا۔ صرف اجازت دیتا ہوں میں علیؑ کے دو بیٹیوں کو کہ ان کی کنیت اور نام ایک ہی ہوگا۔ یا علیؑ حسنؑ و حسینؑ کے بعد جب بیٹا پیدا ہو تو نام محمد رکھنا، کنیت ابوالقاسم رکھنا اور تمہاری نسل میں جب بارہواں معصومؑ آئے گا تو اس کا نام بھی محمد، کنیت ابوالقاسم اب عالمِ اسلام میں کوئی نام اور کنیت جمع کر کے دکھائے۔ یہ ہے صحابہ اور اہلِ بیتؑ میں فرق، محمد حنفیہ ابوالقاسمؒ بھی ہیں امام زمانہ ابوالقاسمؑ بھی ہیں اور م۔ح۔م۔د۔ بھی ہیں۔

یہ ہیں مالکؒ بن نویرہ کے قبیلے والے۔ ہاں یہ بہادر تھا، شجاعوں کی شان رکھنے والا، بادشاہوں کی شان رکھنے والا یہ غلام تھا بلالؓ، حبشی کالا، بہت کالا، بے

انتہا کالا، رنگ حبشی، موٹے ہونٹ بھدا چہرہ غلام لیکن ایمان اس وقت لایا جب عمارؓ یاسر لائے تھے۔ ابو جہل کا غلام اور جب عمارؓ کو آگ پر لٹایا جاتا تو بلال کو بھی لٹا دیا جاتا باندھ کر لیکن بلال کا یہ عالم **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ**۔ اب تاریخ میں دو روایتیں ہیں میں دونوں پڑھے دیتا ہوں جب یہ مظالم دیکھے رسولؐ نے تو اپنے صحابہ سے کہا تم میں کوئی ایسا نہیں ہے پیسے والا جو بلال کو ابو جہل سے خرید لے، اب دو روایتیں ہیں یہاں عباس ابنِ عبدالمطلبؓ حضورؐ کے چچا کھڑے ہوئے، کہا میں خرید کر آزاد کیے دیتا ہوں دوسری روایت یہ ہے حضرت ابو بکر نے خریدا ہم کو اسی روایت پر یقین ہے آپ بُرا مانا کریں کون سی دوسری والی پہلی والی ہمیں غلط لگتی ہے اس لیے کہ عباس بن عبدالمطلبؓ ایمان لائے جنگِ احد کے بعد بقول مسلمانوں کے ہمارے لئے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ عباس بن عبدالمطلب بہت پہلے سے مسلمان تھے جب پیدا ہوئے تھے۔

مسلمان کہتے ہیں احد کے بعد ایمان لائے تو یہ تھے ہی نہیں اس وقت ہاں حضرت ابو بکر تو ظاہر ہے سب سے پہلے ایمان لائے وہ تھے اور میں یہی کہتا ہوں کہ پیسے والے بھی تھے چوں کہ۔ اس لیے۔ حضورؐ کو اتنا پیسہ انہوں نے دیا اتنا دیا کہ حضورؐ نے کہا کہ سب کا احسان اُتار دیا مگر ابو بکر کا احسان نہیں اُتار سکا ہمیں اس پر بھی یقین ہے دیکھیں نا عظمتِ صحابہ ہے اور کسی سے جھگڑا و گڑا ہمیں کرنا نہیں ہم کسی کو بُرا بھلا نہیں کہیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہی روایت سچی ہے کہ حضرت ابو بکر نے بلال کو خریدا اور خرید کر حضورؐ کے پاس لائے اور کہا آپ کی خدمت میں یہ غلام حاضر ہے۔ رسولؐ نے کہا تم نے بڑا احسان کیا ابو بکر ہم تمہارے احسان مند ہیں تم نے ہمارے ایک مسلم کو جلنے کٹنے اور آفتوں سے بچا لیا ہم اب اس غلام کو آزاد کرتے ہیں راہِ خدا میں، بلال آزاد ہوئے مگر بلال نے

قدم پکڑ لئے۔ کہا سرکار قدم نہیں چھوڑیں گے ہم غلامی کریں گے، اب رسولؐ کا لباس، رسولؐ کا بستر بچھانا، نیزہ لے کر چلنا، تلوار سنبھالنا، گھوڑے کو دانہ پانی دینا، ناقے کو چرانا، سواری کو لے کر جانا، پانی کا انتظام، جھاڑو دینا، ڈیوڑھی کو صاف کرنا، کبھی حسنؑ و حسینؑ کو گود میں لے کر منبر تک پہنچانا، بچے سو گئے تو لا کر فاطمہ زہراؑ تک پہنچانا۔ ارے بڑے کام کرتے تھے۔ جس نے آزاد کرایا اس کی حیات میں کچھ نہ دیکھا جس نے آزاد کروایا اس کی خدمتیں یوں۔ ٹھیک ہے یہ غلام تھے تو پتہ چلا رسولؐ کے غلام سب نہیں ہیں، کچھ لوگوں کو یہ بھی ہے ہمارے اسٹیٹس کے ہیں رسولؐ اور آپ سب کو بڑا شوق ہے کہ رسولؐ کے برابر بن جائیں اور ہم نے جہاں ذرا سا علیؑ کے بارے میں کچھ کہا جواب ملا بڑھا دیا، آپ کا شوق یہ ہے تو ہم اپنے والے کو کیوں نہ برابر میں لائیں، آپ تو صرف برابر میں لاتے ہیں ہمارا والا تو یہاں (دوش) پر آ گیا تھا۔ آپ برابر کی بات کر رہے ہیں اب جو یہاں آ گیا اس کے لئے کیا کریں ہم، یہ تو آپ کی دیکھی ہوئی باتیں ہیں لیکن بہر حال بلال کی خدمتیں تھیں اور خدمت کا یہ عالم ادھر لشکر چلا اور بلال کے فرائض میں ہے کہ نیزہ لے کر آگے آگے چلے، اب آپ دیکھیے کہ اتنی معرفت کی منزل پر بلال پہنچ گئے تھے کہ جہاں پر نیزے کو چلتے چلتے نصب کر دے چلتی ہوئی سواریاں رُک جاتیں بس یہیں خیمہ لگے گا ذرا سمجھیے۔ اگر بلال سمجھ میں نہیں آئے تو ایک مسئلہ سمجھ میں نہیں آئے گا وہ مسئلہ وہی تو میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ واولی الامر منکم

اولی الامر سمجھ میں نہیں آئے گا اس وقت اگر آپ بلال کو نہیں سمجھے جہاں نیزہ گاڑ دیا رسولؐ کی سواری رُک گئی، خیمہ لگ گیا۔ اب بلال کا یہ عالم رسولؐ سو رہے ہیں، آرام کر رہے ہیں بلال نیزہ لیے چوگرد خیمہ کے طلایہ پھر رہے ہیں،

حفاظت رسولؐ کی، پہلی آواز پر دوڑتے، عجیب خادم ہے وفادار اور رسولؐ نے معرفت کی منزلوں میں پورے چالیس ہزار صحابہ میں اس ایک حبشی کو چُن کر کہا گلدستہ اذان پر بس یہ جائے گا۔ یا رسولؐ اللہ! بڑے فصیح، بلیغ، شاعر، ایک سے ایک، قرآن کے حافظ، سب موجود ہیں کسی سے بھی اذان دلوا دیجیے، نہیں بس بلال اذان دے گا آج سے۔ کوئی اس کی جگہ پر نہیں ہاں اگر یہ میرے ساتھ چلا جائے لڑائی پر تو نابینا ابنِ ام مکتوم ہیں، عرب کے رہنے والے ہیں وہ اس کی غیر موجودگی میں اذان دیں گے بس اس کے علاوہ تیسرا نہیں آئے گا خدمت سپرد کر دی، اب بلال کا یہ کام صبح ہوئی گلدستہ اذان پر پہنچے۔ اذان دی جب تک بلال کی اذان نہ ہو جائے حجرے کا پردہ نہیں ہٹتا تھا ادھر بلال کی اذان ہوئی ادھر حجرے کا پردہ ہٹا، رسولؐ محراب کی طرف چلے، شوریٰ کمیٹی بیٹھ گئی، ایک غلام کو موذن بنا دیا ہے، ایک جاہل، ایک حبشی کو موذن بنا دیا ہے۔ ہم میں ایک سے ایک خوش لحن پڑے ہیں اور ہم میں سے کسی کو نہیں بناتے اس کو بنا دیا ہے۔

اچھا بلال کی معرفت کا عالم دیکھیے۔ یہ ظاہر ہے کہ حبشی زبان بولتے تھے، جب ایمان لائے تو اپنی زبان میں حضورؐ کے سامنے آتے ہی ایک شعر کہہ دیا اب ظاہر ہے کہ صحابہ کیا سمجھے ہوں گے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال میں نے عبرانی زبان کا ایک ٹکڑا سنایا تھا آج آپ کو حبشی زبان کا ایک شعر سنا رہا ہوں جو حضورؐ کو دیکھ کر بلال نے پڑھا تھا۔

ارّہ برّہ کنکرہ
کرّی کرا مندرہ

حضورؐ مسکرائے اور مسکرا کر حسان بن ثابت سے کہا عربی میں ترجمہ کر دو تو حسان نے کہا حضورؐ یہ زبان میری سمجھ میں ہی نہیں آئی اس کا کیا ترجمہ کروں تو

آپؑ نے فرمایا کہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے یہاں افریقہ میں جب کرامتِ اخلاق کی مثال دی جاتی ہے تو آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ حسان نے ترجمہ کردیا۔ شعر عربی کا بھی موجود ہے تاریخ میں اور حبشی زبان کا بھی۔ یہ محبت کا عالم ہے کہ اپنے محبوب کو دیکھتے ہی شعر کہنے لگے معجزانہ شعر کہنے لگے چوں کہ عرب کو اپنی شاعری پر ناز تھا تو اللہ نے شعر جاری کردیا بلال کی زبان پر۔

شوریٰ کمیٹی بیٹھی ہے، کہا یہ کیا اذان دیتا ہے ہم میں سے کسی کو ہونا چاہیے، کہا کس کو فلاں کو۔ اچھا طے ہو گیا اور صبح کو بلال جیسے ہی آئے بڑھ کے کہا خبردار تو اگر گیا کالا بیٹھ جا چپ ہو کے۔ سب سردار تھے، قریشی تھے، حضورؐ کے خاندان والے تھے وہ ڈر گیا ہمارے آقا کے گھر والے ہیں سُسرالی سہی۔ ہیں تو گھر والے اور سُسرال سے تو جناب بہت ہی ڈر لگتا ہے بڑے نازک رشتے ہوتے ہیں۔ بلال کو معلوم تھا یہ رشتہ نازک ہے اگر حضورؐ ناراض ہو گئے داماد ہیں تو ہو سکتا ہے غلامی سے نکال دیں گھر کا معاملہ ہے میں کیوں بولوں بلال چُپ بیٹھ گئے۔ موذن گیا اس نے اذان دی بڑی دیر ہو گئی، اذان ہوتی اور حضورؐ آ جاتے تھے آج تو اتنی دیر ہو گئی نہ پردہ ہٹتا ہے نہ حضورؐ آتے ہیں اب سارے نمازی مڑ مڑ کے دیکھ رہے ہیں نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے حالاں کہ نماز کا وقت نکل نہیں سکتا اس لئے کہ آفتاب نے طے کر لیا کہ ہم نکلیں گے نہیں جب تک آفتابِ رسالتؐ باہر نہیں آئے گا اگر بلال کے لیے سورج رُک سکتا ہے تو علیؑ کے لیے پلٹ سکتا ہے۔ جزاک اللہ جس شان سے آپ مجلس سُن رہے ہیں اسی پر تو ناز ہے مولا کو، آپ لوگوں پر، کیا کہنا۔

لوگ پہنچے آواز دی سرکار باہر تشریف لایئے کہا کیوں؟ کہا اذان ہو گئی نماز صبح کا وقت ہے، کہا میں نے تو نہیں سنی، میں نے تو آواز نہیں سنی کہاں ہوئی اذان

، کہا ہوئی ہے۔ کہا کس نے اذان دی، کہا فلاں نے، کہا کیوں بلال کو کیا ہوا ہے، کہا وہ، کہا سنو جب تک بلال اذان نہیں دے گا میں حجرے سے باہر نہیں آؤں گا۔ اذان پر اذان ہوئی۔ پتہ چلا جب باطل اذان ہو چکتی ہے تب حق اذان ہوتی ہے۔ اب پتہ چلا کہ ایک اذان حکم صحابہ سے ہوتی ہے الصلوٰۃ خیر من النوم، ایک اذان رسولؐ کے حکم سے ہوتی ہے حی علیٰ خیر العمل۔ اِدھر بلال نے اذان دی ادھر آفتابِ رسالتؐ چلا اب ایک چھوٹا سا جملہ ہے اور وہ مولانا اظہر حسن زیدی اعلی اللہ مقامہ' کا جملہ ہے تبرکاً سنادوں تاکہ ایصالِ ثواب انہیں بھی ہو جائے۔ بیٹھے بیٹھے منبر پر یاد آ گئے اسی مقام پر وہ کہتے تھے زبان پر ان کو بڑا عبور تھا محاوروں پر جملہ دیتے ہیں۔ بزرگ تو سمجھ جائیں گے محاورے کا جملہ ہے بچوں اور جوانوں کو سمجھا دوں۔ کالے ناگ کو صرف کالا کہتے ہیں اُردو میں۔

جملہ سنیے کہتے ہیں کہ ایک بار اصحاب کی طرف دیکھ کر گویا رسولؐ نے کہا کہ ہمارے کالے کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جل سکتا۔

ہمارا کالا، رسولؐ کا کالا موذن اذان دیتے رہیں رسولؐ باہر نہیں آئیں گے میں نے آپ کو بہت زحمت دی، بڑی نازک منزل سے گزرنا ہے اب بہت ہی زیادہ مودت کی سرشاری کے ساتھ آپ نے تقریر سنی ہے اگلا جملہ آپ کے لیے۔ جب تک آپ کو یاد رہے گا بہت عظیم تحفہ ہے۔

وہ بلال جس کے ناز رسولؐ اٹھائے اسی بلال کو غدیر خم میں۔ حکم دیا تھا بلال قافلہ تیز جا رہا ہے آگے بڑھو بلال قریب آئے، کہا کیا کروں، کہا اذان دو بلال نے کہا جاؤں، کہا ٹھہرو، وہ جو اذان روز دیتے ہو آج اضافہ ہو گیا ہے سن تو لو کہنا کیا ہے کہا یا رسولؐ اللہ کیا۔ کہا آج جبرئیل یہ حکم لے کر آئے ہیں کہ اِس مقام پر رُکو اور چلا کر کہو **حی علیٰ خیر العمل**۔ غدیر کے بعد حکم رسولؐ سے اذان میں

یہ کہا گیا:۔ عَلیٌّ ولی اللّٰہ وصئی و رسول اللّٰہ وخلیفۃ بِلافصل۔

چلتا ہوا قافلہ رُک گیا۔ پتہ چلا خیرالعمل کی آواز جب آتی ہے قافلے رُک جاتے ہیں، ارے دنیا سوتھوڑی رہی ہے کہ سونے والوں اٹھو یہ سب جاگ رہے تھے جاگے ہوئے لوگوں کو خیرالعمل کی طرف بلانا ہے۔ یہ عمل خیر کیا خلیفۃ بلافصل آپ کہہ رہے ہیں، لکھنؤ میں بڑھایا گیا، ایران نے بڑھایا، حیدرآباد دکن میں شاید بڑھایا گیا قاضی نوراللہ شوستری نے بڑھادیا نہیں حکم رسولؐ سے بلال نے بڑھایا ہے۔ یہ اذان بھی صحابہ سے ہوتی ہوئی آئی ہے۔ صحابہ کے دین پر چل رہے ہو تو بلال سے پوچھو تو یہ اذان کون سی دیں گے ہم۔ اس نے اذان دی لوگ رُک گئے قافلہ مدینے میں آ گیا اس کے بعد کیا ہوا۔ جب قافلہ مدینے میں آیا اور جب سلیمانؓ وابوذرؓ ومقداد وعمارؓ وحذیفہؓ، ابوایوبؓ انصاری، سعد بنؓ عبادہ، ابو برزہؓ اسلمی جب مسجد میں پہنچے پکار پکار کر مصلیٰ پر آ کر کہا حیّ علیٰ خیرالعمل علیٌّ ولی اللّٰہ صبح ہوئی تو وہی ظہر میں، وہی عصر میں، یہی مغرب وعشاء میں، بلال بھی یہی کہہ رہے ہیں اور اسی اذان پر رسولؐ آ رہے ہیں، سب آئے یا رسولؐ اللہ یہ بلال نے کون سی اذان دینا شروع کر دی، یہ سلمانؓ وابوذرؓ کون سی اذان و اقامت کہہ رہے ہیں تو اک بار جلال کے عالم میں دیکھا اور کہا کیا اب تک تم نے اذان یہ والی دی نہیں یہ کیا کہہ رہے ہو کہ انہوں نے کیا کہا، جو وہ کہہ رہے ہیں وہی کہو جا کر، اب مت پوچھنا یہ کیا ہے بس حکم الٰہی ہے یہی

حیّ علیٰ خیرالعمل علیٌّ ولی اللّٰہ ۔ جاؤ کہو، سب کہو اچھا ٹھیک ہے پتہ نہیں کہا نہیں کہا تاریخ میں نہیں ملتا۔

وفاتِ رسولؐ ہوئی فیصلے ہو گئے تقدیروں کے، اس منزل تک لانا تھا آپ کو ۔ جو لوگ پوچھتے ہیں کہاں سے آئی ہے یہ اذان سنیے۔ ایک بار پُرانی دشمنی۔ اب

سوال یہ ہے کہ میں نے آپ سے جو یہ کہا تھا مجھے اس روایت پر یقین ہے تو آپ شاید بُرا مان گئے تھے۔ ہم کو اس پر اس لئے یقین ہے کہ انہوں نے اپنے پیسے سے آزاد کرایا تھا اس لئے بلال کو اُن کا وفادار ہونا چاہیے تھا، تاریخ ہم کو بتائے کہ جیسے ہی وفاتِ رسولؐ ہوئی موذّن کیوں بدل گیا بہت بڑا چیلنج کر رہا ہوں پوری تاریخ دیکھ جایئے وفاتِ رسولؐ کے بعد موذّن بدل گیا۔ کیوں؟ بلال ہم نے خریدا تھا کہا، ہاں، کیا اذان وہ دو گے جو ہم کہیں گے کہا سر کاٹ ڈالو گے اذان نہیں بدلیں گے حکمِ رسولؐ ہے، اب سمجھے کہ یہ عظمتِ صحابہ کیوں بیان ہو رہی ہے۔ مار ڈالو گے اذان وہی ہوگی، کہا بلال پھر مدینے سے نکل جاؤ اذان اگر ہمارے حکم کے مطابق نہیں دو گے تو نکل جاؤ۔ کہا جا رہا ہوں مالکؓ بن نویرہ بھی چلے گئے تھے بلال بھی جا رہے ہیں۔ چلے اور چلتے ہوئے لبنان پہنچے۔ جملے یاد رکھیے گا لبنان کی شیعیت پر سب کو حیرانی ہے لبنان میں اتنی شیعیت کہاں سے آئی، دو آدمیوں نے لبنان میں شیعیت پھیلائی ہے ایک ابوذرؓ دوسرے بلال اب تم نے نکال دیا یہ کہیں اور اپنا کام کرے گا تو اگر یہاں سے بھی کافر بنا کر نکال دو تو امریکہ کی تمہیں کیا خبر آسٹریلیا کی تمہیں کیا خبر، لندن کی تمہیں کیا خبر، کہاں کہاں جلوس نکل گئے عاشورہ کو، اگر سعودی عرب میں نہیں ہوتا تو کیا، کائنات کے چپے چپے پر ہماری آواز گونج رہی ہے اور اسلام ہم سے پہچانا جا رہا ہے، عاشورہ سے پہچانا جا رہا ہے ساری دنیا میں ورنہ کس نے کیا تبلیغ کی، اسلام والو امریکہ اور یورپ میں، ہم سے اسلام کی پہچان ہے۔ بلال نکل گئے چلے تو گئے ٹھیک ہے کہیں گے تو یہی کہیں گے ورنہ نہیں رہیں گے جب تم نے خریدا تھا اور احسان کیا تھا تو بلال کو احسان کا بدلہ دینا چاہیے تھا مگر بلال نے ایسا نہیں کیا پتہ چلا حق کے آگے احسان کچھ نہیں چلتا اسی کو کہتے ہیں حق کی راہ پر چلنے والے جان

کی بازی لگاتے ہیں۔ عمارؓ ہوں، سلمانؓ ہوں، ابوذرؓ ہوں یا حذیفہؓ ہوں یا بلالؓ چلا گیا چلا تو گیا لیکن ایک رات خواب دیکھا رسولؐ آئے بلالؓ کیا ہم سے بھی ناراض ہو گئے کہا نہیں آقا۔ آپ سے ناراض نہیں کہا تمہیں نہیں معلوم بچے بہت یاد کرتے ہیں تم اس عالم میں میرے بچّوں کو چھوڑ کر چلے آئے ابھی تو میری بیٹی تعزیت میں ہے کہا آقا معاف کر دیجیے میں چلا۔ سیدھے چلے، مدینے میں آئے کیا محبت تھی مدینے والوں کو ایک بار مدینے میں شور ہو گیا۔ ایک ایسا جملہ دینے جا رہا ہوں جو اس روایت میں لوگ نہیں پڑھتے اور ان کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا تاریخی حوالوں کے ساتھ حالانکہ میں اپنی کتاب ''اردو مرثیہ پاکستان میں'' میں تفصیل کے ساتھ اسے لکھ بھی چکا ہوں واپس آئے اور ایک بار پورا مدینہ سیلاب کی طرح اُمڈ آیا۔ بلال آ گئے بلال آ گئے شور ہوا بچے گھر سے نکل آئے حسنؑ و حسینؑ گھر سے چلے کہا بلال آ گئے تم آ گئے چلو امّاں نے بلایا ہے کہاں چلے گئے تھے در پر آئے ڈیوڑھی پر سر رکھ دیا کہا بی بی مجھے معاف کر دیجیے۔ بچے بہت یاد آئے آپ کے بابا خواب میں آئے تھے۔ کہا بلال اب آ ہی گئے ہو تو وہ اذان تو سنا دو کان ترس گئے بابا کے دور والی اذان اب دنیا کہتی ہے کہ بلال سے یہ کہا گیا فاطمہ بے ہوش ہو گئیں نہیں حکومت وقت نے جب وہ کلمہ آنے لگا علیؑ ولی اللہ، تو بہانہ کیا۔ یہ ہے راز اس لئے اذان کو روکا گیا بلال کی اذان کو اس لئے روکا گیا یہ کلمہ نہ دہرانا اور زہراؑ نے کچھ سوچ کر کہا وہ اذان سنا دو۔ یہ وہ اذان کا کلمہ بتاتا ہے کہ زہراؑ وہ اذان سننا چاہتی تھیں جس میں اولی الامر کا تذکرہ تھا اسی لیے فرمائش کی تھی کہہ دو علیؑ ولی اللہ بلال نے اذان دی رونے کا غل اُٹھا، زہراؑ کے گھر میں ہزاروں عورتیں جمع ہو گئیں اذان سُن کر رسولؐ یاد آ گئے، جب آج اذان سُن کر رسولؐ یاد آ جائیں تو ظاہر ہے کہ اصحاب کا یہ عالم، ازواج کا یہ

عالم تو خود بیٹی کا کیا عالم ہوگا، شاہزادی کا کیا عالم ہوگا۔ کیا کیا یاد آ گیا ہوگا۔ بابا کا آنا سلام کرنا، گھر میں بیٹھنا، میرے لئے تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو جانا، کبھی یاد آیا ہوگا آئے تھے چادر کساء مانگی تھی یہیں تو لیٹ گئے تھے چادر اوڑھ کر بچے میرے کمبل میں آ گئے تھے، چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ کبھی بچوں کو جھولا جھلانا، کبھی بچوں کو پیار کرنا، زہراؑ کو کیا کیا یاد آیا ہوگا۔ رسولؐ کو معلوم تھا کہ بیٹی کی محبت کا کیا عالم ہے اسی لئے چلتے وقت بیٹی کو بُلا کر ایک کلمہ کہہ دیا جس کو سُن کر بیٹی رونے لگی پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرا کلمہ کہہ دیا اس کو سُن کر بیٹی مسکرا دی۔ بار بار لوگوں نے پوچھا، اُم سلمیٰ کچھ پتہ ہے کیا کہا۔ کہا یہ رسولؐ کا اور فاطمہؑ کا راز ہے جب وفات فاطمہؑ ہو گئی پھر پوچھنے والے نے کہا ام سلمیٰ کیا کہا تھا اسماء بنت عمیس تم بتاؤ کہا اب بتائیں گے، پہلے رسولؐ نے بیٹی کے کان میں کہا، بیٹی باپ جدا ہونے والا ہے یہ سن کر بیٹی رونے لگی، پھر کہا گھبراؤ نا تم سب سے پہلے جنّت میں مجھ سے ملاقات کرو گی یہ سُن کر بیٹی مُسکرائی تھی کتنے دن بیٹی جی ہے پچھتر روز لیکن جتنے روز جی ہیں زہراؑ صرف روتے روتے صبح شام گزری، چار رونے والے دنیا میں گزرے ہیں بس ایک جنابِ یعقوبؑ، ایک جنابِ زکریاؑ، ایک جنابِ فاطمہؑ، ایک جنابِ سید الساجدین، جب تک جیئے بابا کو روئے، فاطمہؑ جب تک زندہ رہیں روتی رہیں، اب ظاہر ہے آپ کو معلوم ہے کہ وہ رات جب آئی آ کر رسولؐ نے خواب میں کہا زہراؑ مصیبت کے دن ختم ہوئے بیٹا اب آ جاؤ تو یہی کہا ابوالحسنؑ بابا رات کو آئے تھے بابا خواب میں آئے تھے مجھ کو بُلایا ہے اس گھر کا دستور بن گیا کہ بیٹی پر جب زیادہ مصیبتیں پڑتی ہیں تو پھر بابا خواب میں آ جاتا ہے، سکینہؑ پر مصیبتیں پڑیں ایک رات بابا خواب میں آ گئے۔ آؤ سکینہؑ، آ جاؤ مصیبت کے دن ختم

ہوئے۔ اب آپ سنتے جائیں گے تفصیل سے کیا کیا مصیبتیں پڑیں وہ نبیؑ کی بیٹی تھی یہ حسینؑ کی بیٹی تھی بیٹی کو ہر باپ چاہتا ہے، رسولؐ کو اپنی بیٹی سے محبت تھی، حسینؑ کو اپنی بیٹی سے محبت تھی، محبت میں جو تحفہ دیا جاتا ہے وہ کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔ رسولؐ نے فاطمہؑ کو فدک دیا تھا حسینؑ نے دو گوشوارے دیے تھے وہاں فدک چھن گیا یہاں گوشوارے چھن گئے بیٹی کے کان سے لیکن کس طرح چھنے ہیں گوشوارے یہ معلوم ہے آپ کو۔ علما نے لکھا اگر مانگتے تو سخی کی بیٹی تھی اُتار کر دے دیتی، مگر کاش کوئی مانگتا تو، مانگے نہیں گئے اب میں کیا جملے کہوں یوں لئے گئے کہ مرتے دم تک کان زخمی رہے، کان زخمی سکینہؑ کے، گلا زخمی یہی وجہ ہے کہ جب دربار میں بچی آئی تو یزید نے پوچھا تھا ایک پاؤں کو بار بار کیوں اُٹھاتی ہو، گلے پر ہاتھ کیوں ہے تو بچی نے کہا کہ اتنی زور سے گلا بندھا ہے کہ میرا گلا دُکھ رہا ہے، سانس رُک رہی ہے۔ ایک بار یزید نے آواز دی سکینہؑ اس سر کو پہچانتی ہو۔

سکینہؑ۔ یہ میرے بابا کا سر ہے۔

یزید۔ سنا ہے تیرا بابا تجھے بہت چاہتا ہے۔

سکینہؑ۔ ہاں سینے پر سُلاتا تھا تب مجھے نیند آتی تھی۔

یزید۔ اگر محبت ہے باپ سے تم کو تب جانوں کہ باپ کو آواز دو اور باپ آ جائے۔ پھٹے ہوئے کرتے کا دامن اٹھا کر کہا بابا، یزید محبت کا امتحان لے رہا ہے۔ طشت طلا سے سَر چلا ہوا کے دوش پر، سکینہؑ نے دامن پھیلایا، سَرِ حسینؑ سکینہؑ کی گود میں آیا، منہ پر منہ رکھا کہا بابا کان زخمی ہوئے، دُر چھن گئے، گردن میں رسّی باندھی گئی۔ ہائے حسینا وائے حسینؑ۔

مجلسِ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

سارى تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی چوتھی تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ ''عظمتِ صحابہ'' یہاں کی تقاریر کا موضوع ہے۔ تمہید اور اس کے بعد کی تقاریر سے یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ موضوع کے جزئیات کیا ہیں، عنوان کے تقاضوں اور اس کے مزاج کو آپ اچھی طرح سے سمجھ گئے ہیں۔ گفتگو جس نہج پر ہے اس راہ سے آپ اندازہ کر رہے ہوں گے کہ موضوع کا حق بھی ادا ہو اور سامعین کی معلومات میں اضافہ ہو اور کسی طرح کی تشنگی محسوس نہ ہو۔

ہمارے منبر کا موضوع صدیوں سے صرف ''فضائلِ آلِ محمدؐ'' ہے یہ فضائل قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں، ہم اِن حدود سے باہر گفتگو نہیں کرتے یہ ہمارے شعار کے خلاف ہے، ملک کے ماحول کا تقاضہ اور مسلمانوں کی عام خواہش تھی کہ کچھ ہم سنیں تو ہم نے طے کیا کہ اچھا پھر سنیئے، اور اچھی طرح سے سنیئے۔

قرآن میں صحابہ کا خصوصی ذکر نہیں ہے، ہم اُنہی صحابہ کا ذکر کر رہے ہیں جن کے بارے میں ''آلِ محمدؐ'' کے ارشادات موجود ہیں۔ وہ صحابہ جن کا ذکر حضرت علیؑ کی زبان پر آیا، منبر پر حضرت علیؑ نے جن صحابہ کا نام لیا انھیں کا تذکرہ ہمارا

موضوع ہے۔

وہ صحابہ جو شہزادیٔ دو عالم حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا سے وفادار رہے، ارشادِ معصوم ہے کہ وہ سات اصحاب جنھوں نے شہزادیٔ کونینؑ کے جنازے کی نماز پڑھی تھی ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ صحابہ کو یہ عظمت حاصل ہوئی کہ عبادت میں انھیں شامل کرلیا گیا، دعا میں ان کے نام وسیلہ بن گئے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفۂ کاملہ" میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"پالنے والے تو خاص طور سے ان اصحابِ محمدؐ پر اپنی رحمت نازل کر جنھوں نے صحابیت کا حق اچھی طرح سے ادا کیا اور جنھوں نے تیرے رسولؐ کی نصرت میں آزمائشوں کو جھیلا اور اس کو پناہ دی اور اس کی دعوت کو قبول کرنے میں جلدی کی"۔

پاکستان میں مسلسل یہ تحریک چلائی جا رہی ہے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم کے دشمن ہیں، ہم صحابہ سے عقیدت نہیں رکھتے یہ مسلمانوں کی لاعلمی ہے۔ ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو بے بصیرت ہو، جہالت جس کی ضد ہو، ہم مسلسل یہی گفتگو کر رہے ہیں کہ صحابہ کی قدر و منزلت مسلمانوں نے ہماری وجہ سے سمجھی، ہم نے بتایا کہ اصحاب کی معرفت ایمان کا لازمہ ہے۔ مسلمان جب تک معرفتِ صحابہ حاصل نہیں کریں گے انھیں صحابہ سے محبت نہیں ہوسکتی کیونکہ بغیر معرفت محبت ناممکن ہے اور معرفت جب ہی حاصل ہوگی جب صحابیت کے معنی و مفہوم علم و ادب کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ وقتِ وفاتِ رسولؐ مدینے میں چالیس ہزار صحابہ موجود تھے، تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں پندرہ ہزار صحابہ کے تذکرے موجود ہیں، ان سب صحابہ کا ذکر تو مسلمان بھی نہیں کرتے تو ہم سے یہ تقاضہ کیوں ہے کہ آپ چند کے نام کیوں لے رہے ہیں، اس اعتراض کے

باوجود ہماری تقاریر میں اصحاب کی تعداد اکثریت میں ہے ہماری زبان پر سات اصحاب کا تذکرہ ہے لیکن مسلمانوں کی تقاریر میں تو وہی ڈھاک کے تین پات ...... اب اور کیسے سمجھاؤں؟ (سامعین کے نعرے اور داد و تحسین کی ہزاروں آوازوں سے رضویہ امام بارگاہ گونجنے لگا)۔

اب اِن سات کے صدقے میں جن جن اصحاب کے بھی نام آجائیں وہ اصحاب خوش قسمت ہیں، قرآن میں لفظ "اصحاب" کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے، سورۂ یوسف میں اللہ نے حضرت یوسفؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ قید میں رہنے والے دو ساتھیوں کو صحابی کہا ہے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيرٌ اَمِ اللّٰهُ الوَاحِدُ القَهَّارُ ط

"اے میرے قید خانے کے دو اصحاب! کیا الگ الگ خدا بہتر ہیں، یا خدائے واحد جو سب پر غالب ہے"۔

دونوں ایک نبی کے صحابہ ہیں اور آیت بتا رہی ہے کہ دونوں کافر ہیں، ایک بادشاہ کو شراب پلائے گا دوسرا پھانسی پر چڑھایا جائے گا۔ قرآن میں لفظ "اصحاب" جہنم میں جلنے والوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے، "اصحابُ النّار"۔ "سورۂ یونس" کی ستائیسویں آیت ہے۔

اُولٰئِكَ اصحابُ النَّارِهم فِيها خٰلِدُونَ

"وہ ہیں اصحاب النار یعنی دوزخ والے وہ اسی میں رہا کریں گے"۔

اور "اصحابُ الجنّہ" کا ذکر قرآن میں ایمان کی شرط کے ساتھ بیان کیا گیا سورۂ بقرہ کی بیاسویں ۸۲ آیت میں:۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ

فِيهَا خٰلِدُوۡنَ ٥

"اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے"۔

صحابی ہونا کوئی فضیلت نہیں ہے نہ یہ کوئی خصوصی شرف ہے، بہت سے صحابہ حضور اکرمؐ کی بزم میں رہنے کے باوجود مرتد ہوگئے، اس لئے صحابیٔ رسولؐ کی حقیقی تعریف یہ قرار پائی کہ "صحابی وہ ہے جس نے بہ حالتِ ایمان حضرت رسالتمآبؐ سے ملاقات کی اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

صحابی وہ ہے جو ایمان کی حالت میں وفات پا گیا، کافر مرنے والا ہرگز صحابی نہیں ہوسکتا۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں علامہ شیخ شہاب الدین احمد نے صحابی کی صحیح ترین تعریف یہی بیان کی ہے۔

لیکن صحابہ کی یہ تعریف، صحابیت کا یہ مفہوم بھی کوئی فضیلت نہیں رکھتا، اسلام اور ایمان کا تعلق دل اور نیت سے ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زبان پر **لا اِلٰــه اِلا اللّٰه محمّد رسول الله** ہو اور دل میں نفاق ہو، اس بات کو قرآن نے سورۂ حجرات آیت ۱۴ میں بیان کردیا ہے:-

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ

"عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اے میرے حبیبؐ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا"۔

مسلمان مرنے والا صحابی منافق بھی ہوسکتا ہے، صحابی مومن تھا یا منافق یہ بات صرف اللہ اور اس کا رسولؐ جان سکتا ہے، اور یہ طے ہے کہ اصحاب میں

منافق موجود تھے، صحابہ میں جناب حُذیفہ یمانی کی عظمت وجلالت کا راز یہ ہے کہ اُنھیں خاتم المرسلینؐ نے اپنا راز دار بنایا تھا اور تمام منافق صحابہ کے نام آپ کو بتا دیئے تھے اور تاکید کی تھی کہ یہ نام کسی کو بتانا نہیں، جناب حذیفہ یمانی نے وعدہ کیا اور زندگی بھر وعدہ پر قائم رہے، مسلمانوں کی تاریخ کی کتابوں میں روایات بھری پڑی ہیں کہ ایک مشہور صحابی زندگی بھر حذیفہؓ یمانی سے پوچھتے رہے کہ اُن ناموں میں میرا نام تو نہیں ہے، لیکن حذیفہ نے نام نہیں بتایا، جب موصوف کے دل کا خلجان زیادہ ہوگیا تو خود ہی اعلان کردیا کہ حذیفہ آپ نہ بتائیں "میں بہرحال منافقین میں ہوں"۔ پیغمبر اسلامؐ نے اسی لئے حذیفہ کو منافقین صحابہ کے نام بتانے سے منع کیا تھا کہ یہ تجسس خود ہی اعترافِ جرم کا سبب بن جائے گا۔ حذیفہؓ یمانی وہ عظیم صحابی ہیں جنھوں نے سات صحابہ کے ساتھ معصومۂ عالم کی شہادت کے بعد معصومہؑ کے جنازے کی نماز پڑھی ہے۔

مختصر یہ کہ صحابیت کی جامع و مانع تعریف یہ ہے کہ صرف زبانی اسلام نہ ہو بلکہ عملی طور پر ناصرِ رسولؐ ہو، میدانِ جنگ میں رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر فرار نہ اختیار کیا ہو وہ ہے حقیقی اور سچا صحابی اور اگر کسی جہاد میں رسولؐ اللہ کا ساتھ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کی ہے تو وہ لفظی صحابی ہے، میدانِ جہاد کھرے اور کھوٹے کی کسوٹی ہے، جو ثابت قدم رہا وہ سچا فدائی اور عظیم صحابی قرار پائے گا ایسے ہی صحابہ پر اسلام اور رسولِ اسلام دونوں کو ناز ہے، ایسے اصحاب کے لئے پیغمبرؐ اسلام کی یہ حدیث مشہور ہے کہ "میرے اصحاب کو برا نہ کہو"۔

حیات رسولؐ میں صحابی کی تعریف یہ تھی، رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد صحابی کو اگر پہچاننا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ "قرآن اور اہل بیتؑ" سے وفادار ہے کہ نہیں اور اگر ان دونوں کو چھوڑ چکا ہے تو وہ کسی معیار سے صحابی کہلانے کا حق دار

نہیں ہے۔

رسول اللہ کے صحابہ میں کچھ مومن تھے اور کچھ منافق اور رسول اللہ نے منافق کی پہچان یہ بتائی تھی کہ "علیؑ کو منافق دشمن رکھتا ہوگا"۔ ابن عباس کا یہ قول مشہور ہے کہ "ہم منافقوں کو صرف علی کی عداوت سے پہچان لیتے تھے"، اسی میزان پر پرکھ لیجئے جو صحابہ رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ رہے وہی حقیقی صحابہ ہیں اور ایسے صحابہ سے ہم محبت کرتے ہیں۔ ایسے صحابہ کے لئے قرآن میں آیات موجود ہیں، مسلمان مفسّرین نے ان آیتوں کی نشاندہی کی ہے، کچھ آیات حضرت سلمانؓ فارسی، حضرت ابوذرؓ، حضرت عمّارؓ یاسر اور حضرت مقدادؓ کے لئے قرآن میں موجود ہیں، قرآن میں یہ آیت ضرور ہے کہ صحابہ میں اللہ نے درجات قائم کئے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

دیکھئے یہ آیت سورۂ توبہ میں ہے آیت کا نشان سو ۱۰۰ ہے، یعنی وہ مہاجر اور انصار میں اُن صحابہ کا مرتبہ بلند ہے جنھوں نے ایمان لانے میں سب سے پہلے سبقت کی تھی یہ آیت سلمان فارسی، ابوذر، عمّار یاسر اور مقدادؔ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور صرف ایمان نہیں لائے بلکہ ولایتِ علیؑ پر قائم رہے۔

حضرت مقداد ابن اسود ولایتِ علیؑ سے سرشار تھے، ہجرت سے ۳۷ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور تقریباً ستّرؔ برس کی حیات پائی، جوانی میں فنونِ جنگ حاصل کرنے کا حد درجہ شوق تھا، رات دن نہایت محنت کے ساتھ تلوار چلانے میں کمال حاصل کیا اور یہ شجاعت نصرتِ اسلام میں کام آئی، سیر و شکار کا بھی شوق تھا صحرا میں دور تک نکل جاتے، ان کے والد اُن سے بہت محبت کرتے تھے، جب واپسی میں تاخیر ہوجاتی تو محبت پدری سے باپ بے چین ہوجاتا تو خود تلاش

میں نکل پڑتے اور جب تک مقداد مل نہ جاتے بے قرار رہتے تھے۔

بعثت رسولؐ کی خبر پا کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور حضرت علیؑ کے ساتھ خدمتِ رسولؐ میں باریاب ہوئے، نورِ ایمان دل میں پھیل چکا تھا، پہلی ملاقات میں کلمہ پڑھ کر ایمان قبول کیا اور بزمِ اصحاب میں داخل ہوئے اور اُس دن سے پھر کبھی کسی حالت میں بھی حضرت رسالت مآبؐ سے جدا نہ ہوئے، جنگ بدر اور جنگ احد بلکہ تمام لڑائیوں میں رسولؐ خدا کے ساتھ رہے اور کبھی آنحضرتؐ کو تنہا نہیں چھوڑا، رسول اللہ کو بھی ان سے بہت زیادہ محبت تھی، اسی محبت کا اثر تھا کہ آنحضرتؐ نے اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنتِ زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ مقدادؔ کا عقد کر دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ اصحاب میں مقدادؔ کا کیا مرتبہ ہے، آپ نے فرمایا مقداد کی وہی منزلت ہے جو قرآن میں "الف" کی ہے۔ "الف" کسی حرف سے ملایا جاتا ہے تو ہر حرف نیچے آکر ملتا ہے، الف ہمیشہ بلند رہتا ہے، الف کے مقابل کوئی حرف نہیں رکھا جاسکتا اُمّت میں دوسرا صحابی مقداد کے مقابل نہیں آسکتا، مقداد ایمان کے آٹھویں درجے پر فائز تھے۔

قرآن میں تقریباً چھ ۶ آیتیں مقدادؔ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، سورۂ کہف آیت (۱۰۷) میں ارشاد ہوا:-

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

"یقیناً وہ لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے فردوس کے باغ قیام گاہ ہیں"۔

سورۂ حج کی چوبیسویں ۲۴ آیت میں ارشاد ہوا کہ مقدادؔ نے ولایتِ علیؑ کو پالیا تھا۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ٥

""انھیں کلمہ طیبہ کی ہدایت کی گئی تھی اور انھیں صراط الحمید کی ہدایت کی گئی تھی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "صراط الحمید" کے معنی ہیں ولایت علیؑ، مقداد نے ولایت علیؑ کا حق ادا کر دیا، انھوں نے شوریٰ کے موقع پر عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا، کیا غضب ہے کہ حق دار سے حق چھین لیا اب بھی تم سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے، دنیا چند روزہ ہے، رسول اللہؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ تم کو اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب دیا، اے مقداد تم کو ان باتوں سے کیا حاصل ہوگا یہ ہماری سیاست ہے، مصلحت کا یہی تقاضہ ہے کہ خلافت بنی اُمیہ کو دے دی جائے۔

مقداد نے کہا! بھلا میں یہ کیسے گوارہ کروں کہ خلافت کو اپنے اصلی مرکز سے ہٹایا جائے اور میں خاموش رہوں، رسولؐ اللہ کے حقیقی جانشین کا حق تم ان سے چھین لو اور میں دیکھا کروں، اے عبدالرحمٰن بن عوف خوب سمجھ لے میں اہل بیت رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں، مجھے تمہارے اس عمل سے رنج پہنچا ہے۔ جب مشکل پڑی علیؑ ہی نے مشکل کشائی کی جس سے تم آج انکار نہیں کر سکتے، پھر کیا وجہ کہ خلافت علیؑ کو نہ دی جائے، اگر اس وقت میں کچھ مددگار پا جاتا تو تم لوگوں سے اُسی طرح جنگ کرتا جس طرح بدر واحد میں کافروں سے جنگ کی تھی، وہی نقشہ کھینچ کر دکھاتا مگر کیا کروں مجبور ہوں۔

حضرت رسولؐ خدا کا ارشاد ہے جنت علیؑ، سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کی مشتاق ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا، خدا نے مجھ کو جن اصحاب کی دوستی کا حکم دیا ہے تم بھی ان سے محبت کرو، اللہ بھی ان کو دوست رکھتا ہے، ایک علیؑ، دوسرے ابوذر، تیسرے مقداد، چوتھے، سلمان فارسی ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے جب روزِ قیامت ہوگا اس وقت ایک منادی مالکِ کائنات کی جانب سے ندا کرے گا، کہاں ہیں وہ اصحابِ رسولؐ جنھوں نے اپنے عہد کو نہیں توڑا اور تاحیات اپنے عہد پر قائم رہے اور کبھی اہل بیتؑ رسالت سے مخالفت نہیں کی اور ہمیشہ اُن کے تابع فرمان رہے ہیں، یہ آواز سن کر جناب مقداد، جناب سلمان فارسی اور جناب ابوذر اٹھیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔

مقداد نے حکومت کی سختیوں کی کبھی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ جہاں موقع ملا مسلمانوں کو محبت علیؑ کی طرف بلاتے رہے اور یہی سمجھاتے رہے کہ علیؑ کی دوستی گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو، علی بابِ مدینۂ علم اور حقیقی وصیٔ رسول اللہ ہیں ان کی محبت کے بغیر تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

سورۂ محمدؐ کی آیت ۲ میں ارشاد ہوا:-

والَّذینَ آمنُوا وَعمِلُو الصّالحات وَآمنُوا بِما نُزِّلَ عَلیٰ مُحمّدٍ وَّهُو الحقّ مِن رَّبِّهِم

""اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اور جو کچھ حضرت محمدؐ مصطفےٰ پر نازل کیا گیا اور وہ اُن کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اس پر بھی ایمان لائے"۔

"ھُوَ الحق" کے معنی ہیں ولایتِ علیؑ، یہ آیت بھی مقدادؓ، سلمانؓ فارسی، ابوذرؓ اور عمار یاسرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہی چار اصحاب ہمیشہ ولایت علیؑ پر ثابت قدم رہے رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اصحاب رسولؐ سے نصرت کے لئے کہا تو یہی چار اصحاب تھے جنھوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مرتے دم تک اپنے وعدے پر قائم رہے۔

پروردگار عالم نے جب یہ آیت نازل فرمائی۔

قُل لا اسئلکُم علیه اجراً الاالمودّة فی القربیٰ

رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا، خداوند عالم نے میری طرف سے تمہارے اوپر ایک فریضہ قرار دیا ہے تم اس کو ادا کرو گے؟ یہ سن کر اصحاب کے مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا، خاموش سر جھکائے بیٹھے رہے، جیسے جنگ خندق میں سروں پر طائر بیٹھے تھے آج بھی یہی معلوم ہو رہا تھا کہ سروں پر طائر بیٹھے ہیں، دوسرے دن بھی رسولؐ اللہ نے یہی سوال کیا، آج بھی کسی نے جواب نہ دیا، تیسرے دن بھی سب اسی طرح خاموش رہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا، جو چیز خدا نے تمہارے اوپر فرض کی ہے وہ نہ تو دولت ہے اور نہ کھانے پینے کی چیز ہے، تم لوگ گھبراؤ نہیں، یہ سن کر اصحاب کی جان میں جان آئی، اور کہنے لگے، اچھا فرمایئے تو آخر وہ کیا ہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میری رسالت کا اجر، محبتِ اہلِ بیتؑ کو قرار دیا ہے، اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! ہم کو قبول ہے، مجمع میں سب نے اقرار تو کر لیا لیکن آنحضرتؐ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس شرط کو کسی صحابی نے پورا نہ کیا مگر یہ کہ سات اصحاب نے جن میں مقدادؓ، دوسرے جابرؓ بن عبداللہ انصاری، تیسرے عمار یاسرؓ، چوتھے ابوذرؓ غفاری پانچویں سلمان فارسیؓ، چھٹے زید بن ارقمؓ، ساتویں علی بن ابراہیمؒ ہیں، باقی لوگوں نے جو اس مجمع میں موجود تھے انھوں نے دل سے مودتِ اہلِ بیتؑ کو قبول نہیں کیا۔

مقدادؓ نے حضرت علیؑ کی محبت میں ظالم حکومتوں کے مظالم برداشت کیے، ایک دن خلیفۂ وقت نے بلا کر کہا اے مقدادؓ میری مذمت کرنا اور علیؑ کی مدح کرنا چھوڑ دو ورنہ تمہارے آقا رسولؐ خدا کے پاس تم کو بھی پہنچا دیا جائے گا، یہ حکم سن کر

مقدادؓ نے کہا اے خلیفہ تجھے ایسا نہیں کہنا چاہیئے، جب وقت وفات آیا تو مقدادؓ نے عمار یاسر سے کہا، جب خلیفۂ وقت میرے بارے میں کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اپنے آقا حضرت رسولؐ خدا کے پاس جا رہا ہوں یہی تو تمہاری مرضی تھی۔ حضرت علیؑ نے مقدادؓ کے جنازے کی نماز پڑھائی اور عاشقِ اہلِ بیتؑ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کسی کو رنگ و نسل سے فوقیت نہیں ہے بلکہ تقویٰ معیار ہے، ہم جن اصحاب کا تذکرہ کر رہے ہیں ان سے بڑھ کر کسی اور صحابی کا تقویٰ ہو تو ہم کو دکھا دیجیئے، چیلنج ہے تمام عالمِ اسلام کو کہ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار یاسر، مقداد بن اسود، حذیفہ یمانی، ابوایوب انصاری، جابر بن عبداللہ انصاری سے بڑھ کر کسی صحابی میں تقویٰ ہو تو ایک نام تاریخ میں کوئی دکھا دے، یہ ولایت علیؑ کے وہ عارف تھے جن کی معرفت کے چرچے آج بھی ہیں، بزمِ رسولؐ اور ذکرِ الٰہی کی زیب و زینت انھیں اصحاب کے دم سے تھی، اصحاب میں یہ زاہدوں کے سرتاج تھے، عابدوں کے سردار تھے، انھیں کے دم سے عبادت خانے آباد تھے۔ تقوے میں ان سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکا تو جن اصحاب نے رسولؐ خدا کو دیکھ کر فیض حاصل کیا پھر ان کے تقوے کا کیا عالم ہو گا۔

پاکستان میں یہ نعرے بازی کہ صحابہ کا اتباع کرو، کن صحابہ کا اتباع کرو، قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے، کتنے پیغمبر آئے لیکن کہیں توریت میں زبور میں انجیل میں اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ موسیٰؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا، ابراہیمؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا، نوحؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا، عیسیٰؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا بلکہ یہی کہا گیا کہ موسیٰؑ و ہارونؑ کی اولاد کا اتباع کرو، ابراہیمؑ کی اولاد کا اتباع کرو۔

حضرت نوحؑ کے بھی اصحاب تھے، حضرت ابراہیمؑ کے اصحاب بھی تھے،

حضرت موسیٰؑ کے بھی اصحاب تھے، حضرت عیسیٰؑ کے بھی اصحاب تھے، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت ذکریاؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے بھی صحابہ تھے لیکن اللہ نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ اِن کی پیروی کرو دین کو اِن سے حاصل کرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے، لغات عربی منجد اور قاموس میں یہ معنی بتائے گئے ہیں کہ صحابی یا صاحب جس کی جمع اصحاب آتی ہے صحبت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ساتھ رہنا، پاس بیٹھنا، ہمسفر ہونا، یہ لفظ ''صحابی'' اہمیت نہیں رکھتا ایک گھوڑے والا اپنے گھوڑے کا صاحب ہے، گھوڑا اس کا صحابی، گدھے والا اپنے گدھے کا صاحب اور گدھا اس کا صحابی ہے۔ ایک مومن کافر کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کے صحابی ہیں، مشرک کلمہ گو کا صحابی ہوسکتا ہے اور کلمہ گو مشرک کا، مومن منافق کا صحابی ہوسکتا ہے اور منافق مومن کا۔ صحابی کا اتباع ممکن نہیں تھا، اس لئے ہر نبی کی اولاد کو دین کی ہدایت کے لئے منتخب کیا گیا (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۳)

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ آلَ ابراھیمَ و آلَ عِمرانَ علَی العالَمِینَ

صحابی کا عمل بھی دیکھا جائے گا، صاحبِ تقویٰ ہو اور اپنے عہد کے امام کی معرفت رکھتا ہو، اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہو، آج ۱۵، صفر ہے، آج کی شب عاشق رسولؐ حضرت اویس قرنیؓ کی شہادت کی رات ہے، اویس قرنیؓ نے حضرت رسولؐ خدا کو کبھی نہیں دیکھا تھا، ایک دوسرے مشہور صحابی نے حضرت اویس قرنیؓ سے پوچھا

تم رسولؐ خدا کے زمانے میں انھیں دیکھنے مدینے نہیں آئے

اویس قرنی نے جواب دیا، کیا تم نے پیغمبرؐ کو دیکھا ہے؟

مشہور صحابی نے جواب دیا، بے شک ہم نے انھیں دیکھا ہے،

اویس قرنیؓ نے کہا، کیا تم نے پیغمبرؐ کا چہرہ غور سے دیکھا تھا؟ اچھا بتاؤ کہ پیغمبرؐ کے دونوں ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے یا کشادہ تھے،

مشہور صحابی جو عرصۂ دراز تک بزم رسولؐ میں بیٹھ چکے تھے یہ سن کر خاموش ہوگئے، اویس قرنیؓ نے کہا کہ میں نے پیغمبرؐ کو نہیں دیکھا لیکن مجھے معلوم ہے کہ دونوں ابرو ملے ہوئے تھے''۔

دوسری تقریر میں یہ واقعہ میں سُنا چکا ہوں، یاسؔ یگانہ چنگیزی کا شعر ہے غزل میں

برابر بیٹھنے والے بھی کتنے دور تھے دل سے

مرا ماتھا جبھی ٹھنکا فریبِ رنگِ محفل سے

صحابی صحابی میں بھی فرق ہے، ایک صحابی پیغمبرؐ سے قریب ہے لیکن پیغمبرؐ کا سراپا نہ بتا سکا اور ایک دُور ہے لیکن دل سے قریب ہے، اتنا قریب کہ دین کے تقاضوں سے واقف ہے اور رسولؐ اللہ کی محبت میں بھی سرشار ہے، تقوے کا یہ عالم ہے کہ اپنا وقت عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ پوری رات ایک رکوع میں تمام ہوجاتی، دوسری رات آتی تو کہتے آج کی رات ایک سجدے میں بسر کردی جائے، جب رات قریب آتی تو اویس قرنیؓ کہتے آج کی شب شبِ رکوع ہے اور وہ شب حالتِ رکوع میں گزار دیتے، اگر کوئی ان سے پوچھتا وہ جواب دیتے کہ کاش کہ ازل سے ابد تک ایک ہی شب ہوتی تو میں وہ رات عبادت الٰہی کے لئے سجدے ہی میں گذار دیتا۔ مدینۂ رسولؐ سے دور تھے لیکن سجدے کا بھی کیف معلوم تھا اور رکوع کا کیف بھی معلوم تھا۔ جنگل میں رہتے تھے اور جو لوگ آس پاس رہتے تھے انھوں نے ایک جھونپڑی اُن کے لئے بنادی تھی، ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر عبادت کرتے رہتے، رات

میں کوئی کھانا دے جاتا تو کھا لیتے ورنہ جنگل سے لکڑیاں چن کر بازار میں بیچتے تھے اور جو رقم ملتی وہ خیرات کر دیتے کھانا کم کھاتے اکثر پانی پی کر عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

اویسؓ قرنیؓ کے گاؤں کا نام قرنؔ تھا، یہاں کے رہنے والے لوگ ایک مرتبہ حج کرنے گئے، خلیفۂ وقت نے اُن سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو، قبیلے والوں نے کہا ہم قرنؔ سے آئے ہیں، حضرت عمر نے کہا، کیا اویسؔ قرنیؓ تم میں سے ہیں، قبیلے والوں نے کہا، ہاں ہم میں سے ہیں، خلیفۂ وقت نے کہا، واپس جانا تو اویسؔ قرنیؓ کو ہمارا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہم نے حضرت رسولؐ خدا سے یہ سنا ہے کہ اللہ ان کی شفاعت اتنے لوگوں کی تعداد کے برابر قبول فرمائے گا، جتنی تعداد عرب کے ربیعہ و مضر کے قبیلوں کی ہے۔

جب قرن کے قبیلے والے بستی میں پہنچے تو اویسؔ قرنیؓ کو تلاش کیا اور ان سے کہا کہ حج میں خلیفۂ وقت نے تم کو یہ پیغام دیا ہے اور تم کو سلام کہا ہے، اویسؔ قرنیؓ نے جواب دیا کہ اب اویسؔ قرنیؓ کی اتنی شہرت ہو گئی کہ خلیفۂ وقت اس کا نام جان گیا ہے، اب آج کے بعد مجھ کو تم لوگ نہیں دیکھ سکو گے، اویسؔ قرنیؓ کے تقوے کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی شہرت کو بھی نہیں پسند کرتے تھے، ''عظمتِ صحابہ'' کا موضوع سمجھنے کی کوشش کیجئے تا کہ میں یہ جملہ کہہ سکوں کہ اویسؔ قرنیؓ نے کہا کہ تم لوگ مجھے آج کے بعد نہیں دیکھو گے، تاریخ کہتی ہے کہ اس دن کے بعد جو اویسؔ قرنیؓ غائب ہوئے تو پتہ نہیں چلا کہ زمین نگل گئی کہ آسمان کھا گیا، کبھی خلیفۂ وقت انھیں کوفہ میں تلاش کرتا ہے اور اویسؔ قرنیؓ کے لئے لباس بھجواتا ہے لیکن وہ کہیں نظر نہیں آتے ہیں۔ اویس قرنیؓ صرف ایک مرتبہ حیات رسولؐ میں مدینے آئے تھے، لشکر لڑائی پر گیا ہوا تھا، مدینے میں اس وقت رسولؐ اللہ موجود تھے نہ

حضرت علیؑ موجود تھے، اویسؔ قرنیؓ نے حضرت علی کو بھی کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ حضرت علیؑ نے اویسؔ قرنیؓ کو دیکھا تھا۔

۳۹ ہجری یہی صفر کا مہینہ تھا، ۹ صفر کو عمار یاسر کی شہادت صفین کے میدان میں ہوئی، عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں مولائے کائنات علی ابن طالبؑ نے فرمایا، عبداللہ ابن عباس سنو، یہ جو کوفہ شہر ہے اس سے قریب جو جگہ واسط ہے (واسط وہ جگہ ہے جہاں کے لوگ واسطی کہلاتے ہیں، زیدی سادات باہرہ کے مورثِ اعلیٰ زید شہید کا وہاں پر روضۂ مبارک ہے) مولا فرماتے ہیں کہتے ہیں، واسط اور کوفے کے درمیان میں ذی وقار سے ایک ہزار مرے ناصر آنے والے ہیں اور ابھی پہنچیں گے، عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں انتظار میں تھا کہ میرے آقا اور مولا نے جب بھی جو کہا ہے وہ سچ ہوا ہے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی میں نے دیکھا کہ ایک لشکر نمودار ہوا، عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں میں خوش ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کتنا سچا ہے میرا مولا، جب وہ لشکر قریب آیا میں نے جلدی جلدی سب کو گنا تا کہ میرا یقین منزل کمال پر پہنچے لیکن جب گنا تو کل نو سو ننیانوے (۹۹۹) تھے، میرے دل میں شکوک پیدا ہوئے، علیؑ نے کہا ہے ایک ہزار آئیں گے مگر یہ نو سو ننیانوے (۹۹۹) ہیں، میں بہت زیادہ حیران تھا، ایک بار میں نے نظر اٹھائی ہمت کی کہ علیؑ کے چہرے کو دیکھ سکوں، میں نے دیکھا تو علیؑ میری طرف دیکھ رہے تھے، علیؑ نے کہا ابن عباسؓ پریشان نہ ہو نو سو ننانوے (۹۹۹) ہیں یہ، تمہارے دل میں شک آ گیا ہے میری طرف سے کہ ایک کم ہے، اب ذرا سامنے کی طرف دیکھو!، ابن عباس کہتے ہیں میں نے ریت کے ٹیلے کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا ایک خوبصورت انسان، سیاہ گھونگریالے بال، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، کمر میں تلوار لگائے سفید لباس، سر پر کالا عمامہ بندھا ہوا، جھومتا ہوا

آرہا ہے، چہرے پر وجاہت اور شجاعت کے آثار نمایاں تھے، علیؑ نے کہا دیکھو ابن عباس وہ ہزارواں آگیا یہ اس لشکر کا سردار ہے، وہ شخص قریب آیا، پورا لشکر اُسے دیکھنے لگا، حضرت علیؑ کے قریب آیا، حضرت علیؑ کو پہچان گیا تھا، علیؑ نے کہا اویس قرنیؓ تم آگئے، اب یہ بتاؤ جو واقعہ گزرا ہے تم بیان کرو گے یا میں بیان کروں،؟ اویس قرنیؓ فرطِ مسرت سے مسکرائے اور کہا یا علیؑ آپ بیان کیجئے، علیؑ نے فرمایا، اویس قرنیؓ تم فرات کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنے کپڑے دھورہے تھے۔ ایسے میں تم نے جنگی باجے بجنے کی آواز سنی، اویس قرنیؓ نے کہا آپ نے سچ فرمایا، علیؑ نے کہا تم نے آگے بڑھ کر کسی سے پوچھا یہ کس کا لشکر ہے، تمہیں بتایا گیا کہ معاویہ نے بغاوت کی ہے اور علیؑ سے لڑنے پر تیار ہے، یہ علیؑ کا لشکر ہے جو صفین جارہا ہے، تم نے اپنا کام چھوڑا اور کہتے ہوئے چلے کہ ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے کہ علیؑ کی پیروی میں لڑ کر میدانِ جنگ میں شہادت حاصل ہو۔ سنئے یہ ہے عظمتِ صحابہ، تقریروں میں اویس قرنیؓ کا ذکر ہوتا ہے، تاریخ کی کتابوں میں اویس قرنیؓ کے بہت سے فضائل موجود ہیں، اہلسنّت والجماعت اویس قرنیؓ پر جان دیتے ہیں،

مسلمان بتائیں کہ اویس قرنیؓ کس کی پیروی کرتے تھے،؟ محبت علی میں سرشار تھے، علیؑ کی بیعت میں تھے، یہی فرق ہے ہم میں اور عام مسلمانوں میں، مسلمان اویس قرنیؓ کی پیروی کرتے ہیں، ہم اس کی پیروی کرتے ہیں جو اویس قرنیؓ کا آقا و مولا تھا۔

اویس قرنیؓ عابد و زاہد صحابی ہیں، ایک رات سجدے میں جا کر کہتے ہیں علیؑ کی محبت میں جو لمحے گزر جائیں وہ عبادت ہے، بہت سے لوگ عبادت کی باتیں کرتے ہیں، اویس قرنیؓ سے پوچھو ولایت علیؑ کیا ہے، آج کا کوئی بھی عبادت

گزار اویس قرنیؓ کی طرح نمازیں پڑھ سکتا ہے، اُن کی طرح سجدے کر سکتا ہے، اویس قرنیؓ نے ولایت علیؑ، محبت علیؑ کے لئے تمام عبادتیں چھوڑ دیں اور صفین کے میدان میں پہنچ گئے، علیؑ کے پیچھے پیچھے چلے، علیؑ نے کہا، اویس قرنیؓ! تم نے میری بیعت کب کی تھی، اویس قرنیؓ نے جواب دیا، مولاؑ! جب تصور میں حضرت رسولؐ خدا کی بیعت کی تھی تو اُسی وقت امامت پر آپ کی بھی بیعت کر لی تھی، حضرت علیؑ نے فرمایا، اویس قرنیؓ، بیعت کی نیت کیا کی تھی، کہتے ہیں، یا علیؑ میں نے نیت کی تھی کہ محبت علیؑ میں قتل کیا جاؤں تو یہ عین عبادت ہے،"۔

مورّخ کہتا ہے اویس قرنی بزمِ رسولؐ میں نہیں بیٹھے اس لئے وہ صحابی تو نہیں ہیں وہ تابعی ہیں، میں کہتا ہوں ایسا تابعی اُس صحابی سے بہتر ہے جو بزم نبیؐ میں بیٹھے اور علیؑ کی عظمت کو نہ سمجھے، یہ دور رہ کر رسالت کو بھی سمجھے اور ولایت و امامت کو بھی سمجھے، یہ رسولؐ اور وصی رسولؐ سے محبت کرتے تھے۔

جب معاویہ کے لشکر والوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے لشکر میں عمار یاسرؓ اور اویس قرنیؓ دونوں موجود ہیں تو پورے لشکر میں کھلبلی مچ گئی، ۲۳ صحابی، رسولؐ خدا کے معاویہ کے لشکر سے نکلے اور حضرت علیؑ کے لشکر میں یہ کہتے ہوئے شامل ہوگئے کہ جدھر اویس قرنیؓ ہیں حق اُدھر ہے، شام کے لشکر کو اتنا بے خبر رکھا گیا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کی امامت و عظمت کو نہ سمجھ سکے لیکن رسولؐ خدا کے صحابی بھی حضرت علیؑ کی معرفت نہیں رکھتے تھے، دیکھئے اویس قرنی اور عمار یاسرؓ کو حق کی میزان بنا کر علیؑ کی طرف آرہے ہیں۔

اویس قرنیؓ میدانِ جنگ میں آئے، منافقین کے مقابل راہِ حق میں تلوار کھینچی، شجاعت سے جنگ کرتے ہوئے، اپنی جان کا نذرانہ محبت علیؑ میں پیش کر دیا، حضرت علیؑ نے جس طرح عمار یاسرؓ کی لاش پر برستے تیروں میں

جنازے کے نماز پڑھی تھی اسی طرح ۱۴ صفر کی تاریخ تھی جب اویس قرنیؓ کے جنازے پر بھی نماز پڑھائی، شام سے ملا ہوا ایک مقام ہے جو صفین کے درمیان ہے اس کا نام ہے "رقہ" اُسی جگہ علیؑ نے اپنے ہاتھ سے اویس قرنیؓ کی قبر بنائی، عراق اور شام کی سرحد پر آج اویس قرنیؓ کا عظیم الشان مزار بنا ہوا ہے، مشہور جگہ ہے، مزار کے چاروں طرف خوش نما درخت لگے ہوئے ہیں، پر فزا مقام ہے، وہاں جا کر انسان کا دل خوش ہو جاتا ہے، دیر تک بیٹھنے کو جی چاہتا ہے، کیوں نہ ہو، ولایت علیؑ پر اویس قرنیؓ کو شہادت نصیب ہوئی ہے، کیا کہنا اویس قرنیؓ کی عظمت کا۔

قدرت اللہ شہاب جو حکومت کے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں، انھوں نے اپنی سوانح حیات لکھی ہے، کتاب کا نام ہے "شہاب نامہ" مہنگی کتاب ہے، سی ایس پی کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ پوری کتاب میں مذہبی حوالے سے صرف ایک بات لکھی گئی ہے اور اتنی اہم ہے کہ منبر کے موضوع میں شامل ہو رہی ہے، قدرت اللہ شہاب اہل سنت والجماعت ہیں، صحابہ کے چاہنے والے اُن کی بات کو غور سے پڑھیں، دعوتِ فکر ہے، قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں، میں ایک دن سرکاری دورے پر تھا، نماز کا وقت آ گیا، قریبی مسجد میں نماز پڑھنے داخل ہوا، جب نماز ختم ہوئی مسجد کا مولوی وعظ کرنے لگا، عام سی باتیں بیان ہو رہی تھیں، اچانک وعظ میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا تذکرہ ہوا تو میں ساکت ہو کر سننے لگا،

مولوی نے کہنا شروع کیا کہ حضرت پیغمبر اسلام جب اپنے اصحاب سے کسی بات پر ناراض ہو جاتے...... کون لکھ رہا ہے قدرت اللہ شہاب اپنی سوانح حیات میں جن کا عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے۔

جب بھی صحابہ کو حضرت رسولؐ خدا سے کوئی ضرورت پڑتی تو آپ کی ناراضی

کے سبب تمام اصحاب کو سرکارؐ دو عالم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر جانا پڑتا تھا، اصحاب کو معلوم تھا کہ ہماری عرضی قبول ہوگی حضرت فاطمہ زہراؑ کے وسیلے سے، جب حضرت فاطمہ زہراؑ صحابہ کی درخواست اپنے بابا کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں تو صحابہ کا کام ہو جاتا، (یہ آپ غور کر رہے ہیں صحابہ بھی محتاج ہیں حضرت فاطمہؑ کے وسیلے کے، براہِ راست جو وسیلہ ہے اُسے وسیلہ بنائیے، صحابہ کیا دیں گے)۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں یہ سن کر میری آنکھ میں آنسو آ گئے اور میں نے اپنے دل میں کہا، اے شاہزادیٔ دو عالم، اے عظیم نبیؐ کی عظیم بیٹی آپ کے ذریعے سے حضورؐ تک سب صحابہ کی درخواستیں پہنچتی تھیں اور قبول ہوتی تھیں، ہم بھی ایک درخواست آپ کے وسیلے سے حضور تک پہنچانا چاہتے ہیں اور ہم جواب کے امیدوار ہیں، ہم بہت دنوں سے یہ چاہتے ہیں کہ ایک ایسی راہِ حق اختیار کریں، جو ہم کو جنت تک پہنچا دے، ہم نے حضرت اویس قرنیؓ کے راستے کا انتخاب کیا ہے کیا یہ سچا راستہ ہے؟ (میں موضوع سے تو نہیں ہٹا)

اویس قرنیؓ کا راستہ، آپ اپنے بابا سے پوچھ کر بتائیے کہ کیا یہ راستہ حق ہے؟ میں اِسی راستے پر قائم رہوں؟ قدرت اللہ شہاب کہتے ہیں اس کے بعد میں مسجد سے باہر آیا، دل میں نیت کر چکا تھا،

سامعین! کیا عجیب و غریب واقعہ ہے کاش فرقہ وارانہ سوچ رکھنے والے تمام مسلمان "شہاب نامہ" میں اس واقعہ کو پڑھیں تا کہ یہ سمجھ میں آ جائے کہ معرفت کی منزلیں کیا ہیں۔

قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں کچھ دنوں کے بعد میرے بھائی جو جرمنی میں ہیں انھوں نے ایک جرمن خاتون سے شادی کی ہے وہ نہ اردو جانتی ہیں اور نہ

کہاایسا کچھ کرو کہ کچھ مہاجرین ہیں کچھ انصار ہیں کچھ بدریون ہیں اور کچھ تالیف قلوب والے ہیں کوئی ایسا نام ایجاد کرو کہ مہاجر وانصار و بدر والے، احد والے، خندق والے طلقاء سب ایک ہو جائیں کہا ایک لفظ ایجاد کرلو صحابہ رسولؐ۔ اب سمجھے لفظ کہاں سے آیا یہ بنی امیہ کی ایجاد ہے تاکہ چھپا دیا جائے درجات کو سب صحابہ، سب اچھے تو آپ نے حق چھینا بدر والوں کا، آپ نے مہاجروں کا حق چھینا، آپ نے انصار کا حق چھینا اور آپ نے سب کو برابر کر دیا گدھے گھوڑے سب برابر ہو گئے تو پھر یہ۔ کہیے صحابہ کمیونسٹ تھے، برابری کے قائل تھے، مساوات کے علمبردار لیکن نام میں اور درجوں، میں رتبوں میں آپ برابری کر سکتے ہیں علم تو نہیں گھٹا بڑھا سکتے تو علم والے تو سب سے افضل رہیں گے مہاجروں سے بھی افضل، انصار سے بھی افضل، بدر والوں سے افضل، وہ الگ نظر آئیں گے کہ جس کو جو علم مل جائے اب حضورؐ تو کائنات کا علم جانتے تھے آپ کہیں گے کہ وہ سارے علوم صحابہ میں آئے۔ ایک علم ہے جنابِ ذکر ہی نہیں ہوتا علم میں اس کا میں ذکر کروں گا آج اور وہ علم نہ ہو تو علم بے کار ہے مولاؑ نے فرمایا وہ کیا ہے حلم اور بغیرِ حلم علم بیکار ہے اور حلم کا پہلا عنصر ہے خوش مزاجی، مزاح، علم ہے اب لوگ اس کو پتہ نہیں کیا سمجھتے ہیں یہ علم ہے اور یہ علم بھی پیغمبرؐ کا ہے، پیغمبرؐ کے علم میں حلم تھا اور حلم میں مزاح تھا۔ عالم کی ایک پہچان ہے خوش مزاجی، موڈ کا اچھا ہو، موڈ اچھا نہیں تو نہ وہ علم پہنچا سکتا ہے نہ سمجھا سکتا ہے۔ استاد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اتنا خوش مزاج ہو کہ شاگرد علم اس طرح حاصل کریں کہ لگے ہم پہاڑ نہیں اٹھا رہے بلکہ پھول گلاب کا اُٹھا رہے ہیں۔ جب تک خوش مزاجی نہ ہو گی لوگ پھٹکیں گے بھی نہیں قریب استاد کے اور سخت مزاجوں سے تو یوں ہی لوگ بھاگتے ہیں، ارے صاحب بدمزاج ہیں، کون ان سے بات کرے، لوگ پھٹکتے

نہیں تو حضورؐ میں خوش مزاجی تھی اور خوش مزاجی کیسے آتی ہے یہ اچھے عادات واطوار اور تہذیب و ادب سے آتی ہے۔ ادب نہیں، تہذیب نہیں تو خوش مزاجی نہیں۔ اب جو ادب و تہذیب و ثقافت سے ناواقف ہیں ان میں خوش مزاجی کیسے آئے گی، ان کے چہرے دیکھیئے خوش مزاجی نہیں ہے۔ کُھرے فضائل پڑھتے پڑھتے خود ہی آ گئے مصائب پر کہنے لگے اب مصائب بھی سن لیجیے معلوم ہوا کہ خوش مزاجی نہیں ہے۔ ربطِ مصائب نہیں جانتے۔ چہرے پر ایک سختی ہے، مزاج میں سختی، ہاتھ پیر میں سختی، وہ کیوں؟ اس لئے کہ عام طور سے پہاڑوں پہ رہنے والے سخت مزاج ہوتے ہیں، صاحب یہ کتابوں میں لکھا ہے آپ کیا سوچ رہے ہیں دیکھیئے تہذیب کے بارے میں یہ ہے کہ جہاں ترائی ہوگی، جتنا نشیب ہوگا، جتنی وادی ہوگی وہاں تہذیب کا ارتقا ہوگا اور جیسے جیسے اونچائی ہوتی جائے گی، بلندی ہوتی جائے گی، تہذیب ختم ہوتی جائے گی عرب میں سب پہاڑ، سب اونچائیوں پر رہتے تھے مکہ وہ جگہ ہے کہ جو گہرائی میں وادی میں تھا اس لیے ابراہیمؑ کو حکم دیا ہاجرہؑ کو وہاں لے جاؤ ایک ماں تہذیب بنائے، زبان بنائے، ادب بنائے ہاجرہؑ بی بی نے تہذیب بنائی نام ہاجرہ پڑا تو اب ہجرت والی تہذیب کو مہاجرت کہتے ہیں، بانی ہجرت کی ہاجرہ ہیں، زبان جب بیٹے کو سکھائی تو تہذیب کی زبان بنی ہے تو پھر وہیں سے محاورہ بنا مادری زبان، زبان ماں سے ملتی ہے، زبان ماں کی طرف سے ملتی ہے اب رسولؐ سے پوچھو زبان کس ماں سے سیکھی ہے، کہیں گے فاطمہؑ بنتِ اسدؑ کی گود میں اور قرآن رسولؐ کے لہجے میں اترا، گویا فاطمہؑ بنتِ اسدؑ کے لہجے میں اترا میں اکثر حیران ہوتا تھا کہ اکثر اللہ آیتیں اتارتے اتارتے عورتوں کی زبان کیسے بولنے لگتا ہے تہذیب میں جب تک عورت کی زبان نہ آئے زبان نہیں بنتی اس لیے مادری زبان کہتے ہیں کہ

محاورۂ خواتین کا ہونا لازمی ہے زبان میں "**تبت یدا ابی لهب**" اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اللہ بولتا ہے عورتیں بولتی ہیں تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اللہ کرے یہ تو عورتیں بولتی ہیں پتہ چلا بنی ہاشمؑ کے گھر کی عورتیں جو محاورے بولتی تھیں اللہ وہی بولتا ہے اور یاد رکھیے گا پورا شہر۔ میں ادب سے سمجھا رہا ہوں آپ کو ظاہر ہے کہ عربی میں نہیں الجھنا چاہتا۔ آپ کے برصغیر سے سمجھا رہا ہوں۔ دکن، دہلی، لکھنؤ مرکز تین ہیں۔ کیوں ہیں اس لیے کہ یہ تینوں علاقے ہندوستان میں اپنے اپنے صوبے میں نشیب میں ہیں اور تمام یورپ کے دانش وروں کا کہنا ہے کہ پورے یورپ میں صرف فرانس نشیب میں ہے تو پورے یورپ میں صرف فرانس کی تہذیب مرکزی ہے اور جتنے نشیب ہیں دنیا میں اور جو ان کی تہذیب ہے، تہذیب چاہے ہزاروں میل دور ہو لیکن سطح میں ملتی جلتی نظر آتی ہے۔ اب بنی ہاشمؑ کی تہذیب دیکھیے یا فرانس کی تہذیب یا لکھنؤ کی تہذیب سارے عادات ملتے جلتے ملیں گے صرف ایک مثال دے دوں یعنی قرآن اترا بنی ہاشمؑ کی زبان میں، تہذیب وہاں بنی مکے کی وادی میں، بنانے والے بنی ہاشم تو آپ کہیں گے کہ لکھنؤ سے کیا اس کی مثال۔ سنیئے میں امریکہ میں تقریریں کر رہا تھا تو جوانوں نے کہا صاحب یہ آپ کی اتنی اچھی اچھی چیزیں ہیں ان کو انگلش میں (Explain) ہونا چاہیے میں نے کہا میرے پاس وقت نہیں تو خیر میرے بڑے بھائی صاحب محسن اختر نقوی وہاں موجود ہیں نیوجرسی میں وہ میری تقریر کو انگلش میں تلخیص کر کے مجلس میں روز سنا دیتے تھے اس طرح سب کو معلوم ہوتا تھا لیکن میں نے دوسرے دن کہا کہ آپ کسی زبان میں کسی دوسری زبان کی چیز کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور یاد رکھیے آپ امریکہ میں رہیں یا کہیں بھی کسی ملک میں رہیں دو زبانیں آپ کو سیکھنا پڑیں گی۔ اگر آپ دینِ حق میں رہنا چاہتے ہیں اس

لیے کہ اگر عربی نہیں سیکھی تو قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا اور اگر اردو نہیں سیکھیں گے تو آلِ محمدؐ سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ دو زبانیں ہر انسان کو سیکھنا پڑیں گی قیامت تک اس لیے کہ اہل بیتؑ کی سب سے زیادہ خدمت دنیا میں صرف اردو نے کی ہے عربی کو پیچھے چھوڑ دیا، فارسی کو پیچھے چھوڑ دیا اردو نے کیسے۔ میر انیسؔ مرثیہ پڑھ رہے تھے سب نے واہ واہ کی اور بڑی داد ملی جب مرثیہ ختم ہوا، اس دور کے عالم علامہ مفتی میر محمد عباس صاحب جو مجلس میں موجود تھے انیسؔ ان کے پاس گئے کہا سرکار آپ کو کیا مرثیہ پسند نہیں آیا کہا میں کیا داد دیتا میں تو مرثیہ سن کر کھو گیا آپ کی زبان میں، میں کیا داد دوں، اگر ہندوستان میں قرآن نازل ہوتا تو آپ کی زبان میں اترتا۔ وہ بنی ہاشمؑ کی زبان یہ انیسؔ کی زبان، اب ان عظمتوں کو وہی لوگ سمجھیں گے جو ان باریکیوں کو جانتے ہیں جنھوں نے انیسؔ کو پڑھا ہے پرکھا ہے سنا ہے۔ تو بڑی عجیب باتیں ہیں یہ میں سید ماجد رضا عابدی صاحب کے گھر پر پڑھ چکا پانچ مجلسیں، زبان اور لسانیات کے حوالے سے قرآن اور اردو کے موضوع پر، اس کے کیسٹ موجود ہیں وہ سنیں تو ساری باتیں آپ کی سمجھ میں آجائیں گی۔ اس موضوع کو یہاں نہیں چھیڑنا، بتانا یہ ہے کہ پورے عرب میں تہذیب صرف بنی ہاشمؑ کی تھی اور اسی کی تقلید لوگ کرتے تھے جہاں تہذیب بنتی ہے۔ تقلید ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو اہل زبان ہوتے ہیں، تقلید بنی ہاشم کی ہوتی ہے صحابہ نے کون سی تہذیب بنائی ہے جو ہم تقلید کریں۔ کوئی افریقہ سے آیا، کوئی یمن سے آیا، کوئی ایران سے آیا، کوئی توران سے آیا، کوئی کہیں سے آیا جانوروں کی بولیاں (Zoo) میں مل کر بولنے لگے ایک بھی بولی سمجھ میں نہ آئی تو کیا چلیں ان کے پیچھے۔ بلالؓ آیا ہے حبشی زبان بول رہا ہے ،سلمانؓ ایرانی بول رہے ہیں، صہیب رومی آئے وہ رومی بول رہے ہیں کوئی

ترکی سے آیا ترکی بول رہا ہے اسلم ترکی اور سب جمع ہو گئے ہیں، کھچڑی پک رہی ہے تو ان کے کیا پیچھے چلیں جناب، قومیں، نسلیں الگ الگ یہ دوسری بات ہے حضورؐ نے یہ کہہ دیا کہ کسی کو رنگ و نسل سے فوقیت نہیں ہے تقویٰ معیار ہے تو تقویٰ اگر معیار ہے تو ہم نے سات کو چنا ہے ان سے زیادہ اگر کسی کا تقویٰ ہو تو ہم کو دکھا دے۔ چیلنج ہے تمام عالمِ اسلام کو کہ سلمانؓ، ابوذرؓ و عمارؓ و مقداد و حذیفہ و ابوایوبؓ انصاری اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے بڑھ کر کسی کا صحابہ میں تقویٰ ہو تو ایک نام بتا دے۔ نہیں ہے قسمیہ کہہ رہا ہوں کہ تقوے میں ان سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکا۔ اویسؓ قرنی جس نے حضور کو دیکھا نہیں اس سے کوئی تقوے میں آگے نہ بڑھ سکا تو انہوں نے تو دیکھا تھا تو تقوے کا کیا عالم ہوگا سمجھ رہے ہیں نا آپ ہم کیسے تقلید کریں اور جناب قرآن کے خلاف کیسے کام کریں۔ آپ پکارے جائیں صحابہ کے پیچھے چلو ان کا اتباع کرو تحقیق کر لیجیے تاریخ عالم میں، انبیا کی تاریخ میں، پورے قرآن میں، ہر پیغمبرؑ آیا لیکن کہیں توریت میں انجیل میں زبور میں اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ موسیٰؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا، ابراہیمؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا نوح کے صحابہ کا اتباع کرنا، عیسیٰؑ کے صحابہ کا اتباع کرنا بلکہ یہی کہا گیا موسیٰؑ کی اولاد، ابراہیمؑ کی اولاد، نوحؑ کی اولاد۔ کسی پیغمبرؑ کے لیے اللہ نے نہیں کہا نوحؑ کے بھی صحابہ تھے، ابراہیمؑ کے بھی صحابہ تھے، موسیٰؑ کے بھی صحابہ تھے، عیسیٰؑ کے بھی صحابہ تھے، یعقوبؑ کے بھی صحابہ تھے، یوسفؑ کے بھی صحابہ تھے، یحیٰؑ کے بھی صحابہ تھے، ذکریاؑ کے بھی صحابہ تھے، سلیمانؑ کے بھی صحابہ تھے، داؤدؑ کے بھی صحابہ تھے، صحابہ وہ جو ہر وقت ساتھ رہیں کسی کا گدھا ساتھ ہے کسی کا گھوڑا ساتھ ہے۔ تقلید کرنے پہ آتے تو کیا جانوروں کی تقلید کرنے لگتے اس لیے اللہ نے نہیں کہا صحابہ کی تقلید نہیں، اولاد کی تقلید اور اللہ کو کیا سمجھتے ہیں۔ کوئی

محدث ہے، کوئی مورخ ہے یا اپنا جیسا آپ نے سمجھ رکھا ہے اللہ میاں کو کیا سمجھا ہے آپ نے بس نہیں آپ کا کہ جیسے رسولؐ کو آپ نے کہہ دیا کہ ہمارے جیسے تھے تو آپ شاید یہ بھی کہہ دیں کہ اللہ ہمارا جیسا ہے۔ مجھ کو تو یہی خطرہ ہے کہ تھوڑے دنوں میں یہ کہا جائے گا کہ اللہ ہم جیسا ہے کیا میں نے غلط جملہ کہہ دیا ارے صاحب دیکھیے تا مسلم و بخاری و فلاں و فلاں۔ وہ آئیں گے کون، اللہ میاں محشر میں سونے کی کرسی پہ آ کے بیٹھیں گے دیکھیے کیا بنایا ہم جیسا اور دونوں طرف کا گوشت کرسی سے لٹکتا ہوگا اور عرش چر چرا رہا ہوگا اللہ میاں کے وزن سے، اللہ ہم جیسا یہ بس روایت عام نہیں ہو پا رہی ورنہ سب کو معلوم ہو جائے اللہ ہم جیسا اور آخر میں جہنم میں اللہ اٹھا اٹھا کر پھینکتا جائے گا یعنی ملائکہ سب مر جائیں گے اس دن سارا کام اللہ کو اپنے ہاتھ سے، بھٹی میں آگ بھی جھونکنا پڑے گی اور یہ اٹھا اٹھا کے ڈالنے پڑیں گے اللہ کو، خود ہی وہ ڈالتا جائے گا، جہنم کہتا جائے گا اور اور اور یہاں تک کہ سارے انسان ختم ہو جائیں گے اور جہنم کہے گا اور آخر میں اللہ میاں اپنی ایک ٹانگ جہنم میں ڈال دے گا تب جا کے جہنم چپ ہوگا یعنی ہم جیسا تو چوں کہ ہم کو جہنم میں جانا ہے تو اللہ کی ٹانگ بھی جہنم میں کھینچ ہی لی تو یہ تو عالم ہے اللہ کا اور یہ عالم نبیؐ کا تو اب صحابہ کو کہاں لے جائیں اب، آپ پکار رہے ہیں صحابہ کا احترام کروارے آپ اللہ کا احترام نہیں کرتے ہم سے کہہ رہے ہیں صحابہ کا احترام کرو۔ آپ نے اللہ کو اپنا جیسا سمجھا ہے تو وہ یہ کہہ دیتا ہاں موسیٰؑ کے صحابہ کا اتباع کر لو ابراہیمؑ کے صحابہ کا اتباع کر لو، کیوں کہہ دیتا؟ اگر وہ یہ کہہ دیتا تمام انبیاؑ کے لیے تو سنت میں تبدیلی آ جاتی، کمزوری پیدا ہو جاتی اگر ہر نبیؑ کے صحابہ کا اتباع کروا دیتا تو ایک نبیؑ ایسا ہے جس کا کوئی صحابی نہیں وہ آدم ہے، اولادِ آدم کا دین اولاد سے چلا، صحابہ سے دین نہیں چلا

انسانیت اولاد سے چلی ہے یا صحابہ سے۔ کیا چاہتے ہیں آپ۔ دوستوں سے چلے گا دین، دین بھی کیا پڑوسیوں سے چلائیں گے آپ، کیا چاہتے ہیں آپ۔ ذرا سوچیے آپ کیا کہہ رہے ہیں، دین اولاد سے چلتا ہے مباہلے نے بتا دیا۔ مباہلے نے قرآن میں سورۂ آل عمران میں تو دین اولاد سے چلتا ہے صحابہ سے نہیں چلتا اگر صحابہ سے چل رہا ہوتا تو پھر ہر نبیؑ کے لیے حکم دے دیا جاتا، نہیں، ہاں جو آئے دائرۂ اسلام میں چوں کہ آغاز تھا نبیؐ نے احترام کیا اور احترام جو بڑھایا نبیؐ نے ایسے نہیں کہ جو آ گیا اس کا احترام کرنے لگے نہیں، جس کا جتنا تقویٰ بڑھتا گیا اس کو نبیؐ قریب کرتا گیا اور قریب اور قریب، تقویٰ یہاں تک پہنچا کہ دو لاکھ میں سے صرف ایک کو کہا سلمانؓ منا اہل بیت۔ ایک کہ دروازے کے قریب آ گیا، جب سلمانؓ تک آئیں تو آپ کو اس جملے کا راز پتہ چلے گا کیا مطلب ہے اس کا سلمان منا اہل بیت نہیں رسولؐ نے بتایا دور ہو، نہ ہم نے اس کو دیکھا ہو نہ اس نے ہم کو دیکھا ہو اس کے باوجود وہ ہمارا ہو جاتا ہے یہ قیامت تک کے لیے رسولؐ نے سند دے دی کہ بغیر دیکھے محبت کیسے ہوتی ہے اویسؓ قرنی کے ذریعے سے بلکہ رسولؐ نے بتایا کہ تم آ گئے ہم تم کو اس طرح رکھیں گے کہ غصہ نہیں گرمی نہیں۔

یعنی صحابہ نے وہ وہ خطائیں کی ہیں کہ کتابیں بھری پڑیں ہیں لیکن واہ رے ہمارا نبیؐ۔ خدا کی قسم صرف یہ ایک احسان عالمِ اسلام ہمارے نبیؐ کا مانتا رہے، خطاؤں پر خطائیں کیوں معاف کر دیتے۔ ارے بھائی زیادہ عمر تو وہاں گزری ہے عادی ہیں کبھی کچھ کبھی کچھ اسی لیے ڈاکٹر اقبالؔ کو کہنا پڑا۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اب ہو گئی خطا مسجد کی ٹکر پہ مسجد بنالی اقبالؔ نے کیا کہا یہ یاد رہے کہ اقبال کے دادا پردادا سب ہندو پنڈت تھے کشمیری سب بت پرست لوگ تھے ان کے دادا مسلمان ہوئے تھے۔

من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا
حضور کو پتہ ہے کہ یہ آستینوں میں کیا ہے
بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

اور ایک جگہ تو کہہ دیا

سومنات اندر سراست

ان مسلمانوں کے صحابہ کے سروں میں پورا سومنات تھا اور سومنات کا بڑا عجیب راز ہے۔ آپ کو نہیں معلوم جب فتح مکہ ہوئی تو ابوسفیان کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ بت سارے توڑے جائیں گے تو اس نے جو اس کا خاص بت تھا منات، اور وہ سونے کا تھا بڑا قیمتی بت۔ تو فتح مکہ سے پہلے اونٹ پہ لاد کر ہندوستان پہنچا یا ابوسفیان نے منات، سومنات، ہندوؤں نے، سوم یعنی مندر منات۔ بت، جس مندر میں اس کو رکھا مقناطیس کے ذریعے اس کو ٹانگ دیا تھا اور تقریباً پچیس بت جو سونے اور چاندی کے تھے ابوسفیان نے حبش بھجوائے تھے کیوں جب موقع ملے گا واپس لائیں گے رسولؐ نے یوں خلافت کے بت میں پھنسایا کہ ہندوستان سے بتوں کو لانا بھول گئے یہ ہے جناب خلافت کا راز ورنہ یہ سارے بت واپس آ جاتے رسولؐ کی بصیرت دیکھیے کہ موقع ہی نہیں ملے گا تمہیں کہ تم سومنات لاؤ نہیں تم سب بھول جاؤ گے ایک ہی بت یاد رہے گا تمہیں۔ آج تک دماغ میں وہی بت ہے جہاں ملک میں حکومت بنے ہم ہوں یہ نہ ہوں اچھا صاحب آپ ہی سہی بت پرستی آپ کو مبارک خلافت کا بت حکومت کا بت اس

کی ہوس آپ کو مبارک ہم کو یہ ایمان مبارک راہ حق مبارک یہ کسی کو نصیب نہیں یہ ہمارے پاس ہے تو رسولؐ نے دیکھی حرکتیں سب کی لیکن یوں آنکھ پھیر لیتے اگر بات بات پر غصہ ہو جاتے تو جو لقب یہ ملا تھا رحمۃ اللعالمین اور پھر عدل اور پھر ہمارا نبیؐ سب سے افضل تو کوشش کی جاتی تھی کہ غصہ دلایا جائے مگر واہ رے رسولؐ وہ خوش مزاجی، اب دیکھیئے حضورؐ کے ایک غلام ہیں سفینہ اب یہ تو چوں کہ ادب، زبان، تہذیب، مزاج کے جملے آرہے ہیں صاحبان ادب خوب سمجھیں گے کوشش میں کرونگا سب سمجھیں۔ سفینہ۔ انکو حضورؐ نے خریدا تھا حضرت ام سلمٰی کی خدمت کے لیے ان کے در پہ یہ ملازم تھے تو صحابی بھی غلام بھی جیسے بلال۔ ایک لڑائی میں جارہے تھے حضورؐ کہ سفینہ بیچارے ایک آدھ دوستوں کا سامان انہوں نے لادلیا اب کسی نے دیکھا سفینہ فلاں کا سامان لیے ہوئے ہیں ایک اور گیا اے سفینہ ہمارا بھی سامان لے لو ایک اور صحابی آئے اے سفینہ ہمارا بھی سامان، اور لیجیے بیچارا اتنا لدگیا کہ اس کا چلنا مشکل ہو گیا حضورؐ نے دیکھا اب یہ شرارت ہو رہی ہے سفینہ کے ساتھ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا موڈ خراب ہو جائے کہ غلام سمجھ کے سب نے۔ حضورؐ قریب گئے۔ ہاں ان کا نام سفینہ نہیں ہے نام ان کا بعض لوگ کہتے ہیں مہرانؔ یا رومانؔ یا عبسؔ اسلام لانے سے پہلے ان کا نام سقبہؔ بن مارقنہؔ تھا حضورؐ قریب آئے اور کہا کہ تم تو اس وقت سفینہ لگ رہے ہو اور اسی وقت کہا جاؤ ہم نے تمہیں آزاد کیا۔ آزاد ہو گئے غلام رہے نہیں اب ظاہر ہے سب کو اپنا اپنا مال واپس لینا پڑا یہ ہے حضورؐ کا مزاج۔

ایک شخص آیا اس نے کہا سرکار ہمارے پاس سواری نہیں۔ کیسے کیسے صحابی تھے اور ایک ایک کو Face کرنا یہ حضورؐ کا کام تھا۔ انہوں نے کہا ایک اونٹ چاہیے حضورؐ نے کہا ہم تمہیں اونٹ کا بچہ دیں گے اس نے کہا میں اونٹ کا بچہ کیا

کرونگا میں تو اونٹ مانگ رہا ہوں کہا عجیب آدمی ہو اونٹ اونٹنی کا ہی تو بچہ ہوتا ہے۔ یہ ہے حضورؐ کا مزاج۔ اب دیکھتے جایئے۔ یہ سب صحابہ نہیں۔

ایک شخص آیا۔ صحابی۔ کہا بھئی تم سے پہلے بھی کہا ایک کام تم بھول جاتے ہو، کہا سرکار کیا بتائیں حافظہ کمزور ہے کہا اچھا اب یاد رکھنا عجیب جب خوب دور نکل گیا تو حضورؐ نے کہا اے دو کانوں والے بھولنا نہیں گھبرا کے اس نے اپنے دونوں کان دیکھے چھوئے بس جب تک کام نہیں کرلیا بار بار کان دیکھتا تھا دو کانوں والے، دو کان تو سب کے ہی ہوتے ہیں یہ حضورؐ کا ادب یہ حضورؐ کا مزاج۔ کس طرح ان جنگلیوں اور بدوؤں کے ساتھ آپؐ نے زندگی گزاری ہے۔

یہاں صحابہ چاروں طرف بیٹھے ہیں۔ جنگل سے آئے ہیں صحرا سے آئے ہیں بدو ہیں چرواہے ہیں بکریاں چرانے والے لیکن کیا کہنا حضورؐ کا تہذیب سکھا رہے ہیں تہذیب بتا رہے ہیں۔

ایک دن ایک بڑھیا گھس آئی مسجد میں، صحابیہ تھی، ہاں ابھی صحابیات کا تو ذکر ہی نہیں آیا یہ بھی ایک شعبہ ہے۔ صحابیہ کہنے لگی سرکار دعا کیجیے میں جنت میں جاؤں، حضور اکرمؐ نے کہا بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، ارے بے چاری مسجد نبویؐ سے نکلی دو ہتھڑ سینے پہ مار کر زانو پیٹ پیٹ کر چورا ہے پر بیٹھ کر رونے لگی ادھر سے آگئے بلال، کہنے لگے بڑی بی کیوں رو رہی ہو، کہا حضورؐ نے کہہ دیا بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، بلال نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم ابھی جا کر حضورؐ سے کہتے ہیں، گئے کہا سرکار بڑھیا رو رہی ہے آپ نے اس کو جنت سے مایوس کر دیا کہا بھاگ جا کالا بھی جنت میں نہیں جائے گا، ارے لیجیے قیامت آگئی اتنا وفادار ملازم بلالؓ آئے بڑھیا کے پاس کہا تیری تو قسمت پھوٹی میری بھی پھوٹی بڑھیا بھی نہیں جائے گی کالا بھی نہیں جائے گا، اتنی دیر میں حضورؐ کے چچا عباسؓ

بن عبدالمطلب آ گئے دیکھا بڑھیا بھی بین کر رہی ہے بلالؓ بھی رو رہے ہیں کہا بھئی تم لوگ کیوں رو رہے ہو، بڑھیا نے کہا حضورؐ نے کہہ دیا بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، اور بلال تم کیوں رو رہے ہو، بلال نے کہا حضورؐ نے کہا کالا بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ عباس نے کہا اچھا میں حضور کے پاس جاتا ہوں گئے کہا سرکار وہ بڑھیا اور بلالؓ رو رہے ہیں کہا جایئے بڈھا بھی جنت میں نہیں جائے گا عباسؓ بھی وہیں آ کر بیٹھ کر رونے لگے ایک بڑھیا رو رہی ہے ایک کالا رو رہا ہے ایک بڈھا رو رہا ہے اب حضرت علیؑ ادھر سے آئے کہا بھئی یہ کیوں رو رہے ہیں بلالؓ تمہیں کیا ہوا اور بڑی بی تم کو کیا ہوا اور چچا آپ کو کیا ہوا۔ کہا حضورؐ نے کہہ دیا نہ بڑھیا جنت میں جائے گی نہ بڈھا نہ کالا۔ علیؑ نے کہا "پریشانی کیا ہے" اب جو مزاج نبوتؐ سمجھے دیکھیے جملہ یہ ہے نہ بڈھا مزاج نبوتؐ سمجھتا تھا نہ بڑھیا۔

"حضرت علیؑ نے فرمایا پریشانی کیا ہے بڑھیا بڈھے جوان ہو کر جائیں گے کالا گورا ہو کر جنت میں جائے گا"۔ جیسے ہی علیؑ مسجد میں آئے رسولؐ مسکرائے کہا علیؑ تمہارے علاوہ کون بتا سکتا تھا یہ ہے مزاج نبیؐ کو سمجھنا۔

اب دیکھیے ایک کیٹگری ہے اصحاب میں۔ اصحاب صفہ جمعہ کے اڈیشن میں جنگ میں بڑا لمبا چوڑا مضمون ہوتا ہے اصحاب صفہ۔ سارے عرب کے جتنے مسکین فقیر تھے سب آ کر صحابی بن گئے اب بتایئے انصار کے پاس کہاں اتنے مکان ہیں اب یہ تو زمانہ تھا نہیں کہ کورنگی بن جاتی، لانڈھی بن جاتی، اورنگی بن جاتی تو یہ زمانہ کہاں تھا کہاں سے مکانات بنتے کہاں سے باغات آتے کہاں سے کھانا پینا ہوتا۔ حضورؐ نے مسجد نبوی میں ایک بڑا سا چبوترہ بنوا دیا کہا رات کو اس پر سو جتنا مال غنیمت آئے گا ہم مہاجرین کو نہیں دیں گے سب تمہارے لیے شہد، کھجوریں، کھانا، عالم یہ تھا کہ حضورؐ جس وقت وضو کرتے تھے اور چلو سے پانی

ڈالتے تو اصحاب صفہ آپ کی ریش مبارک کے نیچے ہتھیلیاں پھیلاتے اور ایک ایک قطرہ چاٹتے جاتے اور کہتے تھے سرکار اس سے بھوک مٹتی ہے یہ عالم تھا بھوک کا ان سب کے سردار ہیں ابو ہریرہ صحابی رسولؐ اب انہی سے سنتے جایئے بھوک کا یہ عالم تھا اتنا ہم لوگ پریشان مسکین ایک ہی چادر اسی کو اوڑھنا اسی کو بچھانا اسی میں سو جانا، فاقے پہ فاقہ ہوتا، تھر تھر کانپتے تھے فاقے سے اور کبھی ان سے کہنا کبھی ان سے کہنا لیکن کہتے ہیں کہ بس ایک سخی ایسا تھا کہ جو شہد سے بھری مشک کا دہانہ کھول دیتے تھے ہم لوگ پانی کی طرح شہد چلّو سے پیتے تھے کہنیوں سے شہد ٹپکتا تھا اور یوں جعفرؓ طیار ہم سب کو شہد پلاتے تھے اب دیکھیے ابو ہریرہ فرما رہے ہیں کہتے ہیں، یہاں تک کہ ہم لوگوں کا پیٹ۔ جنابِ یہاں اتنا ذرا سا شہد چاٹ لیجیے پیٹ بھر جائے وہاں اصحاب مشکوں شہد پی جاتے تھے کیسے پیتے تھے ارے کیسے بھوکے تھے اور اب کہتے ہیں ابو ہریرہ کہ یہ عالم تھا کہ مشک ختم ہو جاتی اور ہمارا پیٹ نہیں بھرتا تھا تو جعفرؓ طیار اپنی نیام سے تلوار نکال کر مشک کو چاک کر دیتے تھے اور ہم سب اس کو چاک کر کے چمڑے کو چاٹتے تھے جب تک چمڑا بالکل صاف نہ ہو جاتا ہم چاٹتے رہتے۔ یہ ابو ہریرہ نے فرمایا ہماری ذمہ داری نہیں ہے اور مورخین نے لکھا ہے۔ تو یہ اتنے بھوکے اصحاب تھے۔ اب جب ان کے پیٹ بھر جائیں گے غدیر کے بعد۔ اب تاریخ سے پوچھیے جب سیر ہو گئے تو جعفرؓ طیار کے بھائی کو بھول گئے ابو طالب کا دوسرا بیٹا نہیں یاد رہا یہ عالم ہو گیا یہ آخری حد ہے شہر آشوب لکھتے ہیں کہتے ہیں ایک دن ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں اتنا بھوکا تھا کہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا حضورؐ کے پاس گیا پتہ چلا آپکے بھی پیٹ پر پتھر بندھا ہے انہوں نے کہا تین دن سے میں نے بھی نہیں کھایا ابو ہریرہ کہتے ہیں اب میں کیا کرتا۔ دیکھیے صاحب نہ کھائے تو اصحاب

کیسے کھا سکتے ہیں لیکن کیسے بے صبرے اصحاب تھے کہ صاحب بھوکا ہے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا میں مسجد سے نکلا دیکھا حضورؐ کا جوتا رکھا ہے میں نے جوتا اٹھایا اور ایک یہودی کے پاس لے جا کر رہن رکھ دیا اور اس کے پیسے سے میں نے کھجوریں خریدیں اور مسجد کے دروازے پر آ کر مزے سے میں نے خوب کھجوریں کھانا شروع کیں۔ اب وہ لگائی بجھائی والے تھے انہوں جھٹ کان میں حضورؐ کے کہہ دیا۔ حضورؐ آپ کی جوتیاں چوری ہو گئی ہیں۔ حضورؐ کو پتہ چل گیا تھا۔ ابو ہریرہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے کان تک بات پہنچ چکی ہے، تیار بیٹھے تھے کھجوریں کھائے جا رہے ہیں جلدی جلدی حضورؐ باہر نکلے کہا ابو ہریرہ کیا کھا رہے ہو کہا سرکار کی جوتیاں۔ حضورؐ مسکرائے کہا ٹھیک ہے کوئی اور ہوتا تو جوتیاں چوری ہو جانے پر۔ ذرا یہاں کسی کی مسجد میں ہو جائیں چوری اس کا موڈ دیکھئے گا کیسے چور آ گئے ہیں اور پکار پکار کے کہے گا۔ چاہے وہ پانچ ہی روپے کی چپل کیوں نہ ہو بین ضرور ہو نگے چپل کے۔ لیکن واہ رے حضورؐ، اور وہ جوتیاں ابو ہریرہ کو رحم نہیں آیا ان جوتیوں پر، کھجوروں کی خاطر۔ تو حضورؐ نے آگے کیا کہا وہ سنیئے کہا کیا کھا رہے ہو کہا سرکار کی جوتیاں کہا حضورؐ نے پھر تمہارے نصیب میں یہی ہیں وہ دن آج کا دن، اپنے بھی غیر بھی۔ مولا علیؑ کے ایک صحابی یاد آ گئے طرماح بن عدی بن حاتم طائی۔ حاتم طائی کے پوتے ہیں، جب دربار میں شام کے پہنچے علیؑ کا خط لے کے دربار میں قالین بچھے ہوئے تھے دربار میں تو سب ہی جوتے پہن پہن کر قالین پر جاتے تھے اس لیے کہ قالین پر جوتے رکھنے کی ادا ایجاد کی ہے معاویہ نے اور حضورؐ نے قالین پر جوتے رکھنے سے منع فرمایا ہے بہت سی ایسی چیزیں جو ابھی آئیں گی معیوب چیزیں شام سے ایجاد ہوئیں حضورؐ نے منع کیا انہوں نے ایجاد کیا۔ کہا حضورؐ نے کہ روم کے سرکش

فرعون و نمرود قالین پر غرور کے عالم میں جوتے رکھتے تھے اس لیے اسلام نے بتایا کہ قالین پر جوتا رکھنا منع ہے اس لیے فرش پر ہمیشہ ننگے پاؤں جاؤ، یہاں یہ عالم ہے کہ مجلس کے فرش پر بعض لوگ بعد مجلس وہیں جوتے پہن کر چلنے لگتے ہیں انہیں احترام ہی نہیں معلوم کہ مجلس کا فرش کیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ کرائے کی دری ہے۔ کرائے کی دری نہیں ہے جب امام حسینؑ کی مجلس میں بچھ گئی اب منسوب ہو گئی احترام واجب ہے اس دری کا۔ عام قالین اس پر بھی جوتا رکھنا منع۔ اب ذرا غور کیجیے گا کہ حق پر چلنے والوں کا ایمان کس منزل پر تھا۔ سب جوتے پہن کر جا رہے ہیں طرماحؒ نے اپنا جوتا اٹھایا بغل میں دبا لیا، دربان نے کہا سرکار جوتا آپ دربار میں لے کر جائیں گے کہا اور کیا، کیا یہاں چھوڑ جاؤں، کہا دیکھ رہے ہیں آپ سب پہن کر جا رہے ہیں یا پہن جائیے یا چھوڑ دیجیے یہ بغل میں دبا کر کیوں لے جا رہے ہیں، کہا نہیں میں تو اپنے ساتھ لے جاؤں گا، کہا کیوں، کہا چوری ہو جائے گا، کہا اتنا بڑا دربار ہے کہ یہ یہاں سب کے کمر میں جو پٹکے بندھے ہیں ان پر بھی جواہرات ٹکے ہیں دربانوں کے یہ سب امیروں کا ملک ہے گویا اس دور کا امریکہ اس دور کا نیویارک شام۔ سرمایہ داروں کا ملک تھا۔ کہا یہاں آپ کی جوتی کون چرائے گا تو طرماح نے کہا ابو ہریرہ چرالیں جائیں گے، کہا ابو ہریرہ وہ کیسے چرا سکتے ہیں کہا جب حضورؐ کی جوتیاں چرا لے جاتے تھے تو میری کیوں نہیں چرا سکتے تو دربان نے کہا وہ تو مدینے میں ہیں وہ یہاں شام کیسے آ سکتے ہیں جوتیاں چرانے طرماحؒ نے کہا معجزے سے آ سکتے ہیں جوتیاں چرانے کہا معجزے سے کس طرح کہا اسی طرح جیسے حضورؐ کے دور میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اب قال رسولؐ کہہ رہے ہیں وہ ابو ہریرہ کوئی اور ہے یہ ابو ہریرہ کوئی اور ہے جیسے عمّار یاسر اور عبداللہ ابنِ سبا ویسے ہی تمہارے یہاں دو

ابوہریرہ بھی ہیں بڑی باریک باتیں ہیں مصر سے کتاب لکھی جا چکی ہے ابوہریرہ پر ہم نے نہیں لکھی جامعہ الازہر والوں نے لکھی ہے ''شیخ المضیرہ'' پڑھ لیجیے کتاب سب پتہ چل جائے گا۔ یہ صحابی کیسے، یہ صحابی کیسے۔

ایک صحابی عجیب وغریب تھے انہیں معلوم تھا حضوؐر مزاح بہت کرتے ہیں ان کا نام نعمان بدری ہے میں آپ کو پہلے بتا چکا کہ بدر کے شریک صحابہ یعنی بدریون کو کوئی چھوٹی سی بات بھی نہیں کہہ سکتا تھا حضرت عمر اپنے حکومت کے دور میں جب بھی شوریٰ کمیٹی بٹھاتے تو سارے بدر کے اصحاب کو بٹھا کر پوچھتے آپ جو کہیئے وہ ہو۔ بڑا احترام تھا بدر والوں کا، ان میں کے ایک تھے یہ نعمان بدری۔ اور کسی کام کے نہیں تھے بدر میں شریک ہوئے تھے اس لیے صحابہ میں افضل تھے کیا کرتے اور سب ان سے عاجز و پریشان تھے کہ کیسے یہ بدر میں شریک ہو گیا ہمارا ہیڈ بن گیا کرتا کچھ نہیں۔ اچھا حضوؐر کو معلوم ہے۔ پھر کرتے کیا تھے سنیئے۔

حضوؐر نے کہا یہ سب لڑائی پر جا رہے ہیں ذرا یہ سامان سنبھالو اور یہ کھانے پینے کا سامان سب اپنے پاس رکھنا اور جب وقت آئے کھانے کا تب یہ تقسیم کرنا کنویں سے مشکیں بھر لینا۔ ایک صحابی تھے صہیب رومی، نعمان بدری نے سب کچھ ان کے اوپر لدوا دیا اور کہا دیکھو تمہیں ذمہ دار بنا دیا، یہ ذمہ داری ہے تمہاری، ہمیں اگر راستہ میں سیر و یر کرنا پڑی تو تم دیکھنا بیٹھ کر مال و سامان۔ جب قافلہ رُکا یہ بیچارے سیدھے سادھے تھے ان کے حوالے کر دیا اور ادھر یہ بھی کہ پورے لشکر کی نظر میں ان کا احترام ہو جائے گا کہ کھانے پینے کا انتظام سب ان کے ذمّے ہے، یہ بھی نہیں چاہتے تھے ذمہ داری اُن پر رہے اور صہیب کی تعریف ہو، بلکہ تعریف میری ہو یہ چاہتے تھے نعمان بدری تو اب جب دیکھا وقت گزر گیا سب ہو گیا ادھر سے ایک قافلہ گزر رہا تھا کنویں کے پاس کھڑے تھے اس قافلے

والے کے پاس گئے کہا کیوں بھئی ایک غلام خرید و گے۔ لوگوں نے کہا، ہاں کتنے کا ہے۔ کہا اتنے کا ہے لیکن ایک اس میں خرابی ہے۔ لوگوں نے کہا کیا۔ نعمان نے کہا وہ ہے تو غلام مگر وہ ہر وقت یہ پکارتا رہتا ہے میں آزاد ہوں، میں آزاد ہوں اور اس کا علاج یہ ہے کہ جب وہ کہے میں آزاد ہوں، ایک کوڑا مار دو، قافلے والے کہنے لگے اچھا ٹھیک ہے، کہاں ہے، نعمان نے کہا کنویں پر بیٹھا ہے پیسے جیب میں انہوں نے رکھے ادھر قافلے والے گئے ان کو پکڑ لیا صہیب نے کہا میں غلام نہیں ہوں آزاد ہوں لوگوں نے ایک کوڑا مارا آدھی دور نکل گئے غلام بنا کے، جب حضوؐر کو پتہ چلا حضوؐر نے دوڑایا اصحاب کو سب نے کہا یہ غلام نہیں ہے یہ حضوؐر کا صحابی ہے، کہنے لگے قافلے والے کہ حضوؐر ہم نے اتنے میں خریدا ہے تو حضوؐر نے رقم ادا کر دی۔ دیکھیئے لیکن نعمان بدری کو کچھ نہیں کہا حالانکہ جانتے تھے کہ انھوں نے شرارت کی ہے۔

حضوؐر سوچ رہے تھے کہ ایک دن اصلاح ہو جائے گی۔ اس لیے حضوؐر مطمئن تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک اور حرکت کی عرب میں شہد والیاں آتی تھیں شہد بیچنے صحرائی بدّو عورتیں شہد بھر بھر کر لاتی تھیں بیچا کرتی تھیں، اب ان کا بھی دل چاہ رہا تھا شہد پینے کو، نعمان بدری کے پاس پیسے تھے نہیں کریں کیا۔ اب دیکھیں آپ کو ترکیب ایک بڑی اچھی بتا دیں یہ جب میں رضویہ میں آج سے بیس برس پہلے نیا نیا آیا تو یہاں ایک عجائب الحسن صاحب کا مکان ہے امروہے کے ہیں دو دروازے ہیں مکان کے ایک ادھر ایک اُدھر تو بہت دن تو یہ پتہ ہی نہیں چلا آخر ایسا ہوا کہ اوپر سے آئے دیکھا گیٹ پر ٹیکسی والا ہے اب اس پورے مکان میں پانچ کرائے دار رہتے تھے بیچ میں مالک مکان ٹیکسی والا کہہ رہا ہے سرکار پیسے دے دیجیے اب وہ پورے میں پھر رہا ہے کہیں اس میں کوئی آیا

ہوگا، کہیں اس میں کوئی آیا ہوگا پوری کوٹھی میں پھرے چکر کیا ہے۔ کبھی رات کو بارہ بجے کبھی دن میں کبھی بارہ وفات والے دن کبھی چودہ اگست کو اور بل جو دیکھا جائے ایک سو پچھتر کا دوسو کا کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ بہت دنوں کے بعد یہ لطیفہ معلوم ہوا کہ صاحب کچھ شریر لڑکے ہیں وہ ٹیکسی کرتے ہیں پورا کراچی گھومتے ہیں اور ان کے گیٹ پر ٹیکسی روک کر کھڑے ہوئے ارے گھر سے ابھی پیسے لائے اور ایک گیٹ سے گئے اور دوسرے سے غائب اب ٹیکسی والا باؤلا بنا ہوا ہے یہ قصہ پتہ چلا اتفاق سے جب ''مناقب شہر آشوب'' میں میں نے یہ واقعہ پڑھا تو میں نے کہا صحابہ کی سیرت یہاں تک پہنچی کیسے یہ تھا کہ دیکھیے شہد والیاں آئیں اور ان کو لے گئے نعمان بدری اور کہا وہ شہد، اتفاق سے حضورؐ اپنی ان بی بی کے یہاں اس دن تھے جن کو سب سے زیادہ چاہتے تھے اور دیکھیے مسجد نبوی میں دو دروازے تھے جو بعد میں حضورؐ نے بند کروائے ایک ہی کھلا رہا باقی سب بند ہو گئے۔ اس لیے کہ نعمان بدری نے شہد کی بوتل لی ادھر سے گئے اس دروازے سے نکل گئے اور کہا پیسے یہاں سے مل جائیں گے اب وہ چلا رہی ہیں، حضورؐ یہ سمجھے کہیں سے تحفہ آیا ہے اب حضورؐ نے تو چاہے نہ کھولی ہو بوتل لیکن بوتل کھل گئی چمڑے کی بوتلیں ہوتی تھیں تھیلیاں اب وہاں حضورؐ سمجھے تحفہ ہے اب شہد والیوں نے کہا نہیں لینا تو واپس بھجوا دو ورنہ پیسے بھجواؤ کہا یہ شور کیسا ہے بلالؓ نے کہا وہ سرکار شہد آیا ہے تو حضورؐ نے کہا ارے ہم تو سمجھ رہے تھے تحفہ ہے دے دو انہیں پیسے بلال گئے تو سرکار شہد والیوں نے کہا دو بوتلیں کہنے لگے ایک آئی ہے کہا وہ آدمی، صحابی آپ کا دو لے گیا ہے۔ حضورؐ سمجھ گئے یہ نعمان بدری ہیں۔ چپ رہے کچھ نہیں کہا اب حضورؐ کو غصہ تو آئے گا ہی نہیں خوش مزاج ہیں سرکار دو عالم بڑے خوش مزاج کبھی کسی صحابی پر کبھی ناراض نہیں ہوئے ناراض ہوئے تو بس

ایک بار ابھی میں جلال بھی دکھاؤں گا آپ کو بس ایک بار زندگی میں ناراض ہوئے کہ ناراض گئے۔ ناراض گئے وہ تو چلے ہی گئے اب راضی کون کرے اب تو محشر میں دیکھیں گے کیا ہوتا ہے، ایسا خوش مزاج نبیؐ ناراض چلا گیا، بڑے افسوس کی بات ہے۔ خیر ایک دن اور انہوں نے بڑی حرکت کی اور حضورؐ نے اس دن بھی، کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے یہ کیا۔ بلالؓ کی تقریر میں سنا آپ نے دوسرے موذن تھے عبداللہ ابن ام مکتوم یہ نابینا تھے تو جب بلال نہیں ہونگے تو یہ اذان دیا کریں گے بڑے خوش آواز بڑے خوش سخن بہت اچھے تھے مگر غصہ بہت آتا تھا ساٹھ سے اوپر اور عصا لے کر چلتے تھے ایک دن نکلے مسجد کی طرف، نمازی جا رہے تھے نعمان بدری بھی جا رہے تھے قریب سے گزرے تو عبداللہ ابن ام مکتوم نے آواز دی ارے بھائی کوئی اللہ کا بندہ مجھے ہاتھ پکڑ کر ایسی جگہ پہنچا دے رفع حاجت کرلوں نماز پڑھنے جا رہا ہوں، نعمان بدری نے ہاتھ پکڑا اور مسجد نبویؐ کی خاص دیوار کے پاس بٹھا کر بولے یہ ہے جگہ کہنے لگے مسجد دور ہے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اب وہ بے چارے اندھے تو تھے ہی اب جو نمازی گزرے کہا ارے موذن ہو کر مسجد کی دیوار پہ۔ سب چلائے تو عبداللہ ابنِ ام مکتوم بولے یہ کون تھا جس نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں پر مسجد کی دیوار کے پاس بٹھایا۔ کس کو کیا معلوم کون تھا۔ کسی نے دیکھا ہی نہیں تو بولے عبداللہ ابنِ ام مکتوم جو بھی تھا جس دن مجھے پتہ چل گیا اتنے ڈنڈے ماروں گا چاہے مسجد میں کیوں نہ ہو یہ نعمان بدری نے سن لیا۔ ایک دن یہ مسجد میں آئے اور اسی وقت حضرت عثمان بھی مسجد میں آئے۔ حضور محراب میں تھے۔

دیکھیے یہ وہ عثمان نہیں تھے حضورؐ کے تقریباً چوبیس صحابہ کا نام عثمان تھا اس لیے تو کہتے ہیں کہ صحابہ کا موضوع سمجھنے کی کوشش کیجیے اور ان تمام عثمانوں میں

سب سے افضل عثمانؓ بن مظعون اور یہ پہلے شخص ہیں صحابہ میں جو جنت البقیع میں دفن کیے گئے انہیں عثمان کی قبر جنت البقیع میں ہے اسی کی تصویر چھپتی ہے جنگ اخبار میں عثمان مظعون کی قبر کی۔ اب چوں کہ چوبیس عثمان ہیں۔ یہ کیا زبردستی ہے کہ ناموں پر آپ یعنی حضرت عمر کی اگر تیرہ بی بیوں کا نام ام کلثوم ہے تیرہ بیویاں تھیں حضرت کی اور سب کا نام ام کلثوم سب سے بڑی ام کلثوم بنت جرول ہیں اب کیا آپ سمجھ رہے ہیں ایک ہیں۔ تاریخ کو پڑھیے تب سمجھئے کہ ایک نام کے کتنے لوگ ہوتے ہیں صرف میرے پاس ایک کتاب ایسی ہے جس میں عرب میں ساڑھے تین ہزار سکینہ بنت الحسین گزری ہیں اُن کے حالات ہیں، تم کس سکینہؑ کی کہانیاں پڑھتے ہو ام کلثوم نام کی ساڑھے پانچ ہزار عورتیں گزری ہیں تم کس ام کلثوم کی بات کر رہے ہو ارے وہ اُمِ کلثوم کہاں جو علیؑ کی بیٹی تھی۔ جو عثمان ہوگا کیا وہی ہوگا۔ کیا ایک ہی عثمان گزرا ہے نام ہی نہیں لے سکتے ہم عثمانؓ بن مظعون کا حضرت علیؑ کے چاہنے والے تھے۔ صرف عبداللہ نام کے تین سو صحابہ ہیں صرف عمر نام کے ساڑھے آٹھ سو صحابہ ہیں کونسا عمر پریشانی کی کیا بات ہے اور یہ نام تو کربلا تک گیا ہے بھئی ہم عمر سعد کہتے ہیں تو لوگ کیوں برا مانتے ہیں نام بدل دیجیے آپ اگر ہمت ہے اور بدلے گئے تاریخ میں کیا ہوا عمر ابنِ عبدوٗ بھی ہے، ابو جہل کا نام ہے عمر بن ہشام، کنیت اس کی ابوالحکم تھی رسولؐ اللہ نے اس کو ابو جہل کہنا شروع کیا تھا۔ ابو جہل قبیلہ بنی مخزوم سے ہے اور رسولؐ اللہ سے کسی طرح کی بھی رشتے داری نہیں ہے۔ انہوں نے کہا بھئی ایسا ہے کہ سب میں ''واؤ'' لگا دو تو عمر کو عمرو کر دیا ساری ترکیبیں کیں۔ مگر اس میں کیا میں عبداللہ کہہ دوں عبداللہ نام کا اچھا بھی گزرا ہے برا آدمی بھی گزرا ہے۔ رحمان نام کے اچھے بھی ہیں برے بھی تو اگر ہم ذکر کسی اور کا کریں اور آپ کا ذہن کہیں

اور چلا جائے، ہم کیا کر سکتے ہیں۔

حضرت عثمان نماز پڑھنے کے لیے مصلّے پر آئے نعمان بدری نے دیکھا کہ عبداللہ ابن ام مکتوم داخل ہوئے کہنے لگے اس دن کسی نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر مسجد نبویؐ کی دیوار کے پاس بٹھا دیا تھا کہنے لگے ہاں ہاں کہاں ہے مسجد میں موجود ہے کہاں ہے کہنے لگے نماز پڑھ رہا ہے ان کو چپکے سے لے چلے نعمان بدری ہاتھ پکڑ کر عثمان کے قریب لے آئے کہنے لگے یہ ہے، اٹھایا انہوں نے ڈنڈا اور چلا ڈنڈا حضورؐ کو بتایا گیا حضورؐ مسکرا دیئے نہ انہیں کچھ کہا نہ انہیں ٹال دیا۔ ایسے میں جنگ قینقاع چھڑ گئی جنگ جو چھڑی تو پندرہ ہزار یہودی اسلام کے مقابل جب بالکل لڑائی تیار تھی۔ تو ایک بار سب دیکھ رہے ہیں آج حضورؐ کسے بھیجیں گے حضورؐ نے اچانک کہا نعمان بدری یہ جو پہلوان سامنے آ رہا ہے اس کے مقابل آج تم جاؤ، کہا سرکار میں، کہنے لگے ہاں تم، تو نعمان بدری بولے سرکار میں کیسے جا سکتا ہوں، کہا کیوں، کہا میرے پاس تلوار کہاں ہے، پتہ چلا ایسے بھی صحابہ تھے بغیر تلوار کے میدان جنگ کے لیے گھر سے نکل پڑے ضرورت ہی نہیں پڑے گی ادھر بلال بے چارہ بہت سی تلواریں اور نیزے لے کر چلتا تھا حضورؐ نے کہا بلال کوئی تلوار ہے، کہا ہاں ہے، کہا لاؤ کہا یہ لیجیے رسولؐ نے کہا نعمان بدری یہ لو تلوار، کہا سرکار گھوڑا کہاں ہے، کہا بلال ایک گھوڑا بڑا اچھا سا لاؤ خوش رنگ گھوڑا آ گیا۔ سرکار۔ کہا نہیں بس اب بیٹھو گھوڑے پر بیٹھے تلوار ہاتھ میں لی بولے سرکار میں جاؤں، کہا ہاں ہاں جاؤ مقابل میں جاؤ، کہا سرکار بھوک لگی ہے دیکھا آپ نے اصحاب صفہ کو میدان جنگ ہے جہاں دم نکل جائے وہاں بھی سرکار بھوک لگی ہے اچھا سرکار سب معلوم ہے کیا کیا ہوگا، بلال وہ دستر خوان، ناشتہ دان میں نے تیار کرایا تھا جس میں کباب روٹیاں تھیں، بولے ہاں سرکار لایا۔ یہ لو بھئی۔

بندھا ہوا ناشتہ دان حضورؐ بولے اب جاؤ کھانا ساتھ ہے کہا سرکار مگر کھاؤں گا کہاں کہا بس اب جاؤ پہلے مقابلہ کرو پھر کھالینا اچھا ایک ہاتھ میں ناشتہ دان دوسرے میں تلوار عجیب وغریب ہیئت سے ایک مجاہد آیا صحابہ رسولؐ میں سے۔

اب چلے وہ، مقابل پہلوان زبردست تھا یہ جو پہنچے یہ پدّے ہو گئے وہ اتنا لمبا۔ یہ پہلے ہی ہیبت میں آ گئے تھے کبھی لڑے تھے نہیں تلوار کھینچی نہیں تھی، اب دیکھئے قاعدہ یہ تھا کہ مقابل گیا اور پہلوان مقابل میں آیا تو وہ رجز پڑھے گا میں فلاں ابن فلاں میرے دادا یہ اور پردادا یہ فلاں قبیلے کا ہوں اور میرے دادا نے یہ کارنامہ کیا اور یہ کیا یہ طریقہ تھا تو جواب میں وہ بھی اپنا تعارف اسی طرح کراتا۔ انہوں نے جاتے ہی عجیب وغریب رجز پڑھا، کہنے لگے سنو وہ لہجے پر ہی چونک گیا، وہ سمجھا تھا یہ مقابل ہیں تلوار لیے آرہے ہیں آتے ہی ماریں گے، رجز پڑھیں گے انہوں نے کہا سنو تم کو ہمارا نام معلوم ہے، اس نے کہا ہمیں کیا معلوم۔ وہ تو ٹپٹا گیا یہ کیسا آدمی آیا ہے کیا کہہ رہا اس نے کہا ہمیں کیا معلوم تمہارا نام، کہنے لگے ہاں اچھا یہ بتاؤ تمہیں ہمارے باپ کا نام معلوم ہے وہ بولا دیوانے ہوئے ہو کہ جب تمہارا نام نہیں معلوم تمہارے باپ کا نام کیسے معلوم ہوگا اور دادا کا وہ بولا اس کا کیا ہمیں پتہ، کہنے لگے اچھا بتاؤ ہم کس قبیلے سے ہیں وہ سمجھ گیا کچھ کھسکا ہوا ہے، ہلا ہوا ہے، بولا ہمیں کیا پتہ، یہ بولے اچھا دیکھو تمہیں ہمارا نام نہیں معلوم کہنے لگا ہاں تو بولے ہم کو تمہارا نام نہیں معلوم۔ تم کو ہمارے باپ کا نام نہیں معلوم کہا ہاں، کہا ہمیں تمہارے باپ کا نام نہیں معلوم کہنے لگا صحیح۔ بولے ہمیں تمہارے دادا کا نام نہیں پتہ تمہیں ہمارے دادا کا نام نہیں پتہ کہا ہاں، بولے تمہیں ہمارا قبیلہ نہیں پتہ ہمیں تمہارا قبیلہ نہیں پتہ بولے پھر جھگڑا کس بات کا تم ہمیں نہیں جانتے ہم تمہیں نہیں جانتے لڑنے آ گئے۔ وہ بولا ہاں یہ تو

سمجھ میں نہیں آئی پھر۔ بولے تو پھر آؤ دوست، کہا ہاں، کہا اچھا آؤ کھانا کھائیں۔

اب گھوڑے پہ کیسے کھانا کھایا جائے اور پندرہ ہزار کا لشکر اُدھر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہو کیا رہا ہے اور اِدھر چوبیس پچیس ہزار کا لشکر اسلام حیران ہے نہ تلوار کھینچ رہی ہے، نہ رجز، نہ کاوا، نہ مقابلہ یہ چکر کیا ہے سب حیران خاموش۔

ایسے میں نعمان بولے سنو کھانا تو ہم لائیں ہیں کباب روٹی تمہیں بھوک لگی ہے، وہ بولا ہاں بُھوکا تو میں بھی ہوں، نعمان بولے ایسا کریں گھوڑوں کی پیٹھیں مِلا لیں، کہا ٹھیک ہے اور آلتی پالتی مار کے بیچ میں دسترخوان، کباب روٹی کھا رہے ہیں۔

یہ جو بنی قینقاع والوں نے دیکھا اتنے قہقہے لگائے کہ ان کے پیٹ میں بل پڑ گئے تاریخ میں ہے کہ یہ عالم ہوگیا کہ پندرہ ہزار کا لشکر ہنستے ہنستے اپنے اپنے گھر واپس ہوگیا، گھر جا کر بھی بعض مر گئے ہنستے ہنستے، بغیر لڑے پوری لڑائی حضورؐ نے جیت لی دیکھئے نعمان بدری کو کہاں استعمال کیا۔

جناب صحابہ تو صحابہ، صحابہ کے اسپیر پارٹس بھی رسولؐ یوں استعمال کر لیتے تھے۔ ضائع نہیں کریں گے اور جو ایک آدھ بچ جائیں گے وہ جہنم کے چولھوں میں فٹ کر دیے جائیں گے کارآمد وہ بھی ہیں کارآمد یہ بھی۔ بے کار کوئی نہیں جائے گا۔

یہ حضورؐ کے مزاج کا عالم تھا۔ لیکن کوشش یہ کہ غصہ دلا دیں ایسا ہنس مکھ نبیؐ۔ اتنا خوش مزاج اور چلتے وقت اتنا کہہ رہا ہے ذرا قلم و کاغذ لاؤ بس زندگی کا ایک لمحہ جب جلال میں آ گیا اور پھر جو جلال میں آ گیا تو پھر غصہ میں ہی گیا اب کیا بتائیں آپ سے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وقت ہمارا تقریر کا اصحابِ صفہ میں تمام ہو

گیا آج ارادہ تھا کہ آپ کو دوسرا رخ بتاتے کہ ایک رخ اتنا خوش گوار اور ایک رخ تقوے کا ایسا کہ انسان دیکھ کر لرز جائے۔

اور ایسے بھی صحابہ تھے جو صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے ان میں حضرت ابوایوب انصاری زید کے فرزند تھے۔ نام ان کا خالد تھا لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی تھی انھوں نے جنگ بدر اور دیگر جنگوں میں مثلاً جنگ جمل وصفین ونہروان میں حضرت امیرالمومنینؑ کی ہمراہی میں جہاد کیا۔ فتوح ابن عاثم کوفی میں لکھا ہے کہ ابوایوب نے زمانہ جنگ صفین میں ایک روز لشکر حضرت علیؑ سے نکل کر لشکر شام سے مبارزطلبی کی بہت پکارا مگر کوئی مقابلہ کے لئے نہ آیا حتیٰ کہ آپ معاویہ کے خیمہ تک پہنچ گئے معاویہ خیمے کے در پر کھڑا تھا ابوایوب کو دیکھ کر بھاگا اور دوسرے دروازہ سے نکل گیا۔ بہت نامی آدمیوں کو زخمی کر کے بھگا دیا۔

معاویہ کی طرف ایک شخص نے جس کا نام مترفع بن منصور تھا کہا کہ اے معاویہ اس کی فکر نہ کرو میں اسی طرح علیؑ کے خیمہ کی طرف جاتا ہوں اگر علیؑ کو پالیا تو ان کو زخمی کر کے آؤں گا یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا اور حضرت امیر کے خیمہ کی جانب بڑھا ناگاہ ابوایوب انصاری کی نظر پڑ گئی بالآخر ایسا وار کیا کہ وہ قتل ہو گیا اور لوگ یہ سمجھ نہ سکے کہ وہ قتل ہو گیا۔ ابوایوب کی تیز دستی پر سب متعجب ہوئے۔

ابوایوب جنگ روم میں گئے تھے اثنائے راہ میں بیمار ہو گئے اور وصیت فرمائی کہ جہاں پر لشکر کفار سے ملاقات ہو اسی جگہ مجھے دفن کر دینا۔ چنانچہ اس وجہ سے شہر استنبول کے باہر شہر پناہ کے قریب دفن ہوئے۔ روضہ پر آپ کے مسلمان و نصاریٰ دونوں طلب باراں کے لئے دعا مانگنے آتے ہیں۔ صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ جب اہل روم لڑائی سے فارغ ہوئے تو انھوں نے ارادہ کیا کہ ابو ایوب کی قبر کھود ڈالیں۔ ناگاہ اس روز بہت زور کی بارش ہوئی یہ طوفانی کیفیت

دیکھ کر لوگ خائف ہوئے۔ اور باز رہے۔

آپ جلیل القدر صحابی امیرالمومنینؑ کے تھے۔ آپ صاحب نخلستان تھے۔ مکان آپ کا دو منزلہ تھا۔ آپ کے یہاں پارچہ بانی ہوتی تھی اور کپڑا بنایا جاتا تھا۔ جب بعد ہجرت رسول کریمؐ مدینہ پہنچے تو شہر کے باہر ٹھہرے۔ انصار زیارت کو آتے تھے اور ہر شخص کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے گھر میں قیام فرمائیں۔ اونٹنی تمام جگہ پھری بالآخر حضرت ابوایوب انصاری کے دروازہ پر بیٹھ گئی اور آپ وہیں اتر پڑے سات ماہ ان کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ عبادت گذار پابند شریعت حافظ قرآن بہادر وجری تھے جب رسول اکرم نے وفات پائی تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب ابوایوب اس موقع پر موجود تھے۔ جناب ابوایوب کی ذات تمام مسلمانوں میں غیر اختلافی ہے۔ آپ جنگ جمل اور صفین ونہروان تینوں لڑائیوں میں شریک رہے اور حضرت علیؑ کی معیت میں رہے جنگ جمل بصرہ کے قریب ہوئی تھی پھر جنگ صفین ہوئی اور اسی کے ساتھ ہی نہروان کی لڑائی ہوئی آپ کو، میزبانی رسول کا شرف حاصل تھا۔ سال وفات ۵۱ ہجری ہے اور مزار ایوبی استنبول قسطنطنیہ میں بڑی شاندار عمارت ہے۔ جس میں مسجد و خانقاہ مدرسہ مہمان خانہ ہے اور یہ مزار مرکز زیارت بنا ہوا ہے۔

قوم نور باف (یعنی جولاہوں) کا خیال ہے کہ ہم لوگ ابوایوب انصاری کی شاخ اور سلسلہ سے ہیں اور یہ کپڑا سازی جو ہمارے جد کے یہاں ہوتی تھی اسی سے ہم کو ترقی کرنا چاہیے اور ہینڈ لوم صنعت میں اضافہ ہمارا فرض ہونا چاہیئے۔ جولاہے فی زمانہ تقریباً سب اپنے کو انصاری کہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی ان سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت کا کیا رخ ہے ہمیں تو یہ کہنا ہے کہ اگر وہ اپنے کو حضرت ابوایوب انصاری کی نسل سے سمجھتے ہیں تو جوان کے کردار اور خیالات

ہیں یعنی جنگ جمل وصفین ونہروان کی شرکت تو پھر ان کو سیرت معاویہ اور یزید سے دوری اختیار کرنا فرض ہے ورنہ وہ خلف صادق نہیں ہو سکتے۔ یہ ہمیں تسلیم ہے کہ ایام عزا میں جو انصاریان تعزیہ داری میں اپنا جوش نصرت پیش کرتے ہیں وہ تو اسی خون کا اثر معلوم ہوتا ہے لیکن برخلاف اس کے عقائد میں اختلافی صورتیں پیدا ہو جائیں یہ ان کی نسل کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ عقائد کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے۔

جناب جابر ابن عبداللہ انصاری، انصار مدینہ میں ایک اور محبِ اہل بیتؑ صحابی ہیں، اصحاب رسولؐ خدا سے تھے اور جنگ بدر اور دیگر اٹھارہ لڑائیوں میں رسولؐ کے ساتھ رہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ سے سب سے آخر میں باقی رہنے والے شخص ہیں اور ان کی بازگشت ہم اہل بیتؑ کی طرف تھی۔

کتاب خلاصہ میں فضل بن شاذاں سے روایت ہے کہ وہ ان سابقین صحابہ میں ہیں جنھوں نے بعد رسولؐ حضرت علیؑ مرتضٰی کی طرف رجوع کیا تھا اور ابن عقدہ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں ان کی محبت اہل بیتؑ اور متابعت اہل بیتؑ کی تصریح کی ہے کہ وہ آخران صحابہ کے ہیں جنھوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ جنگ صفین میں آپ حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے استیعاب میں اس کا ذکر ہے۔ ابو عمر کشی نے لکھا ہے کہ جابر سیاہ عمامہ باندھتے تھے اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر مسائل دینی بیان کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بولے اور کہنے لگے "**یا باقرَ العلم**" اہل مدینہ نے جب یہ کلمے سنے تو کہنے لگے جابر بن عبداللہ بڈھے ہو گئے ہیں ہذیان بکتے ہیں جب یہ بات

جابر نے سُنی تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہذیان نہیں بکتا بلکہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے کہ تم عنقریب میرے اہلِ بیتؑ میں سے ایسے مرد کو دیکھو گے جس کا نام میرا نام ہوگا اور جس کے شمائل میرے شمائل ہوں گے وہ علم کو اس طرح شگافتہ کرے گا جو شگافتہ کرنے کا حق ہے میں نے یہ کلام معجز بیان پیغمبرؐ انام سے سنا ہے مجھ کو ان کے دیکھنے کی بہت آرزو ہے۔ جو مجھے بے اختیار کر رہی ہے۔

ایک دن جابر مدینہ کی گلیوں سے گذر رہے تھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازہ سے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس سے رسول خدا کے شمائل ظاہر تھے۔ اپنے پاس بلایا حضرت سامنے آئے جابر نے کہا ذرا پلٹ جایئے پلٹ گئے جابر نے اپنے جی میں کہا کہ یہ شمائل تو پیغمبر کے شمائل ہیں ان کو قسم دی کہ آپ کا کیا نام ہے انھوں نے فرمایا محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب یہ سن کر جابر آگے بڑھے اور انھوں نے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کے جد امجد نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت یہ خبر سن کر متاثر ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکر کیا۔ جناب زین العابدین علیہ السلام نے اس خبر کے افشا ہونے سے اندیشہ فرمایا آخر جابر نے سلام و پیام کو ظاہر کیا اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں! امام نے فرمایا کہ اے فرزند اب تم گھر میں بیٹھو اور باہر نہ جاؤ اس لئے کہ لوگ تمہاری طرف رجوع کرنے لگیں گے اور دشمنوں کے مظالم ہم پر بڑھ جائیں گے۔ بعد ازاں جابر ہر صبح و شام امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تنہا حاضر ہوتے تھے اور علم کی باتیں سیکھتے تھے اہل مدینہ اس امر سے تعجب کرتے تھے۔ یہ ذکر روضۃ الشہداء میں اس طرح ہے:۔

آخر عمر میں جابر کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ ایک دن امام محمد باقر اپنے عنفوان شباب میں ان کے پاس تشریف لائے اور ان پر سلام کیا جابر نے جواب

سلام دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا محمد بن علی بن حسین ہوں۔ جابر نے عرض کی کہ اے سردار میرے پاس آیئے اور اپنا ہاتھ مجھے دے دیجئے۔ امام نے اپنا ہاتھ جابر کے ہاتھ میں دے دیا۔ جابر نے ہاتھ پر بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں پر بھی بوسہ دیں لیکن امام نے پاؤں نہ دیئے۔ جابر نے عرض کی کہ اے فرزند رسول حضرت رسول خداؐ نے آپ کو سلام کہا ہے امام نے فرمایا ''علی رسول اللہ السلام ورحمتہ اللہ برکاتہٗ'' پھر جابر سے فرمایا کہ اے جابر اس کا حال بیان کرو۔ جابر نے عرض کی کہ ایک روز میں رسول خداؐ کے ساتھ تھا۔ آں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر شائد تم اس وقت رہو کہ میرے ایک فرزند سے ملاقات کرو جن کا نام محمدؑ بن علی بن حسین ہو۔ خداوند عالم اس کو اپنا نور اور حکمت دے گا اسے میری طرف سے سلام پہنچا دینا۔ کتاب کشی میں لکھا ہے کہ جابر عصا ہاتھ میں لئے ہوئے کوچہ ہائے مدینہ اور وہاں کی مجالس میں جاتے تھے۔ اور کہتے تھے "**علی خیر البشر من ابیٰ فقد کفر**" یعنی علی خیر البشر ہیں جو شخص اس سے انکار کرے یقیناً کافر ہے'' اور اے گروہ انصار اپنی اولاد کو محبتِ علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ادب سکھاؤ جو شخص انکار کرے اس کی ماں کی حالت پر غور کرو۔

اس حدیث کو اکبر بادشاہ کے اطالیق بیرم خاں نے شعر میں نظم کیا ہے:۔

محبتِ شہ مرداں مجوزِ بے پدری

کہ دستِ غیر گرفتہ است پائے مادر او

یہ جابر وہی مقدس بزرگ ہیں جو اوّل زائر قبر سید الشہداء علیہ السلام ہوئے اور اسی روز اہل بیتؑ کا قافلہ قید سے چھوٹ کر قبر سیّد الشہداء پر پہنچا تھا اور جناب زینبؑ خاتون ثانیٔ زہراؑ بھائی کی قبر پر فریاد و نالہ وزاری فرماتی تھیں۔

جابر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ آپ مقام صبر تک پہنچے ہوئے تھے۔ جابر آخر

عمر میں مبتلائے ضعف پیری ہو گئے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام آپ کی حالت معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

امام صادقؑ اپنے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں، کہ جابر ابن عبداللہ انصاری کا بیان ہے: ہم لوگوں نے عصر کی نماز پیغمبرؐ اسلام کے ساتھ جماعت سے پڑھی، نماز کے بعد آپؐ تشریف فرما ہوئے۔ اور تمام مسلمان آپؐ کے اطراف میں حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اسی اثنا میں ایک ضعیف و ناتواں بوڑھا بیابانی عرب کہ جس کے بدن پر پھٹا پرانا لباس تھا کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے کانپ رہا تھا کسی صورت سے قریب آیا۔

اس کے چہرے سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ بہت زیادہ خستہ اور غمزدہ بیابانی ہے لیکن چونکہ اپنے آپ کو نبی کریمؐ کی خدمت میں پہنچا چکا تھا اس لیے خوشحال نظر آتا تھا رسولِ اکرمؐ نے اس کی مزاج پرسی کی، تو بوڑھے نے اپنی بھوک، تنگدستی اور رنج وسختی کا ذکر کرنے کے بعد مدد کا تقاضا کیا۔

اے اللہ کے رسولؐ! میں اس قدر بھوکا ہوں کہ بھوک نے میرے جگر تک کو متاثر کردیا ہے مجھے کھانا کھلایئے، میں برہنہ ہوں مجھے کپڑے پہنایئے اور تنگدست ہوں میرے ساتھ نیکی کیجئے۔

پیغمبر اسلامؐ کے پاس چونکہ اُس وقت کچھ نہیں تھا فرمایا:

میرے پاس تو یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔

لیکن الدَّالُ عَلیٰ الخیر کفا عِلہِ:

نیک کام کی طرف رہنمائی کرنا کارِ خیر انجام دینے والے کے ہی مانند ہے اُٹھو اور اس شخص کے گھر جاؤ جس کو اللہ اور اس کا رسولؐ دوست رکھتے ہیں وہ ایسا شخص ہے جو دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے بلال حبشی سے فرمایا: جاؤ اس بوڑھے کو فاطمہؑ کے گھر تک پہنچادو۔ بلال نے اس بوڑھے شخص کو ساتھ لیا اور دونوں حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کی طرف چل پڑے، دروازے پر پہنچ کر بوڑھے شخص نے بلند آواز سے سلام کیا جناب فاطمہؑ نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد پوچھا تم کون ہو؟۔

بوڑھے نے کہا: میں ایک تنگ دست عرب ہوں، آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں مدد کے لیے حاضر ہوا تھا لیکن انھوں نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔

توجہ رہے کہ تین دنوں سے حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور خود رسول خداؐ کو بھی کھانا میسر نہ ہوا تھا اور رسولِ اکرمؐ جانتے تھے کہ فاطمہؑ و علیؑ تین دن سے بھوکے ہیں۔

فاطمہ زہراؑ ایسے سخت حالات میں فکر مند تھیں کہ اس بوڑھے مرد کی کیسے مدد کریں کہ اچانک آپؑ کی نظر گدّے کے انداز میں سلی ہوئی دباغی شدہ گوسفند کی کھال پر پڑی جس پر امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام سویا کرتے تھے اس کو اُٹھایا اور بوڑھے شخص کو دیتے ہوئے فرمایا: لو یہ کھال لے جاؤ اور بیچ دو! امیدوار ہوں کہ اس سے بہتر سرمایہ تم کو نصیب ہو جائے: بوڑھے غم زدہ نے عرض کی:

میں اپنی بھوک کا شکوہ لے کر آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ مجھ کو یہ کھال کا گدّا دے رہی ہیں؟! یہ کھال کا گدّا میرے کس کام کا ہے؟!

آخر حضرت فاطمہؑ نے اپنا وہ گلوبند جو آپؑ کی چچازاد بہن (جناب حمزہ کی بیٹی) نے آپ کو ھدیہ کیا تھا اپنے گلے سے اُتارا اور بوڑھے شخص کو دیتے ہوئے فرمایا: یہ گلوبند لے جاؤ اور فروخت کردو، اس کے پیسے اپنی زندگی کی ضرورتوں میں صرف کرو! امیدوار ہوں خداوند عالم تم کو اس سے بہتر عطا کرے گا۔

بوڑھا شخص خوش ہوگیا، گلوبند لیا رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا جہاں تمام اصحاب جمع تھے بوڑھے نے تمام واقعہ رسول کریمؐ سے بیان کردیا پیغمبرؐ اسلام

مضطرب ہوگئے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ حضور صلعم نے بوڑھے شخص سے فرمایا: خداوند عالم تیرے حالات بھلا کیوں نہ صحیح کرے گا۔ جب کہ فاطمہؑ نے تجھ کو یہ گلوبند دے دیا ہے؟!

بوڑھے نے وہ گلوبند لوگوں کے سامنے بیچنے کے لیے پیش کیا:

عمار یاسر نے کھڑے ہو کر رسولؐ سے عرض کی: کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں اس گلوبند کو خرید لوں؟!

آپ نے فرمایا: ہاں ہاں ضرور خریدو! اگر جن و انس اس کی خریداری میں تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں تو خدا دوزخ کی آگ کو اُن سب سے دور کردے گا۔ عمار یاسر نے بوڑھے سے پوچھا: اس کو کتنے میں فروخت کرتے ہو؟ بوڑھے نے کہا: ایک ایسے کھانے کے وعدے کے عوض جو گوشت اور روٹی سے شکم سیر کر سکے اور ایک بُرد یمانی کے عوض جس سے میں اپنے بدن کو چھپا سکوں اور نماز پڑھ سکوں اور ایک دینار کے عوض جو مجھ کو میرے خاندان تک پہنچا دے اور میرے سفر کے اخراجات پورے کر سکے جناب عمار نے بوڑھے کی تمام فرمائشیں قبول کرلیں، عمار بوڑھے کو اپنے ساتھ لے آئے اور اس کو جنگ خیبر کے موقع پر مال غنیمت سے ملنے والے اپنے حصے سے بیس۲۰ دینار اور دو سو۲۰۰ درہم دیئے۔ اس کے علاوہ ایک لباس (برد یمانی) اور سفر کے لیے اپنا گھوڑا بھی اس کے اختیار میں دیا نیز روٹی اور گوشت سے اس کو شکم سیر بھی کیا۔

بوڑھے نے عمار یاسر کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لیے دعائیں کیں اس طرح عمار یاسر نے اپنا وعدہ پورا کر کے گلوبند لے لیا۔ بوڑھا رسولؐ کے پاس آیا اور پورا واقعہ آپ سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: کیا تو سیر ہو گیا تجھ کو لباس مل گیا اور تیرے سفر کا خرچ پورا ہو گیا؟

بوڑھے نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں جی ہاں میں ان تمام امور میں اب بے نیاز ہو گیا ہوں۔

اس کے بعد بوڑھے نے اس طرح دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ فاطِمَةَ مالاَعَيْنٌ رَأَتْ ولا اُذُنٌ سَمِعَتْ:

خدایا: تو فاطمہؑ کو اتنا زیادہ دے کہ جو آنکھوں نے نہ دیکھا ہو اور نہ ہی کانوں نے کبھی سُنا ہو۔ رسول اکرمؐ نے آمین کہا۔ اس کے بعد فرمایا:

خداوند عالم نے دنیا میں ہی اس طرح کی بخشش فاطمہؑ پر کر دی ہے۔

میرا جیسا باپ دیا ہے جس کا دونوں جہاں میں کوئی نظیر نہیں ہے اور علیؑ جیسا شوہر دیا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہر گز فاطمہؑ کو اپنا ہمتا اور ہم کفو شوہر نصیب نہ ہوتا اور خدا نے اس کو دو فرزند حسنؑ حسینؑ جیسے عطا کئے ہیں کہ وہ دونوں جہاں میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ہیں وہ دونوں تمام انبیاء کے جوان نواسوں کے آقا اور بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اس کے بعد رسولؐ نے مقداد و عمار و سلمان سے جو آپؐ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے فرمایا: کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں فاطمہؑ کے کچھ فضائل بیان کروں؟ اُنھوں نے کہا ضرور بیان کریں؟ اے اللہ کے رسولؐ فرمایا! جب فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوں گی اور خاک کے سپرد کر دی جائیں گی تو دوؑ فرشتے اُن کے پاس آئیں گے اور پوچھیں گے تمہارا پروردگار کون ہے؟۔

فاطمہؑ جواب دیں گی: خدا میرا پروردگار ہے۔ فرشتے پوچھیں گے تمہارا رسولؐ کون ہے؟

فاطمہؑ کہیں گی: میرا باپ۔

فرشتے پوچھیں گے: **فَمَنْ وَلِيّكِ:** آپؑ کا ولی اور رہبر کون ہے؟

فاطمہ جواب دیں گی: **هٰذا القائمُ علیٰ سَفِيْرِ قَبْرِي علّيِ بنِ ابی طالبؑ**

میرا رہبر اور ولی یہی ہیں کہ جو میری قبر کے کنارے کھڑے ہیں یعنی علی ابن ابی طالبؑ ہیں! یہاں پہنچ کر رسولؐ نے ایک بار پھر مقداد و عمار و سلمان سے پوچھا کیا تم لوگوں کی خواہش ہے کہ میں فاطمہؑ کے کچھ اور فضائل بیان کروں؟!

اُنھوں نے عرض کی: ضرور بیان کیجئے! فرمایا:

اِنَّ اللّٰه قَدْ وَكلَّ بِهَا رَعِيْلاً مِنَ الْمَلَائِكةِ بَحْفَظُوْنَهَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهَا ومِنْ خَلْفِهَا ومِنْ يَمِيْنِهَا ومِنْ شِمَالِهَا.

خداوند عالم فاطمہؑ کی خدمت کے لیے کچھ مقرب فرشتے مامور کرے گا کہ وہ ہر طرف سے اور ہر طرح کے ضرر سے فاطمہؑ کی حفاظت کریں اور فاطمہؑ کے ساتھ قبر (یعنی بہشت) میں رہیں گے اور بہت زیادہ درود و سلام اُن پر اُن کے باپ اور ان کے شوہر پر بھیجتے رہیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: جو شخص بھی میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی ہے اور جو شخص فاطمہؑ کی زیارت کرے گا گویا اس نے میری زیارت کی ہے جو علیؑ کی زیارت کرے گا گویا اس نے فاطمہؑ کی زیارت کی ہے۔ اور جو شخص حسنؑ و حسینؑ کی ذرّیت و اولاد کی زیارت کرے گا گویا اس نے ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) کی زیارت کی ہے۔"

عمّار یاسر نے اس گلوبند کو مشک سے معطّر کیا اور ایک بُرد یمانی میں اس کو لپیٹا اس کے بعد اپنے اس غلام کو کہ جس کا نام "سہم" تھا اور جس کو جنگ خیبر سے ملنے والے حصے سے عمّار نے خرید اتھا دیا اور کہا: جاؤ فاطمہ زہراؑ کو گلوبند دے دینا اور تم کو بھی میں نے فاطمہ زہراؑ کے حوالہ کیا آج کے بعد سے فاطمہؑ کے غلام بن کر رہنا۔

"سہم" فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں آئے اور آپؑ کی خدمت میں گلوبند پیش

کرتے ہوئے پورے واقعہ سے آگاہ کیا، جناب فاطمہؑ نے گلوبند لیا، اور ''سہم'' کوراہ خدامیں آزاد کردیا۔

جناب سہم جو اوّل سے آخر تک پورے واقعہ سے واقف تھے ہنسنے لگے۔
جنابِ فاطمہؑ نے ان سے پوچھا:
کیوں ہنس رہے ہو؟ سہم نے کہا:

اَضْحَکَنِیْ عِظَمُ بَرَکَةِ هٰذَالْعِقْدِ، اَشْبَعَ جَامِعاً وکَسٰی عُرْیَاناً واَغْنٰی فقیراً واَعْتَقَ عَبْداً وَرَجَعَ الی رَبِّہٖ۔

اس گلوبند کی برکتوں کو دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی کہ اس نے ایک بھوکے کو شکم سیر کردیا اور ایک برہنہ کو لباس پہنادیا اور ایک محتاج کو بے نیاز کردیا، اور ایک غلام کو آزادی دلادی اور آخر کار پھر اپنے مالک کے پاس واپس آگیا۔

سچ بتائیں، جابر یہ روایت کیوں بیان کرر ہے تھے؟ اور ان کا مقصد کیا تھا؟ آیا سوائے اس کے کچھ اور ہوسکتا ہے کہ وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ حقائق سے پردہ اُٹھا رہے تھے، خصوصاً رہبری سے مربوط حقائق بیان کیا کرتے تھے؟۔

زید ابنِ حسن نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: ہمارے جد بزرگوار امام زین العابدینؑ نے کتنی عمر پائی؟ امام صادقؑ نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے اپنے باپ امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے: میں اُسی سال کہ جس سال میرے چچا امام حسن علیہ السلام شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے ہیں (یعنی ۴۹ھ میں) ایک روز میں اپنے باپ امام حسین علیہ السلام اور چچا امام حسن علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چلا جارہا تھا اور میں اُس وقت سن بلوغ کے قریب ایک نوجوان تھا، میں نے دیکھا: جابر ابن عبداللہ انصاری اور اَنس ابن مالک، قریش وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ چلے آرہے ہیں جیسے ہی جابر نزدیک ہوئے

اپنے کو میرے باپ اور چچا حسن وحسین علیہما السلام کے قدموں پر گرادیا اور بوسہ دیا۔

قریش میں سے ایک شخص جو (اہل بیتؑ کے دیرینہ دشمن) مروان کے عزیزوں میں سے تھا۔ اعتراض کرتے ہوئے جابر سے کہا:

اے ابوعبداللہ تم اس عمر میں، صحابی رسولؐ ہونے کے شرف ومقام اور جنگ بدر میں شرکت کے باوجود ان کے سامنے اس طرح احترام کا مظاہرہ کرر ہے ہو؟

جابر نے کہا: اے قریشی بھائی ذرا سنو تو! اگر ان دونوں بزرگوار حسنؑ وحسین کے فضائل ومقام کہ جن سے میں واقف ہوں تم بھی واقف ہوتے تو یقیناً ان کے پیروں کے نیچے کی خاک اٹھا کر بوسہ دیتے:

اس کے بعد امام سجادؑ فرماتے ہیں: میرے بابا اور چچا تو وہاں سے چلے گئے لیکن لوگوں کے درمیان اب بھی باتیں ہورہی تھیں۔ جابر ابن عبداللہ انصاری نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور کہا: ایک دن میں مسجد میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں موجود تھا، مسجد خالی تھی آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: حسنؑ وحسینؑ کو (جو ابھی چھوٹے تھے) یہاں لے آؤ میں اُن کو لینے کے لیے گیا اور یکے بعد دیگرے کو گود میں (یا کاندھے پر) اُٹھا کر خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوا۔

رسول اکرمؐ نے جب آقازادوں کے ساتھ میرا والہانہ انداز دیکھا تو مجھ سے سوالیہ لہجہ میں فرمایا: **اَتُحِبُّھا یا جابِرُ!**

اے جابر کیا تم ان دونوں (حسنؑ وحسینؑ) سے محبت رکھتے ہو؟

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوجائیں یقیناً میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ اور کیوں نہ میں ان کو دوست وعزیز رکھوں جبکہ میں آپؐ کے نزدیک اُن کے بلند مقام سے واقف ہوں۔

فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ان کے مقامِ ارجمند کے بارے میں کچھ بتاؤں؟

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ضرور بتائیں!

فرمایا! جس وقت خداوند کریم نے چاہا کہ مجھے پیدا کرے تو مجھے پاک و پاکیزہ منبعٔ نور کی شکل میں پیدا کیا اور اس کو صلب آدمؑ میں قرار دیا اور اس طرح خداوند عالم مسلسل طور پر تاریخ کے طویل دور تک اُسے صلبوں اور رحموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت نوحؑ و حضرت ابراہیمؑ کے صلب میں قرار دیا، پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلبؑ کے صلب میں قرار دیا اور ہرگز جاہلیت کی گندگی میرے قریب نہ آنے دی۔

اس کے بعد صلبِ عبدالمطلبؑ میں یہ نور دو۲ حصوں میں تقسیم ہو گیا، ایک حصہ (میرے پدر بزرگوار) عبداللہ کے صلب میں اور دوسرا ابوطالبؑ کے صلب میں منتقل ہوا میں اپنے باپ کے صلب سے وجود میں آیا اور خدا نے میرے ذریعہ مقام نبوت و رسالت کو اختتام تک پہنچایا۔ اور (جناب) ابوطالبؑ کے صلب سے علیؑ وجود میں آئے اور مقام ولایت و وصایت علیؑ میں قرار دیا۔

اس کے بعد ان دونوں نورانی پیکروں کو جو ایک میری طرف سے اور دوسرا علی کی طرف سے تھا جمع کیا اور حسنؑ و حسینؑ وجود میں آئے، اور خداوند عالم نے نبوت کا نواسا ہونا ان دونوں پر ختم کر دیا۔ اور میری ذریت اور خاندان ان دونوں کے توسط سے وجود میں لایا۔

اور ان ہی کی ذرّیت میں وہ فرد (حضرت قائم آلِ محمدؐ) امام مہدی علیہ السلام کو قرار دیا۔

جو آخری زمانہ میں ظہور اور خروج کریں گے اور پوری دنیا کو عدل و انصاف

سے بھر دیں گے جس طرح سے کہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔

فَهُمَا طَاهِرَانِ وَمُطَهِّرَانِ۔

پس یہ دونوں خود بھی پاک و پاکیزہ ہیں اور دوسروں کو بھی پاک و پاکیزہ کرتے ہیں اور یہ دونوں (امام حسنؑ و حسینؑ) جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جو ان دونوں کو اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے اور خدا کا عذاب ہو اُن لوگوں پر کہ جو ان سے اور ان کے ماں باپ سے دشمنی رکھیں۔

آخر میں جابر بن عبداللہ انصاری کی ایک حیرت انگیز فضیلت بیان کرنا چاہتا ہوں، اور یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تم درجہ بہ درجہ اوپر (بلندی) کی طرف چڑھو گے۔ ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر آنے والا درجہ پہلے سے بلند ہوگا جو لوگ اس دنیا میں رہ کر قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی میں عمل کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو حسد، نفرت، بخل، لالچ اور اس قسم کی دوسری روحانی بیماریوں سے دور رکھتے ہیں۔ سونا چاندی، دولت دنیا کی محبت اور خواہشاتِ نفسانی میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں ان کی نہ صرف یہ کہ روح ہی پاکیزہ اور لطیف ہو جاتی ہے بلکہ جسم بھی مٹی میں مل کر مٹی نہیں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابی ابوحذیفہ یمانی اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی قبریں دریائے دجلہ کے کنارے پر بنی ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں دریائے دجلہ میں طوفان آنے کی وجہ سے ان دونوں اصحاب رسولؐ کی قبریں پانی کی زد میں آ گئیں۔ وہاں کے حاکم کو خواب میں اشارہ ملا کہ ان دونوں اصحاب کے جسدِ خاکی وہاں سے ہٹا لیے جائیں۔

قاضی شہر کی نگرانی میں قبروں کو کھودا گیا دونوں لاشیں بالکل تر و تازہ تھیں بہت سے غیر ملکی وہاں یہ نظارہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ ایک انگریز ڈاکٹر بھی موقع پر موجود تھا اسے بڑی حیرت ہوئی اس نے لاشوں کی آنکھیں چیک کرنے کی درخواست کی۔ اسے اجازت مل گئی۔ چنانچہ اس نے پلکیں اُٹھا کر آنکھوں کا معائنہ کیا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ آنکھیں ایک زندہ انسان کی آنکھوں کی طرح تر و تازہ تھیں۔ اس نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ اور ان کا مذہب کیا تھا۔؟ اسے بتایا گیا کہ یہ دونوں رسول اللہؐ کے صحابی تھے اور آج سے چودہ سو سال قبل فوت ہوئے تھے اور یہاں دریائے دجلہ کے کنارے پر دفن کئے گئے تھے۔ اس نے کہا میں مذہب اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور وصیت کی کہ میرا کفن دفن جنازہ اسلامی طریقہ پر کیا جائے۔ پورا واقعہ ۱۹۳۸ء میں شائع ہونے والے اخبارات میں آیا ہے۔ ان اصحاب رسول اللہ کے اجسام کی اگر یہ رفعت اور بلندی ہے تو ان کی ارواح کس قدر پاکیزہ ہوں گی اور ان کا مقام کس قدر بلند ہوگا۔

جابر بن عبداللہ انصاری اور حذیفہؑ یمانی کے جنازوں کی تصویر بھی عراقی حکومت نے شائع کی تھی۔ یہ تصویر میرے پاس محفوظ ہے، میں تفسیرِ قرآن کی مجالس میں فوٹو اسٹیٹ تقسیم بھی کروائی تھیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری کو اب سلمان فارسی کے روضے میں مدائن میں دفن کیا گیا ہے، دو مرتبہ میں اُن کی زیارت کر چکا ہوں۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے جناب سیّدہ کے گلوبند کی جس روایت کو بیان کیا ہے وہ میں نے اپنے نو تصنیف مرثیے میں نظم کی تھی چند بند آخرِ مرثیے کے سن لیجئے:۔

گُلِ گلزارِ رفاقت ہے گلو بندِ حَسیں　　گوہرِ دُرجِ ریاضت ہے گلو بندِ حَسیں
نکہتِ خلدِ مودّت ہے گلو بندِ حَسیں　　مخزنِ جود و سخاوت ہے گلو بندِ حَسیں
پئے امدادِ غلامی ہے گلو بندِ حَسیں
عقدِ زہراؑ کی سلامی ہے گلو بندِ حَسیں

ہے یہ منقول، گلو بندِ بتولؑ عذرا　　جو سدا مثلِ ہلال آپ کی گردن میں رہا
ایک سائل کو رہِ دینِ خدا میں بخشا　　ان کا یہ فیض و ترحمّ، یہ شعار اُمّت کا
حلقہ رسّی کا پئے زینبؑ ناشاد ملے
طوق لوہے کا پئے گردنِ سجادؑ ملے

اُس گدا نے وہ عطیہ رکھا سر آنکھوں پر　　کی دُعا اس سے زیادہ ہو کرم کا ج
بولیں زہراؑ کہ نہیں کچھ ہوسِ دولت و زر　　طوقِ طاعاتِ الٰہی ہے ہمارا نا
یہ دُعا دے کہ محمدؐ سے دعا لے زہراؑ
نار سے اُمتِ عاصی کو بچا لے زہراؑ

وہ گلو بند لئے پیشِ نبیؐ جب پہنچا　　بولے احمدؐ کہ اِسے بیچ کے کام اپنا چلا
پوچھا عمارؓ نے سائل سے کہ مول اِس کا ہے کیا　　عرض کی اُس نے عنایت جو کرے میرا خدا
نقد کچھ بہرِ علاجِ دلِ صد چاک ملے
پیٹ کو رزق ملے جسم کو پوشاک ملے

اپنے گھر لے گئے عمارؓ اُسے بہرِ کرم　　وہ غذا اُس کو کھلائی کہ ہوا تازہ دم
ایک ناقہ دیا، اک بُردِ یمانی اُس دم　　سُرخ دِینار دیئے یک صد و پنجاہ دِرَم
بھوکے پیاسوں پہ یہ ہو لُطفِ گلو بندِ بتولؑ
اور اُدھر فاقے پہ فاقے کرے فرزندِ بتولؑ

لے کے پہنچا وہ گدا پیشِ نبیؐ مال و زر　　بولا یہ سب شہِ مُرسلؐ کی زباں کا ہے اثر

بولے احمدؐ کہ یہ ہے بخشش زہراؑ کا ثمر　　فکرِ اُمت کی اُسے رہتی ہے ماں سے بڑھ کر

یہی اُمت مگر اس درجہ بدل جائے گی

باپ پر رونے نہ دے گی اسے تڑپائے گی

اُس گلو بند کو عمارؓ نے سائل سے لیا　　پھر اُسے چادرِ پاکیزہ میں ملفوف کیا

سہم تھا ایک غلام اُن کا، اُسے بلوایا　　دے کے چادر اُسے دربارِ نبیؐ میں بھیجا

پھر کہا اُس سے تو اب تک تھا مرے گھر کا غلام

آج سے تو بھی ہوا میرے پیمبرؐ کا غلام

سہم نے جا کے محمدؐ کو دیا یہ پیغام　　بھیجے زہراؑ کو نبیؐ نے وہ گلو بند و غلام

ہدیہ لے کر یہ کیا فاطمہؑ زہرا نے کلام　　جا تجھے کرتے ہیں آزاد ہم اللہ کے نام

سہم اب سہم نہ تو قلب ترا شاد ہوا

حُر جسے ہم نے کہا نار سے آزاد ہوا

سہم خوش ہو گیا بولا کہ زہے شانِ خدا　　معجزہ ہے یہ گلو بندِ جنابِ زہراؑ

شاد سائل کو کیا جسم کو ملبوس ملا　　سیر بھوکے کو کیا بندے کو آزاد کیا

کلمہ کیوں نہ پڑھوں شام و سحر بی بی کا

منبعِ نعمتِ کونین ہے گھر بی بی کا

غربت و فقر کا حامی ہے گلو بند حسیں　　نسبتِ حق سے دوامی ہے گلو بند حسیں

دیں کی تاریخ میں نامی ہے گلو بند حسیں　　پیشِ معبود گرامی ہے گلو بند حسیں

فیضِ زہراؑ سے یہ اعجاز نمائی کی ہے

اس گلو بند نے بھی عقدہ کشائی کی ہے

قابلِ طوف ہر اک طور رہا ہے یہی گھر　　نورِ زُجاجہ و مشکوٰۃ وضیا ہے یہی گھر

گلشن و سرو و گل و بادِ صبا ہے یہی گھر　　کیسی رفعت ہے کہ تحریکِ عزا ہے یہی گھر

جس کی قرآں کی طرح مدح و ثنا کی جائے

کیا غضب ہے کہ وہاں آگ لگا دی جائے

کتنا پُرسوز ہے انجامِ جہیزِ زہراؑ　　کربلا میں وہ ہوا نذرِ سپاہِ اعدا

چھد گئی مشک ہوئے بازوئے عباسؑ جدا　　جس کی سقائی پہ تھا پیاسے لبوں کا تکیہ

وہ ہوا ظلم کی صحرا میں چلی ہائے ستم

مسندِ احمدِؐ مختار جلی ہائے ستم

بھر گیا فوجِ ستم پیشہ سے شبیرؑ کا گھر　　ہنسلیاں لٹ گئیں آئیں جو برائے اصغرؑ

چھل گئے کان سکینہؑ کے کہ نکلیں گوہر　　لٹ گیا قاسمؑ مضطر کی دلہن کا زیور

لے گئے بندے رُقیہؑ کے ستمگر ہے ہے

لُٹ گئی زینبؑ و کلثومؑ کی چادر ہے ہے

اِس طرف بیبیاں تکتی تھیں سوئے عرشِ علا　　اور اُدھر سجدۂ معبود میں تھے زینِ عبّا

آگ کی زد پہ تھا ہر خیمۂ شاہِؑ والا　　دشت میں گونجتی تھی زینبِؑ مضطر کی صدا

پشتِ خیمہ پہ تھیں کل رات، کہاں ہو اماں

خیمے تو جل چکے کس بن میں نہاں ہو اماں

یک بیک آئی صدا اے مری دُکھیا بچی　　میں ترے بھائی کے لاشے پہ ہوں گریاں بیٹی

چھوڑ کر اپنے جگر پاروں کو کیسے جاتی　　میں نے سب دیکھی ہے تجھ پر جو مصیبت گزری

ہائے کیا قدر یہی وارثِ تطہیر کی ہے

کیا کروں لاش اکیلی مرے شبیرؑ کی ہے

میں تو یثرب سے ترے ساتھ چلی تھی بیٹی　　کربلا تک میں ترے بھائی کے ہمراہ رہی

پھر وہ سب دیکھا جو اس قافلے پر یاں گزری　　دل تڑپتا رہا کچھ تیری مدد کر نہ سکی

پشتِ خیمہ پہ میں کل شب بھی کھڑی تھی زینبؑ

تونے تو خود مری آواز سنی تھی زینبؑ

اور پھر صبح سے اس بن میں جو آفت ٹوٹی حشر پر حشر قیامت پہ قیامت ٹوٹی
ہر نفس قافلے پر تازہ مصیبت ٹوٹی آفریں تجھ کو کہ اس پر بھی نہ ہمّت ٹوٹی

رَن میں شبیرؑ کے دم سے تھا شہادت کا بھرم
تونے خیمے میں رکھا آلؑ کی حُرمت کا بھرم

بڑھتا جاتا ہے ہر اک سمت سے جورِ اعدا آگ سے خیمے جلے زیور و اسباب
دل پھُنکا جاتا ہے جلتا ہے کلیجہ میرا میں بھی اک ماں ہوں کہو ضبط کروں تا

دل کے ٹکڑوں کو میں کس طرح بلکتا دیکھوں
ہائے تم سب پہ قیامت ہو میں دُکھیا دیکھوں

میں نے برچھی سے چِھدا سینۂ اکبرؑ دیکھا نہر پر لاشۂ عباسؑ کا منظر دیکھا
ہدفِ تیر، گلوئے علی اصغرؑ دیکھا اپنے شبیرؑ کے سر کو تہہِ خنجر دیکھا

خنجرِ شمر جب آمادۂ شر تھا زینبؑ
میرے زانو پہ مرے لال کا سر تھا زینبؑ

پھر انہی آنکھوں سے لٹنے کا بھی منظر دیکھا خوں میں ڈوبا ہوا اک بچی کا گوہر دیکھا
میں نے کِھنچتا ہوا بیمار کا بستر دیکھا راکھ بنتا ہوا گہوارۂ اصغرؑ دیکھا

اُس طرف چادریں چھنتی تھیں تمہارے سر سے
میں اِدھر روتی تھی جیسے کوئی بادل برسے

صبر کر اے مری بچی مری زینبؑ مری لال تو ہی سالار ہے اب قافلے کی دل کو سنبھال
کربلا پہنچی کہاں ہے ابھی تا حدِ کمال مرحلہ قید کا باقی ہے ابھی بعدِ قتال

تیرے رستے میں ابھی کوفے کا بازار بھی ہے
تیری قسمت میں ابھی شام کا دربار بھی ہے

اور پھر شام کے زنداں میں بھی جانا ہے تجھے دہر کو بھائی کا پیغام سنانا ہے تجھے
حق کی تصویر زمانے کو دکھانا ہے تجھے زخم تو راہ میں ہر گام پہ کھانا ہے تجھے

منزلِ سخت ہے مالک تجھے ہمّت بخشے
جا مری چاند خدا صبر کی طاقت بخشے

دشت سے آتی تھی زہراؑ کی صدا ہائے حسینؑ تجھ کو پانی نہ دمِ نزع ملا ہائے حسینؑ
چھن گئی زینبؑ بے کس کی رِدا ہائے حسینؑ آگ سے خیمۂ انوار جلا ہائے حسینؑ

حشر ڈھانے لگی اُس بن میں یہ دُکھیا کی صدا
چرخ سے آنے لگی ہائے حُسیناؑ کی صدا

اور پھر ہوگئی خاموش صدائے زہراؑ رات کٹنے لگی دِن نِکلا اُجالا پھیلا
لے چلے اہلِ حرم کو سوئے کوفہ اَعدا سَیدہؑ رہ گئیں میت کے سَرہانے تنہا

جب ہوا روضۂ شبیرؑ سے ٹکراتی ہے
آج بھی گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے

عشرۂ فاطمہ زہراؑ کی جو رکھی بنیاد ہو گئے بیس برس، ہیں یہ مجالس آباد
پا کے سب اپنی مُرادیں ہیں عزادار بھی شاد ہے یہ اخترؔ کی دُعا اور یہی اُس کی مُراد

مرثیہ فاطمہ زہراؑ کا جو ہر سال لکھے
اُس کو تاریخِ ادب صاحبِ اقبال لکھے

٭..........٭

مجلس ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؑ پر

عشرۂ چہلم کی چھٹی تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں عظمتِ صحابہ کے عنوان پر۔

آج ہم اس عشرۂ کی نصف منزل کو طے کررہے ہیں اور اب یوں سمجھیے کہ عنوان کا نتیجہ برآمد ہونے والا ہے، ہم ابھی کسی منزل پر نہیں پہنچے ہیں اس لیے کہ ابھی ہم ذہنوں کو ہموار کررہے تھے، عنوان کے مزاج سے آشنا کرنا چاہ رہے تھے اور اس سلسلے میں ہمیں اب جاکر اطمینان ہوا جس میں ہمیں کچھ پیغامات ملے۔ ایک خط ملا کوئی نعیم احمد صدیقی صاحب ہیں کہ ان کا کہنا ہے کہ ”ہم پہلی بار آپ کے عنوان کو دیکھ کے آئے اور جتنے بھی پاکستان میں ہمارے مذہب سے متعلق مقررین ہیں ان میں بھی اور جو آپ کے یہاں تقریریں ہوئی ہیں، ہم نے صحابہ کے بارے میں ایسی تفصیل پہلی بار سنی اور سب سے بڑی خوشی ہمیں جو ہورہی ہے وہ یہ کہ ایک لفظ بھی آپ کی تقریر میں ہم نے ایسا نہیں پایا کہ جو شیعوں کی مجلسوں کے لئے مشہور ہے کہ ناگواری پیدا ہوتی ہے اور چوں کہ آپ کا لہجہ ہمیں اتنا اچھا لگ رہا ہے اس لیے ہمیں کوئی بات کڑوی نہیں لگتی“۔

شکریہ آپ کا کہ آپ نے سمجھا۔ ان مجلسوں کی کوشش یہی ہوتی ہے اور یہ عنوان ہم نے ان ہی لوگوں کے لیے رکھا ہے، جن کے پیغام ہم کو ملتے ہیں آرمی کے آفیسران کے، کچھ ادبی لوگوں کے اور کالجز کے پروفیسران کے اور جتنے بھی

پیغامات آئے ان میں کوئی شیعہ نہیں ہے اس لیے مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ اب ہم کسی نتیجے کی طرف سفر کرسکتے ہیں کہ ہم ایک منزل تک پہنچ جائیں ورنہ کیا ضرورت تھی کہ ہم اس عنوان کو رکھتے ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ عنوان ہمیں اس لیے رکھنا پڑا کہ تقریباً اس سال تمام اخبارات میں اور خاص طور سے جنگ اخبار میں، یہ میں آپ کو بتادوں کہ میں اخبار بہت کم پڑھتا ہوں اور تراشہ آج بھی دونو جوان لائے تھے مجلس میں موجود ہیں اور ایک تراشہ دوپہر کو دیا اور ایک تراشہ ہے ۲۹ محرم گیارہ اگست کا۔ تو اس قسم کے بیانات نے مجبور کیا کہ ہم اس عنوان کو واضح کریں اور آج چھٹی تقریر ہے اور ہمیں اندازہ ہوگیا کہ پانچ تقریروں میں جو اثر ہوا ہے وہ بھی میں آپ کو بتاؤں گا۔ پہلے بیانات ایسے آتے تھے ”اتوار ۲۹ محرم ۱۴۱۱ھ ۱۱، اگست ۱۹۹۱ء کا بیان جنگ کا، سپاہ صحابہ کے تحت استقبالیہ کراچی پریس رپورٹر سپاہ صحابہ صوبہ سندھ کے سرپرست مولانا فلاں فلاں، صوبائی سیکرٹری، ایڈوکیٹ فلاں، اور دیگر رہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ حکومت قومی اسمبلی میں صحابہ کرام کے دشمنوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوائے اور ان کے لیے سزائے موت کے قانون کا بل پیش کرے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ضلع شرقی سپاہِ صحابہ کے استقبالیے سے خطاب میں کیا۔

ایسے بیانات روزانہ اور جنگ ہی زیادہ چھاپتا ہے ورنہ اور کسی کو دلچسپی نہیں ان بیانات سے۔ اب یہ کل کا اخبار ہے جو بچے تراشہ لے کر آئے۔

”پیر ۱۴۱۱ھ ۱۵ صفر، ۲۶ اگست ۱۹۹۱ء جنگ میں یہ بیان ہے نفاذِ شریعت کے لیے کردار ادا کریں گے اور وہ جو کمیٹی کے ہیں سہیل خان فاروقِ اعظم کمیٹی پاکستان کے نو منتخب عہدیداران کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا اس موقعے پر خطاب کرتے ہوئے کمیٹی کے بانی وچیرمین سہیل احمد خان نے کہا کہ ہم ملک

میں اسلامی معاشرے کے قیام اور نفاذ شریعت کے لیے بھرپور اور تاریخ ساز کردار ادا کریں گے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین میں امتیازی سلوک ختم کرے اور نشانِ حیدر کی طرح نشان صدیق اکبر، نشانِ فاروق اعظم، نشانِ عثمان غنی، نشانِ امیر معاویہ بھی دینے کا اعلان کرے اور ایامِ خلفائے راشدین پر عام تعطیل کا اعلان کرے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے خلفائے راشدین کے یوم پر خصوصی پروگرام نشر کیے جائیں۔ کمیٹی کے چیف آرگنائزر علامہ قاری عبدالحیٔ نے کمیٹی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم اپنے مشن کی تکمیل تک بھرپور جدوجہد جاری رکھیں گے"۔

توبچوں نے کہا اس پر کچھ پڑھ دیجیے تو اچانک میں جب خبر دیکھنے لگا تو میری نظر اس کے بعد کی خبر، جو اس کے نیچے ہی لگی ہے اس پر گئی تو میں نے ان سے کہا اس پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب نیچے لکھا ہوا ہے اور میں جواب سنائے دے رہا ہوں۔ یہ دیکھیۓ قدرت کی طرف سے یہ باتیں ہیں اب یہ سن لیجیے نیچے جو خبر لگی ہے۔

"پاکستان گہوارۂ اسلام ہے" اب اس کا ایک ایک لفظ کمال ہے جناب پتہ نہیں قدرت کس طرح ہر چیز کا جواب دیتی ہے "پاکستان گہوارۂ اسلام ہے" عارف قاسمی۔

"جس کا اس ملک میں بسنے والا ہر شخص داعی بنا ہوا ہے لیکن اس نے حضورِ اکرم کے احکامات اور اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس ملک کو نیلامی پر لگایا ہوا ہے۔ یہ بات جمعیتِ علمائے پاکستان ضلع وسطی کے صدر عارف قاسمی نے کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا یہ ملک جس ہستی کی بدولت بنا اور قائم ہوا وہی اس کی آئندہ بھی دیکھ بھال کرے گا۔

انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ سیاسی شعبدہ گروپ کے حکم پر دوسرے یوم منانے کے بجائے صرف رسول کا یوم منائیں۔ تو اب ہمیں اپنی طرف سے کہنے کی ضرورت کیا ہے اخبار میں خود ہی سوال خود ہی جواب۔

بات واضح ہوگئی کہ ہمیں اس میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ دنیا خود جانتی ہے کہ حق سب سے بڑا حق خود رسولؐ اکرم ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے اب دونوں خبریں آپ نے سن لیں ایک جملہ کہہ دوں نشانِ صدیق اکبر دو، نشان فاروق اعظم بناؤ، نشانِ عثمان غنی بناؤ ارے کوئی اللہ کا بندہ یہ کیوں نہیں کہتا کہ نشانِ محمدؐ بناؤ۔ آج تک کسی نے یہ مطالبہ کیا کہ بھئی رسولؐ اکرم کا بھی نشان بنایئے اگر چھوٹے بھائی کا ہے تو بڑے بھائی کا بھی بنایئے لیکن معلوم ہے کہ اگر یہ مطالبہ کریں گے تو عالم اسلام پلٹ کر یہی کہے گا کہ کس لڑائی میں محمدؐ لڑے ہیں کس لڑائی میں نبیؐ لڑا ہے جواب یہی آئے گا کہ محمدؐ کے حصے کی لڑائی بھی علیؑ ہی لڑتے تھے۔ بس جو نشان رکھنا ہے علیؑ کے سلسلے میں رکھو اور چھوٹی سی بات ہے کوئی ہمیں یہ تو بتائے کہ نشان کے معنی کیا ہیں؟ نشان کے معنی کیا ہیں؟ میں نے لاہور میں چیلنج کیا تھا کہ کوئی ہمیں کافر کے معنی بتادے اب تک تو کوئی بتا نہیں پایا اب تک لاہور میں کہیں سے بھی جواب نہیں آیا اور چیلنج میرا قائم ہے کوئی کافر کے معنی بتادے۔ آج پھر چیلنج کر رہا ہوں نشان کے معنی کوئی بتادے کس زبان کا لفظ ہے، کیسے بنا ہے، اس کے کتنے معنی ہیں تشریح کردے۔ دیکھیۓ کل بھی گفتگو تھی لسانیات ایک عجب موضوع ہے ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل جنابِ زیڈ اے بخاری صاحب اپنی غزلوں کا مجموعہ چھاپنا چاہتے تھے تو جنابِ ضیاً الحسن موسوی اعلی اللہ مقامہٗ نے پوچھا مجموعہ کا نام کیا رکھا، بخاری صاحب کہنے لگے "مقامِ بخاری" تو موسوی صاحب نے پچیس صفحات کا مضمون صرف لفظ مقام

پر لکھ کر دیا انہوں نے کہا میں کان پکڑتا ہوں یہ نام نہیں رکھوں گا پتہ چلا ایک لفظ پر ڈیڑھ سو صفحے لکھے جا سکتے ہیں ظاہر ہے وہ لکھے گا جو لفظ کے ایک ایک حروف سے واقف ہو، آپ کہہ رہے ہیں نشان، نشان کے معنی بتایئے اور جب آپ معنی تلاش کریں گے تو پتہ چلے گا کہ نشان اس کا ہوتا ہے کہ یا خود اس کے جسم پر کوئی نشان آیا ہو یا کسی کے نشان لگایا ہو اور پوری تاریخ جب چھانی جائے گی پتہ چلے گا بس جو نشان لگے ہیں وہ پھر زندگی کے آخری نشان تھے اس سے پہلے کوئی نشان جسم پر نہیں آیا تو بھئی کیسا نشان، کا ہے کا نشان جب تک معنی نہ معلوم ہوں کیسے رکھ سکتے ہیں آپ، سوچے سمجھے بغیر کسی لفظ کا کسی لفظ سے کوئی رابطہ ہوتا ہے جب تک رابطہ نہ ہو بات سمجھ میں نہیں آتی اور ہمارے رسولِ اکرمؐ نے ایک ایک جزو کو سمجھایا ہے اپنی پوری حیات میں۔

ابھی آپ نے نمازِ جنازہ ایک مومن کی پڑھی اور درمیانِ مجلس اسے ثواب پہنچایا۔ بڑی عظمت ہے نمازِ جنازہ کی تمام مسلمانوں نے لکھا کہ جب کوئی صحابی مرتا اور حضورؐ نمازِ پڑھاتے تو اگر چار تکبیریں کہتے تھے تو صحابہ سمجھ جاتے تھے کہ صحابہ میں کا منافق مرا ہے اور اگر پانچ تکبیریں کہتے تو سب سمجھ جاتے مومن مرا ہے۔ اب یہ پانچ اور چار کا فرق ہے ابھی لسانیات پر گفتگو تھی اور اب علم الاعداد پر گفتگو ہے۔ پوری پوری تقریریں اس پر ہو سکتی ہیں اور میں کر چکا ہوں یہ علم الاعداد کیا ہے یہ چار اور پانچ کے عدد میں رسولؐ نے نفاق اور ایمان کی کسوٹی کو رکھ دیا۔ یہی تو بار بار کہہ رہا ہوں سات صحابہ، آٹھ بھی ہو سکتے تھے نو بھی ہو سکتے تھے یہ سات کیوں۔ تو پوری تقریر ہو جائے گی اگر آپ کو میں سات کی تشریح کر دوں اس لیے کافی ہے بس اتنا سن لیجیے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا، دنیا سات کے عدد پر بنی ہے، قرآن کا آغاز سات آیات سے ہوتا ہے، سورۃ الحمد

میں سات آیتیں ہیں، سات زمینیں ہیں، سات آسمان ہیں، آسمان پر سات ستارے ثریا کی لڑیاں ہیں جن سے موسم بدلتے ہیں، دنیا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دنیا میں سات رنگ ہوتے ہیں اور ان ہی سات سے مختلف رنگ بنتے ہیں اور جب سات کو دُونا کرتے ہیں تو چودہ بنتے ہیں۔ اب ایک پوری طویل یہ میری تقریر ہے جو میں کر چکا ہوں سات کے عدد پر۔ دنیا میں سات عجائبات ہیں، سات سُر ہیں، مختلف باتیں ہیں تو بس اتنا اور سن لیجیے کہ مولائے کائنات فرماتے ہیں اگر بعدِ رسولؐ یہ سات صحابہ روئے زمین پر نہ ہوتے تو تمام مسلمانوں پر عذاب آ جاتا آسمان سے پتھر برسنے لگتے۔ اس دنیا کو خبر نہیں کہ قیامت تک اس زمین پر جو روزی تقسیم ہوگی ان سات کے طفیل میں، دنیا نہیں جانتی لیکن روزی ان کے صدقے میں ہے، سلمانؓ و ابوذرؓ و مقداد و عمارؓ، حذیفہؓ، سوسان، و ابو عمرو، سات صحابہ کے نام بتائے اور کہا یہ سات وہ ہیں ان کے تعزیتِ رسولؐ میں جنابِ فاطمہؑ کے پاس آئے، یہ سات وہ ہیں جنھوں نے حضرتِ فاطمہؑ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اللہ نے روزی مقرر کی ہے انسانوں کی ان سات کے طفیل میں، اب کیا عظمت ان سات کی بیان کی جائے اور ان سات کے طفیل میں پانچ دن سے کس کس کا ذکر ہوتا جا رہا ہے، یہ سات اگر میرا موضوع نہ بنتے تو کا ہے کو نعمان بدری کا ذکر ہوتا۔ تصویر کے سارے رخ جب تک نہیں دیکھیں گے یہ سات رنگ سمجھ میں نہیں آئیں گے اس لیے میں چاہتا تھا کہ سارے پہلو پیشِ نظر رہیں۔ ابھی میرے نوجوان نے سوال کیا کہ نعمان جو آپ نے پڑھا کتاب کا حوالہ، کتاب ہے ''اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ'' غاب معنی ستارہ، الغابہ ستارے اُسد معنی ہیں سہارا ستاروں کا سہارا، کتاب ہے نو جلدوں میں، ابنِ اثیر بنی امیہ کے ٹکڑوں پر پلنے والا مورخ اس نے ''ن'' میں

نعمان کا ذکر لکھا ہے اور آٹھویں جلد ہے نعمان بدری کے والد کا نام تھا عمر، آ گئے سنانے میں آپ، کل بات صاف ہو چکی ہے۔ پھر صاف کر دوں بات۔ اچھا تو سنیے ایک صحابی ہیں حضور کے ''عین'' میں ڈیڑھ سو صحابی ہیں عمر نام کے اس میں ایک ہیں عمر بن جابر اچھا ذہن میں جو نام آ رہا ہے ان کی ولدیت تو معلوم ہے نا آپ کو۔ یہ جابر کے بیٹے تھے۔ ابو موسیٰ راوی ہیں کہ ایک قافلہ جا رہا تھا مکہ کی طرف، راستے میں راوی کہتا ہے ہم نے دیکھا ایک سانپ تڑپ رہا ہے تو ہم نے دیکھا وہ مر گیا ہم اترے اپنے گھوڑے سے اور ایک کپڑا لیا اس میں سانپ کو لپیٹا اور قبر بنا دی۔ پھر ہم لوگ خانہ کعبہ پہنچے، جب خانہ کعبہ کا ہم طواف کر رہے تھے تو ایک آدمی نے پکارا جس نے اس سانپ کو دفن کیا ہے وہ آ جائے۔ راوی گیا اس نے کہا ہم نے دفن کیا ہے کہا اس کے بدلے میں ہم تمہیں کپڑا عطا کرتے ہیں جو تم نے کفن میں دے دیا، کہا کیا ضرورت ہے اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم نے سانپ کو راستے میں دفن کیا کہا وہ سانپ نہیں تھا وہ حضورؐ کے صحابی تھے، اب وہ آپ کو جملے یاد ہیں گدھے گھوڑے جانور بھی صحابی سانپ تک بات آ گئی، یہ حضورؐ کے صحابی تھے۔ کہا کیا حضورؐ کے صحابی تھے کہا ہاں وہ عمر بن جابر تھے کہا ہم سمجھے نہیں، کہا جنوں میں جو جن ایمان لائے کافر اور مومن جنوں میں اس جگہ لڑائی ہو رہی تھی، تلواریں چل رہی تھیں تو اس میں عمر بن جابر زخمی ہو کر گرے تھے وہی مرے ہیں انہوں نے انتقال کیا ہے، وہ حضورؐ کے صحابی ہیں تم نے ان کو دفن کیا ہے، ہم جنوں کے نمائندے ہیں ہم کفن کا قرضہ دینے آئے ہیں۔ تو پتہ چلا جنوں میں بھی نام ہوتا ہے عمر تو اب تو پریشانی کی بات نہیں۔ انسانوں میں بھی نام ہوتا ہے، جنوں میں بھی ہوتا ہے اور جن شاخ ہیں شیطانوں کی یا یوں کہہ لیجیے کہ شیطان جنوں میں کا ہے یہ تو بعد میں ساری باتیں آپ کی سمجھ میں آئیں گی

کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں تو یہی اسد الغابہ میں ابنِ اثیر نعمان کا ذکر کرتے ہیں، نعمان کے والد کا نام ہے نعمان ابنِ عمر ابنِ رفائیہ ابنِ حارث ابنِ کنانہ ابنِ عوف ابنِ کعب یہ ہے شجرہ اور یہ چوں کہ بدر و احد میں شریک تھے اس لیے ان کو نعمان بدری کہتے ہیں اور کنیت ان کی ابو عمر تھی اس لیے کہ بیٹے کا نام بھی عمر ہے یعنی پوتے کا نام دادا کے نام پر تو اب دیکھیے کئی تو یہیں جمع ہو گئے ہیں نعمان کے پاس، نعمان صحابہ کے چڑھائے میں بہت آ جاتے تھے اچھا یہ کل آپ سن چکے کہ حضورؐ ان کو کبھی کچھ نہیں کہتے تھے اور سب ان سے ڈرتے تھے سارے صحابہ، صرف اس لیے کہ ان کے ساتھ کچھ بھی کرو بدلہ لے لیتے ہیں تو لوگ ڈرتے تھے، کیا معلوم کس وقت کیا کر بیٹھیں، اچھا یہ سب کو معلوم تھا کہ اگر حضورؐ بھی موجود ہوں تو وہاں بھی بدلہ لینے سے چوکتے نہیں ہیں تو سب ان کے مزاج سے ڈرتے تھے۔ ایک دن ایک بدو آیا تو بدو مسائل پوچھنے حضورؐ کے پاس آیا کرتے تھے اور اس نے مسجد نبویؐ کے سامنے اپنا اونٹ باندھا یہ اسد الغابہ ابنِ اثیر میں لکھا ہے، اونٹ باندھ کر وہ حضورؐ کے پاس گیا کچھ صحابہ جمع ہو گئے کہنے لگے نعمان بدری اگر یہ اونٹ حلال کر دو سب مل کر گوشت کھائیں گے، آ گئے چڑھائے میں اس وقت انہوں نے نحر کیا اونٹ کو اور وہیں مسجد کے سامنے آگ جلا کر رانیں بھون بھون کر مزے لے لے کر صحابہ کھانے لگے اب جو بدو باہر نکلا تو چلانے لگا ارے میرا اونٹ کھا گئے صحابہ آپ کے یا رسول اللہ میرا اونٹ ارے بھیا بدو ابھی تو اونٹ کھایا ہے انہوں نے یہ پورے پورے باغ کھا جائیں گے تم کیوں پریشان ہو رہے ہو تمہیں ایک اونٹ کی پریشانی ہو گئی اونٹ باغ چرتا ہے تو ابھی اونٹ کھایا ہے انہوں نے ابھی دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ چلایا وہ صاحب ہمارا اونٹ، حضورؐ یہ سن کر باہر نکلے اچھا بدو کا کیا وہ تو چلاتے تھے حضورؐ چلانے پر باہر

آ گئے، نعمان بدری کو پتہ چلا حضور باہر آ گئے یہ بھاگے اور بھاگ کر حضوؐر کی سگی چچا زاد بہن زبا یہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے گھر میں چھپ گئے۔ کہا اب آپ ہی ہمیں بچا سکتی ہیں حضوؐر غصے میں آ گئے حضوؐر کو پتہ چل گیا میں نے ایک بدو کا اونٹ حلال کیا حالانکہ کھایا سب نے ہے لیکن جو ہے وہ میرا ہی نام لگائے گا مجھے معلوم ہے سب آئی گئی میرے اوپر آ جائے گی انہوں نے کہا چھپ جاؤ، پلنگ کے نیچے چھپ گئے حضوؐر نے حضرت عمر سے کہا۔ پھر چپ ہو گئے آپ ڈیڑھ سو ہیں کیا پریشانی ہے کہ بھئی پتہ لگاؤ یہ نعمان بدری کہاں چھپے ہیں۔ کہا سرکار آپ کو لے چلتے ہیں ہمیں معلوم ہے لیکن ہم آواز سے نہیں بتائیں گے اشارے سے بتائیں گے، کہا کیوں، کہا سرکار اگر پتہ چل گیا نعمان کو کہ میں نے بتایا ہے تو میرے پیچھے پڑ جائیں گے کہا اچھا چلو اشارے سے بتا دو جب گھر کے قریب پہنچے تو اشارے سے کہا حضوؐر نے بلوایا باہر آؤ جب نعمان باہر آئے کہا بتاؤ بھئی نعمان کس کے کہنے سے تم نے یہ کام کیا۔ اب دیکھیئے وہ یہ سمجھے حضوؐر سے کہہ کر پکڑ وا دیا کام ہو گیا آج یہ خوب ڈانٹ کھائیں گے۔ جیسے ہی باہر نکلے حضوؐر کے پہلو میں دیکھا سمجھ گئے اب دیکھیئے کیا ذہین آدمی تھے۔ حضوؐر نے کہا کس کے کہنے پر اونٹ حلال کیا پہلے میں اس کو سزا دوں گا تو نعمان نے کہا حضرت عمر نے کہا تھا دیکھیئے اسی وقت ہو گئی آپ نے غور نہیں کیا کنیت ہے ان کی ابو عمر یعنی عمر کا باپ اور والد کا نام بھی۔

لکھتے ہیں ابن اثیر کہ کبھی کبھی شراب بھی نعمان بدری پی لیا کرتے تھے۔ ایک دن رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ پکڑ کے لایا گیا اب جملہ دیکھیئے روایت تو بہر الحال ساری اِن ہی کی کتابوں کی پڑھ رہا ہوں نتیجہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ حضوؐر نے کہا سارے صحابہ مل کر ایک ایک جوتی، ماریں اسے، یہ سزا ہے اس کی۔

اب دیکھیئے جتنوں کے دل میں بھڑاس تھی موقع مل گیا۔ سب نے ایک ایک جوتی لگائی، اچھا حضوؐر نے صرف یہ کہا تھا ایک ایک جوتی، ایک جو تھے شاید ان کے دل میں بہت غبار تھا گئے جوتی مارنے اس کے بعد کہنے لگے پھٹکار ہو تجھ پہ، لعنت ہو تجھ پر۔ حضوؐر جلال میں کھڑے ہو گئے کہا جوتی مارنے کی اجازت دی تھی تم نے اس پر لعنت کیوں کی، کہا سرکار حرکت اس نے ایسی کی، کہا تمہیں نہیں معلوم اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے اس لیے اس پر لعنت نہیں ہو سکتی۔ اب پتہ چلا لعنت اس پر ہوتی ہے جس کے دل میں رسولؐ و اللہ کی سچی محبت نہ ہو ابنِ اثیر اسد الغابہ۔ تو جناب آج چھٹی تقریر اور اس منزل تک ہم آپ کو اس لیے لائے تھے کہ اب جو چیپٹر (Chapter) کھلنے جا رہا ہے آج سے لے کر آخر تک وہ اتنا سنجیدہ ہے کہ اس سے نتیجہ برآمد ہونا ہے اور اس میں آپ کو بڑی ہوشیاری سے سننا ہے۔ آپ نے غور کیا ہے نا کہ ابتک ہم ابوذرؓ و سلمانؓ تک نہیں آئے ہیں آدھی تقریریں ہو گئیں اور یہ عرض کر دوں کہ سوالات کے پرچے جو حضرات بھیج رہے ہیں ان سے عرض ہے کہ بار بار جو آپ زبانی سوال کرتے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں منبر سے میں اترتا ہوں تھکا ہوا پھر جواب جلدی جلدی دوں اتنا وقت نہیں ہوتا پرچے پر سوال لکھیئے نیچے اپنا پتہ اپنا نام میں سب سوالات جمع کر رہا ہوں تا کہ جب کتاب چھپے تو گواہ رہے قوم کہ ضمیر اختر سے کئی ہزار سوالات پوچھے جا چکے ہیں اور کتنے علمی جوابات میں دے چکا ہوں اس لیے گزشتہ سال کی طرح آخری دن سارے سوالوں کے جواب دوں گا۔ جتنے سوال آئے ہیں آپ کے ذہن میں پانچ دن میں سب آپ پرچے پہ لکھیئے میں جواب دوں گا اور یہ نہیں کہیئے گا سلونی کا دعویٰ کر دیا۔ اس صاحب سلونی کی غلامی میں، اس کے خاکِ قدم کو اپنی آنکھ سے لگا کر نجف سے

آیا ہوں اس کے صدقے میں جواب دے سکتا ہوں ورنہ منبر پہ بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے۔ منبر جس سے منسوب ہے اگر اس کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے، صاحب منبر اگر جواب دینے سے عاجز ہے تو وہ محبّ علیؑ ذاکر نہیں ہے، اس لیے ہر طرح کے سوال جو آپ کے ذہن میں آئیں موضوع میں، موضوع کے باہر سے آپ پوچھیں لیکن سوال ایسا ہو کہ تمام سننے والوں کو اس کے جواب سے فائدہ پہنچے اس لیے کہ ان سات اصحاب کا کام ہی یہی تھا جو آج ہم اس صدی میں کام کر رہے ہیں۔ یہ سات اصحاب بیٹھتے ہی تھے جا کر بھرے دربار میں، شاہِ روم کے سوال آگئے، ہندوستان سے سوال آگئے، حلب سے سوال آگئے، ایران سے سوال آگئے، یونان سے آگئے اب سوالات کہ وہ کیا جواب دیں (صاحبانِ خلافت) علم ہو تو جواب ہو جب سوال پڑھ دیے سفیر نے اور جواب نہیں ملا تو ابوذرؓ نے ہاتھ پکڑا کہا آؤ جواب چاہیے چلو جب تک اس در تک نہیں آؤ گے سوال کا جواب نہیں ملے گا ایک ہی در پہ سوالوں کے جواب ملتے ہیں۔ آپ ان مجلسوں کو کیا سمجھتے ہیں، یہ مجلسیں شہرِ علم کے باب کھولتی ہیں اور یہاں دروازہ سوا دو مہینے اس طرح کھلا رہتا ہے سائل آئے پوچھتا جائے جواب پائے گا دروازہ بند نہیں ہوگا۔ شہرِ علم کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے اور یاد رکھیے گا کہ کسی بھی سوال کا جواب آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ میں اپنی عقل سے، اپنے حافظے سے، اپنے مطالعے سے دوں گا۔ دنیا میں کوئی ایسا سوال نہیں ہے جس کا جواب پہلے آلِ محمدؐ نہ دے چکے ہوں۔ اسی سمندر سے چند قطرے لیتے ہیں تو مجلس پڑھ پاتے ہیں ادھر سے مدد نہ ہو تو ہم بول نہیں سکتے زبان نہیں کھل سکتی اور اتنا بڑا دعویٰ و چیلنج (Challenge) نہیں کر سکتے اُدھر سے مدد ہوتی ہے تو جواب ملتا ہے۔

"اصحاب ستاروں کی طرح ہیں" حدیث بن گئی حضورؐ نے فرمایا ستاروں کی

طرح ہیں اصحاب، ستاروں کا کام ہے کہ زمین پر بسنے والوں کی ہدایت کرتے ہیں، دنیا راستہ تلاش کرتی ہے ستاروں کو دیکھ کر، صحرا میں چلنے والے ستاروں کے ذریعے منزل پا جاتے تھے، سمندر میں چلنے والی کشتیاں بغیر ستاروں کے دیکھے منزل نہیں پا سکتیں اس لیے حضورؐ نے یہ کہا ستاروں کو دیکھو گے تب راستہ پاؤ گے میرے اصحاب ستارے ہیں ان کے پیچھے چلو گے تو جنت تک پہنچو گے اور آخر میں لکھتے لکھتے کہا گیا کہ حضورؐ نے یہ حدیث بھی دی ہے کہ آلِ محمدؐ سفینے کی مانند ہیں اور دیکھو بلندی اصحاب کی ہے آلِ محمدؐ کی نہیں (معاذ اللہ) اس لیے آلِ محمدؐ سفینہ ہیں اور اصحاب ستارے ہیں اور سفینہ ستاروں کا محتاج ہوتا ہے گویا آلِ محمدؐ، اصحاب کے محتاج ہیں (معاذ اللہ) لکھا گیا۔ جواب دیا مولانا سبطِ حسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کو کہ آپ یہ بھول گئے کہ رسولؐ نے کہا تھا کہ میرے اہلِ بیتؑ مثل سفینۂ نوح ہیں نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں اور جب کشتیِ نوح چلی تو آسمان پر بادل چھائے تھے ستارے نہیں تھے۔ کشتیِ نوح ستاروں کو دیکھ کر نہیں چل رہی تھی۔ بلکہ اللہ نے قرآن میں کہا کہ اللہ کے اشارے پہ کشتی چل رہی تھی۔ بادل سے پانی برس رہا تھا، زمین سے پانی اُبل رہا تھا کشتی رواں دواں تھی۔ اللہ کی زیرِ نگرانی کشتی جا رہی تھی۔ سفینۂ آلِ محمدؐ قیامت تک اللہ کی زیرِ نگرانی رواں ہے۔

اب آپ کہیں گے نظامِ شمسی میں یہ ستاروں کا کارواں ہے، سائنس کا دور ہے اور میرے سامنے وہ نوجوان ہیں جو سائنسی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سائنس داں یہی تو کہہ رہے ہیں یہ ستاروں کا جمگھٹا، یہ پورا نظامِ شمسی بس کسی اندھیرے کی طرف جا رہا ہے پتہ نہیں کس تاریکی میں جا رہا ہے سائنس داں کہہ رہے ہیں منزل کا پتہ نہیں تو ستاروں کی تو اپنی منزل نہیں دوسروں کو کیا بتائیں گے۔

یہ سائنس ہے اور یہ ادب ہے کہ جب تک بابِ علم سے مدد نہ لے، غالبؔ
نے کہا اور ایسے دیوانے تھے مولا علیؑ کے کہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت بس علیؑ علیؑ اور اردو
کا سب بڑا شاعر ہے اردو ادب کا شیکسپیئر ہے غالبؔ، دنیا کی ہر زبان میں اس
کے دیوان کا ترجمہ ہو چکا ہے سارے اشعار۔

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست

چیلنج کرتا ہے غالبؔ آج تک ادب کا یہ شعر پڑھنے والے، ہر فرقہ غالبؔ کا
عاشق ہے لیکن جب یہ شعر پڑھتے ہوں گے لوگ پڑھنا تو پڑتا ہوگا غزل کا یہ شعر۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیِ بوتراب میں

بندگی اللہ کی ہوتی ہے غالبؔ کہہ رہے ہیں میں بوترابؑ کا بندہ ہوں اور یگانہ
اور آگے بڑھ گئے یاس یگانہ چنگیزی کہتے ہیں۔

علیؑ کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی
یگانہ کے لیے کیا دور تھا منصور ہو جانا

منصور نے کہا تھا انا الحق میں حق ہوں، یگانہ نے کہا میں بھی یہ دعویٰ کرسکتا ہوں
کہ میں خدا ہوں لیکن جب علیؑ کو دیکھتا ہوں تو شرم آجاتی ہے اس لیے کہ وہ
نصیریوں کا خدا ہے۔

مشکیں لباسِ کعبہ علیؑ کے قدم سے جان
نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

وقت نہیں ہے کہ شعروں کی تشریح کروں اور اس سے پہلے مجالس میں تشریح
کرچکا ہوں ریکارڈ ہیں اس لیے آگے بڑھ جاتا ہوں اور ایک واقعہ سنا دوں کہ
ان کے ایک دوست میرن صاحب تھے صبح اٹھ کر روز غالبؔ سویرے سویرے

اُن کے پاس جاتے تھے، ابھی ہندوستان ٹی وی نے ۹ گھنٹے کا کیسٹ بنایا ہے
غالبؔ کی حیات پر اس میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ بہادر شاہ ظفر کی زبان سے، ذوق
سے گفتگو میں کہ خود بادشاہ نے کہا اس میں اور تاریخ میں موجود ہے کہ غالبؔ تو
علیؑ کا شیعہ ہے۔ یہ ہندوستان ہے یہاں غالبؔ کا ہی ذکر نہیں ہوتا تو ان کے
مذہب کا کیا ذکر ہوگا۔ دعائیں دیجیے کہ وہ ایک ملک ہے کہ جو بغیر تعصب کے
ان چیزوں کو، علمی چیزوں کو پیش کرتا ہے ہمارے یہاں تو پہرے لگے ہوئے
ہیں۔ عجیب ماحول ہے ملک کا، جمود طاری ہے تو صبح کو میرن صاحب کے یہاں
غالبؔ جاتے تو اکثر میرن صاحب کہتے ایک مصرع ہوا ہے غالبؔ کہتے سنا
دیجیے، کہتے نہیں تمہاری عادت بہت خراب ہے جہاں مصرع سناؤ تم مصرع لگا
کر شعر اپنا لیتے ہو لیکن بہرالحال بعد میں پھر وہ پڑھ دیتے اور ہوتا یہی کہ مصرعے
پر مصرع غالبؔ لگا دیتے دہلی میں مشہور ہو جاتا کہ شعر غالبؔ کا ہے ایک دن
غالبؔ پہنچے تو میرن صاحب نے کہا ایک مصرع ہوا ہے غالبؔ نے کہا سنائیے، کہا
تمہیں نہیں سنائیں گے، غالبؔ نے کہا کیوں، کہا تم مصرع لگاؤ گے شعر اپنا لو
گے غالبؔ بولے نہیں میں وعدہ کرتا ہوں ایسا نہیں کروں گا کہنے لگے نہیں وہ
مصرع ایسا ہے کہ اس پر میں ہی کہنا چاہتا ہوں میں کسی کو اس پر مصرع نہیں لگانے
دوں گا شعر پورا کرلوں پھر سناؤں گا۔ اب غالبؔ کی جستجو بڑھ گئی بہت اصرار کیا تا
دیجیے میں قسمیہ کہتا ہوں میں مصرع نہیں لگاؤں گا کہنے لگے اچھا سنو بہت عمدہ
مصرع ہوا ہے

اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ می دید

جیسے ہی میرن صاحب نے مصرع پڑھا جھٹ غالبؔ کرسی پر سے اٹھ کر بے
قراری میں کھڑے ہو گئے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔

اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ می دید

واللہ علیؑ دید علیؑ دید علیؑ دید

اب دنیا میں کوئی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ تینوں چیزیں ہمیں وفادار ملیں۔ بیوی وفادار ہوسکتی ہے، گھوڑا وفادار ہوسکتا ہے لوہے کی تلوار کیسے وفادار ہوگی۔ اگر ذوالفقار نہ ہو اور بیوی کے لیے بھی گارنٹی نہیں ہے وہ تو کہیے کہ رسولؐ نے گارنٹی دے دی یا علیؑ تین چیزیں تمہیں ایسی ملیں جو مجھے بھی نہیں ملیں ایک خسر، جیسا تمہیں ملا مجھے نہیں ملا، جیسے تمہیں دو بیٹے ملے حسنؑ و حسینؑ مجھے نہیں ملے، جیسی بیوی تمہیں فاطمہؑ ملی مجھے نہیں ملی سند ہے رسولؐ کی۔

یہی غالبؔ ایک قطعہ کہتے ہیں۔ اصحاب ستاروں کی مانند ہیں مسئلہ حل ہو رہا ہے دیکھیے اور کمال کا مسئلہ حل کیا ہے غالبؔ نے۔ بڑے بڑے علماء اور واعظ اس مسئلے کو اس طرح حل نہیں کرسکتے تھے جس طرح غالبؔ نے حل کیا۔ فارسی دیوان کی فارسی رباعی ہے، دیوان چھپنے گیا پبلشر نے کہا نہیں چھاپیں گے، کہا کیوں کہا یہ رباعی نکال لیے کہا واپس دو مسودہ دیوان نہیں چھپوائیں گے، کہا کیوں، کہا چھپے گا تو یہ رباعی رہے گی ورنہ نہیں چھپے گا۔ کمال دیکھیے ایسا ہوتا ہے عاشق حیدر چھپا، آج تک وہ رباعی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

شرط است کہ بہر ضبط آداب ورسوم

اب یہ دعویٰ ہے، دعویٰ بے کار ہے اگر دلیل نہ ہو۔ رباعی کے چار مصرعے ہوتے ہیں پہلے دو مصرعوں میں دعویٰ کیا اور آخر کے دو مصرعوں میں دلیل دی اور دلیل قرآن سے دی ہے۔ توجہ کیجیے گا اور ساتھ اس جھوٹی حدیث کو کہ اصحاب ستاروں کی مانند ہیں اس کو کنڈم (Condemn) یعنی رد کردیا قرآن کی آیت سے۔ یہ غالبؔ کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ صرف اسی کا حق نہیں ادا ہوسکتا

صدیوں۔ وہ ہیں غالبؔ، ایک قطعہ علماء کی ہزاروں کتابوں پر بھاری ہے۔

قاضی نوراللہ شوستری شہید ثالث نے بہت سی کتابیں لکھیں اور علیؑ کی ولایت پر جان دے دی شہید ہوگئے لیکن اصحاب کے لیے یہی جملہ لکھا کہ سچا صحابی وہی ہے جو پوری زندگی صاحب ایمان رہا ہو اور مرتے دم صاحب ایمان ہو۔ بس ایک جملہ۔ غالبؔ کا ذرا یہ کارنامہ دیکھیے۔

شرط است کہ بہر ضبط آداب و رسوم

خیزد بعد از نبی امامِ معصومؑ

زِاجماع چہ پُرسی با علیؑ باز گر آئی

مہ جانشین مہر باشد نہ کہ نجوم

ہاں شمس تبریز کہتے ہیں

ساقی با وفا منم، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

صوفی با صفا منم، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

یہ ہے غالبؔ کا نعرہ، یہی ہے اقبالؔ کا نعرہ دیکھو اجماع میں ہیں ستارے، اجماع کی باتیں نہ کرو قدرت نے انتظام کیا ہے کہ ادھر آفتاب غروب ہوا اور ادھر چاند آتا ہے چاندنی پھیلانے ستارے لاکھوں ہیں مگر سورج کے جانشین نہیں بن سکتے، اصحاب بہت ہیں مگر رسولؐ کے جانشین نہیں بن سکتے غالبؔ یہ دلیل کہاں سے لائے ہو

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا

مجھ کو قسم ہے روشن آفتاب کی اور اس کی روشنی کی قسم اور اس چاند کی قسم جو سورج کے پیچھے پیچھے بلا فصل آتا ہے اور جہاں سے سورج ڈوبتا ہے چاند وہیں سے نکلتا ہے سمت نہیں بدلتا۔ آفتاب کی قسم یعنی ذاتِ رسالت کی قسم اس کی روشنی

کی قسم یعنی فاطمہ زہراؑ کی قسم اور اس چاند کی قسم جو چودھویں کا چاند ہے یعنی ذاتِ علیؑ کی قسم۔ قرآن سے غالبؔ دلیل لائے اب پتہ چلا کہ ذات رسالتؐ کے نائب ستارے نہیں بنتے، کیسے بنیں گے۔ کس تاریخ نے یہ بتایا ہے کہ رسولؐ کی وفات ہوئی ستارے کہاں گئے، کس تاریخ نے لکھا اب یہاں تو ستاروں سے بات چلی تو پروانوں تک آگئی کہ شمع رسالت روشن ہوئی تو پروانے دوڑتے ہوئے چلے کوئی روم سے آیا، کوئی ایران سے آیا، کوئی مصر سے آیا، کوئی مکہ سے آیا، پروانے جمع ہو گئے شمع جلتی رہی، پروانے منڈلاتے رہے اور بارہ ربیع الاول کو جیسے ہی شمع بجھی پروانے بھاگ گئے، پروانے چلے گئے۔ شمع بجھ گئی تو کیا روشنی کے ساتھی تھے نہیں روشنی قیامت تک باقی ہے پروانے اندھے ہو گئے تھے روشنی نظر نہیں آ رہی تھی اس لیے کہ پرندوں میں ایک پرندہ چمگادڑ ہے جب سورج نکلتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے۔ سارے پرندے ایک درخت پر جمع ہو گئے اور سب نے چلاّ کر کہا سورج نکلا ہے چمگادڑ نے کہا جھوٹ رات ہے، اندھیرا ہے تو کیا چمگادڑوں کا کہا مان لیں کہ اندھیرا ہے۔ روشنی ہے اندھیرا نہیں ہوا ہم کل بھی روشنی کے ساتھی تھے آج بھی روشنی کے ساتھی ہیں، جانے والے چلے گئے یہ سمجھ کے کہ اندھیرا ہے۔ آؤ دیکھو جس قبر میں آفتابِ رسالتؐ غروب ہوا وہیں سے قبر بنا کر مہتاب امامت طلوع ہوا اسی قبر سے چاند امامت کا نکلا یہ کہتا ہوا کہ روشنی، سورج جائے تو چاند یہ کہتا ہوا آتا ہے کہ اندھیرا نہیں ہونے دیں گے اب گھرانے کی کیا بات ہے۔ اللہ نے رسولؐ کو سورج کیوں کہا، علیؑ کو چاند کیوں کہا اس لیے کہا کہ سورج کی روشنی جب ہوتی ہے تو بدمعاش بھی چھپ جاتے ہیں درندے بھی چھپ جاتے ہیں، سانپ اور بچھو بھی چھپ جاتے ہیں، جب تک سورج رہے موذی جانور چھپے رہتے ہیں جہاں رات آئی چاند نکلا

سانپ بھی چلے، بچھو بھی چلے، بدمعاش بھی چلے چور بھی چلے، غنڈے بھی چلے جمل بھی آئی، صفین بھی آئی، نہروان بھی آئی، ہاں ہاں ابھی سمجھو اس لیے کہ دین کا پورا نظام سورج سے نہیں چلتا چاند سے چلتا ہے اس لیے اللہ نے قسم کھائی، چاند ہو تو رمضان کے روزے واجب، چاند ہو تو عید کرو، چاند ہو تو بقر عید ہو۔ ہاں چاند سے چل رہا ہے نظام سورج سے نہیں۔ رسولؐ بتا کر گئے اب پورا دین چاند سے لینا سورج چلا اب چاند کو چھوڑ کر جو ستاروں کے پیچھے جائے وہ جائے۔ آئے دن سننے میں آتا ہے فلاں وادی میں امریکہ کی ستارہ ٹوٹا اور گر گیا، پتھر لا کر میوزیم میں رکھ دیا گیا ستارے تو میوزیم میں سجائے جاتے ہیں، چاند روشن ہے رہے گا قیامت تک ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہیں گے، ستاروں کے مقدر میں ٹوٹنا ہے، ہدایت نہیں ہے ستاروں کے مقدر میں اور اب آج کی سائنس میں جہاز میں کمپاس لگا ہوتا ہے ستاروں کی مدد سے جہاز نہیں چلتے بڑی ترقی ہو گئی اب تو کشتیاں بھی ستاروں کو دیکھ کر نہیں چلتیں پتہ چلا جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائے گا انسان ستاروں سے دور ہوتا جائے گا اب جائے امریکہ کہ ہم جا رہے ہیں ارے تو چلے گئے تو کیا پہلے ہی رسولؐ نے بتا دیا ستارہ وہ ہے جسے ہم در پر بلاتے ہیں۔ ستارہ وہ ہے جو زہراؑ کے در پر سجدہ کرے اگر کسی ستارے نے سجدہ نہیں کیا تو وہ ٹوٹے گا اور وادی میں گر جائے گا۔ سات ستارے سجدے کی قسم اور اپنے سردار وینس زُہرہ کو بھیج دیا تم جاؤ زُہراؑ کے چوکھٹ پہ زہرہ سجدہ کرے زُہراؑ کے در پہ زُہرہ سجدہ کر کے آئے تو سات ستارے جگمگاتے رہیں سات ستارے جگمگا رہے ہیں۔ ابوذرؓ نے سجدہ کیا، عمارؓ نے سجدہ کیا، سلمانؓ نے سجدہ کیا، مقدادؓ نے سجدہ کیا حذیفہؓ نے سجدہ کیا ابوایوبؓ انصاری نے سجدہ کیا ڈیوڑھی کو چومتے تھے صبح اٹھ کر، کیا کہنا ابوذرؓ کا باب کھل رہا ہے بڑے علمی مسائل آنے

والے ہیں آنے والی پانچ تقریروں میں، بڑی نازک منزلوں سے ہمیں گزرنا ہے۔ ابوذرؓ ذر کے معنی سونا باب کھل رہا ہے زر و جواہر کا، توجہ رکھیے گا زر و جواہر لٹنے کی باری آگئی دامن پھیلاؤ اور لوٹ لو رسولؐ نے کہا ابوذرؓ خادم کو کہا ابوذرؓ سونے کا باپ، گھر میں کنیز کہا فِضّہ چاندی۔ آلِ محمدؐ کے پاس سونا بھی ہے چاندی بھی ہے تمہارے پاس کیا ہے۔ دنیا کے سونے اور چاندی پہ مرنے والوں آلِ محمدؐ کے پاس سونا بھی غلامی کرتا ہے چاندی بھی غلامی کرتی ہے۔ ہم اس در کے غلام کیوں نہ بنیں جہاں سونا سجدہ کرے اور سونا نہیں سونے کا باپ ابوذرؓ، بیٹے کا نام ذر اور عجیب بات ہے قاضی نوراللہ شوستری نے کہا زندگی ایمان میں گزری ہو، عجیب شرط لگا دی اور کتابیں لکھتی ہیں کہ بت پرستی میں زندگیاں گزر گئیں۔ یہ سات وہ ہیں قسمیہ بتا رہا ہوں کہ اب تک تاریخ یہ نہ لکھ سکی کہ یہ ساتوں کبھی بُت پرستی کرتے تھے، ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ، کسی تاریخ نے نہیں لکھا کہ کسی بت کے آگے سجدہ کیا کیسی عجیب بات ہے یہ کیسا معجزہ ہے۔ اوروں کے بارے میں یہ لات کی پوجا کرتے تھے، یہ منات کی پوجا کرتے تھے، یہ ہُبل کی پوجا کرتے تھے۔ خود بیان کرتے ہیں ہمارا بت یہ تھا ہمارا بُت یہ تھا۔ کبھی ابوذرؓ نے بھی کہا، ابوذرؓ کہتے تھے کہ رسولؐ خدا کی پہلی مرتبہ زیارت کرنے سے تین سال قبل میں نے نماز پڑھی، ابوذرؓ ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ابوذرؓ تو عجیب باتیں کر رہا ہے اور رسولؐ تصدیق کر رہے ہیں۔ رسولؐ نے اپنی بزم میں اصحاب کو آواز دی کہا تمہیں معلوم ہے ابوذر ایمان کیسے لایا اصحاب نے کہا یا رسولؐ اللہ بتائیے، کہا تمہیں نہیں معلوم سنو ہم سے وہ، صحابی کتنا عظیم کہ رسولؐ کی زبان سے اس کا ذکرِ خیر تاریخ میں آجائے، رسولؐ نے کہا سنو ابوذرؓ قبیلہ بنی غَفار سے ہے اور اس کا نام جندب بن جنادہ، اپنی ماں سے بڑی محبت

کرتا ہے یہ بات جب ہو رہی ہے ابوذرؓ مکے میں نہیں ہیں۔ رسولؐ بیان کر رہے ہیں یہ بکریاں چراتا ہے ایک دن بھیڑ بکری چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیے نے اس کے گلہ پر حملہ کر دیا، ابوذرؓ نے ڈنڈا اٹھایا اس کو بھگانے کے لیے بھیڑیے نے پھر حملہ کر دیا ابوذرؓ نے پھر ڈنڈا مارا پھر گیا اور پھر حملہ کر دیا ڈنڈا اٹھا کر دوڑے اور کہا بڑا خبیث اور بے غیرت بھیڑیا ہے میں بھگا رہا ہوں اور مانتا نہیں اک بار بھیڑیا گویا ہوا کہا ابوذرؓ میں خبیث نہیں، میں بے غیرت نہیں ہوں خبیث اور بے غیرت مکے والے ہیں نبیؐ آ گیا مان نہیں رہے ہیں مکے والے بے غیرت ارے بھیڑیا جن کو بے غیرت کہے وہ کتنے بے غیرت ایک بار ابوذرؓ حیران ہو گئے کہا تو نے خبر دے دی یہ تو نے کیا بتا دیا میں تو انتظار میں تھا اب پتہ چلا بت پرست نہیں ہے انتظار کر رہا ہے۔ اب حیران نہ ہوں رسولؐ کے کہنے پر کہ بھیڑیا کیسے بولا رسولؐ بتا رہا ہے بھیڑیا بولا ہے یہ تو فخر انبیا ہے مان لو سورۂ یوسفؑ میں ہے یعقوبؑ سے بھیڑیے نے بات کی۔ یہ فخر یعقوبؑ نہیں اس کا صحابی فخر یعقوبؑ ہے اور اسی وقت گھر آئے ماں سے کہا میں چلا یہ سارا گلہ جانور سب چھوڑا بھائی پر میں جا رہا ہوں، ماں نے کہا کہاں، کہا نبیؐ آ گیا مکے میں ظہور ہو گیا، کہا کیسے پتہ، کہا بھیڑیئے نے بتایا، ماں نے کہا عجیب دیوانگی کی باتیں کر رہا ہے، بولے میں چلا، پیدل چلے مکے کی طرف، دیوانگی کے عالم میں چلتے چلتے مکے کی گلیوں میں چکر لگا رہے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا دور وہ ہے کہ نبیؐ دارالارقم میں چھپا ہوا ہے، مظالم عمارؓ پر بلالؓ پر سمیہؓ پر یاسرؓ پر، جو مسلمان ملتا ہے اس کو آگ پر لٹا دیتے ہیں کافر، اس لیے کہ ابھی مسلمان اقلیت میں ہیں، کافر اکثریت میں ہیں ابھی تو اسلام شروع ہوا ہے، حضورؐ چھپے ہوئے ہیں ابوقبیس کے ایک مکان میں اور سیکریٹ سروس کا انتظام ہے ابوذرؓ تھک گئے ایک کنویں پر

بیٹھ گئے دیکھا آٹھ دس آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں سنا تو وہ اس کی برائی کر رہے تھے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ سنتے رہے ایسا ہے جادوگر ہے، ساحر ہے، مجنون ہے دیوانہ ہے یہ چپ بیٹھے رہے چشمہ زم زم کے کنارے کہ ایک بار سامنے سے ایک بلند قامت خوبصورت وجیہہ انسان ،شاہانہ چال، چوڑے شانے بہترین لباس میں آتا نظر آیا جیسے ہی وہ آیا یہ بارہ اشخاص تھے مگر اس کو دیکھ کر ڈر گئے کہنے لگے چپ ہو جاؤ اب محمدؐ کی برائی نہ کرنا ابوطالبؑ آرہا ہے چپ ہو جاؤ، ابو طالبؑ نے پانی پیا ایک کونے میں بیٹھ گئے جب تک ابوطالبؑ بیٹھے رہے وہ سارے خاموش رہے زبانوں میں تالے پڑ گئے تھے۔ ابوطالبؑ وہ ہے کہ کفر کے منہ میں تالے ڈالتا ہے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں ایک بار وہ اٹھے میں بھی اٹھا پیچھے چلا وہ مڑے نہیں قدموں کی چاپ سن کر کہا میرے پیچھے کیوں آرہے ہو، کہا مجھے اس نبیؐ کا پتہ چلا ہے، کہا پھر کیا چاہتے ہو، کہا کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں، کہا کلمہ میں پڑھواتا ہوں پڑھو **لاالٰہ الا اللّٰہ محمدؐ رسول اللّٰہ** دنیا کہہ رہی ہے ابوطالبؑ نے کلمہ نہیں پڑھا پڑھوا رہا ہے، جو پڑھواتا ہے وہ دن میں بار بار پڑھتا ہے یہ پڑھنے نہیں آئے تھے پڑھوانے آئے تھے۔ کہا صدقِ دل سے کلمہ پڑھ لینا کہا میں نے صدقِ دل سے پڑھ لیا کہا وہ سامنے گلی ہے اس میں جاؤ دروازے پر دستک دینا جو بھی نکلے اور جو کہے اس پہ عمل کرنا ابوذرؓ کہتے ہیں وہ بزرگؑ چلے گئے، میں دروازے پر پہنچا میں نے دستک دی ایک اور بلند قامت خوبصورت گورا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، زلفیں بل کھائی ہوئی لگ رہا تھا کوئی شہزادہ ہے میں نے کہا آپ کون ہیں، کہا میں حمزہ ہوں۔ کمر میں تلوار، ان کا رعب دیکھ کر میں تھرا گیا حمزہ نے کہا کیوں آئے ہو۔ کہا میں اس نبیؐ پر ایمان لایا ہوں میں زیارت کرنا چاہتا ہوں حمزہؓ نے کہا میرے ساتھ آؤ، وہ

آگے آگے میں پیچھے پیچھے ایک اور گلی میں پہنچے کہا سامنے دروازہ ہے دستک دو جو باہر آئے جو کہے اس پر عمل کرنا حمزہ بھی گئے میں نے دروازے پر دستک دی ایک اور جوان بیس بائیس برس کا، خوبصورت چہرہ چاند کی طرح روشن، میں نے کہا آپ کون کہا میں جعفرؑ ہوں ابوطالبؑ کا بیٹا کیوں آئے ہو، کہا آپ کے پاس حمزہؓ نے بھیجا ہے، کہا ان کے پاس، کہا آپ کے والد نے کہا اچھا آؤ کلمہ سناؤ کلمہ سنایا پتہ چلا اکیلے کوئی کلمہ نہیں پڑھوا رہا ہے کئی لوگ مل کر کلمہ پڑھوانے پر مقرر ہیں، کہا میرے ساتھ آؤ کہتے ہیں ابوذرؓ تھوڑی دیر لے کر چلے ایک پتلی گلی پہاڑی کے دامن میں آئی وہاں ایک دروازہ تھا کہا اس پر جاؤ جو نکلے جو کہے اس پر عمل کرنا میں بڑھا دروازہ کھلا دستک دینے پر ایک تیرہ سال کا بچہ مسکراتا ہوا باہر آیا کہا ابوذرؓ آؤ میرے ساتھ، کہا نام کیسے معلوم ہوا کہا پتہ ہے کب چلے کہاں کہاں گئے، میں گھبرا گیا یہ کیسا بچہ ہے کہا میرے پیچھے آجاؤ، کئی راستوں سے گزرتا ہوا ایک پہاڑی پر چلنا شروع کیا پہاڑی کے دامن میں پہنچا ایک مکان کے دروازے پر تین بار دستک دی دروازہ کھل گیا جیسے ہی دروازہ کھلا دیکھا دو آدمی تلواروں کو بلند کیئے ہوئے ہیں، بچے نے کہا ہٹ جاؤ میں علیؑ ہوں، تلواریں ہٹ گئیں اب جو تلواریں ہٹیں تو نور کا جھماکا آنکھوں میں ہوا ایک نورانی چہرہ نظر آیا، علیؑ نے کہا جاؤ منزل مقصود پر میرا بھائی محمدؐ میں قدموں پہ گر گیا قدموں کو چومتا جاتا تھا جلوہ دیکھنے کے لیے بے قرار تھا، ہاتھوں کو چوما ایک بار پشت پہ آیا رسولؐ سمجھ گئے ارے جس کو پہلے سے معلوم ہے کہ پشت پر کیا ہے وہ بت پرست کیسے ہو سکتا ہے، رسولؐ نے عبا کا دامن ہٹا دیا اور ابوذرؓ نے مہرِ نبوت کا بوسہ لے لیا کہا، سرکار اب کیا حکم ہے کہا تم یہی چاہو گے کہ مکے میں روک لوں نہیں واپس جاؤ جا کر قبیلہ بنی غفار کو مسلمان کرو اور جب ہم مدینے پہنچ جائیں تب آنا دو برس قبیلہ

میں رہے، واپس آئے دو سال کے بعد احد کی لڑائی کے بعد کہا کیا ہوا کہا پورا گاؤں مسلمان ہو چکا سب نمازی ہیں، سب قرآن پڑھ رہے ہیں، سب روزے دار ہیں ارے کسی نے ایک بھی بنایا تھا۔ سیکریٹ سروس ابو طالبؑ نے قائم کی ہے اتنی منزلوں سے گزر کے نبیؐ کو پایا جاتا ہے۔ ارے ایک لا الٰہ پڑھنے کے لیے ابو طالبؑ سے چلے، حمزہؑ تک آئے جعفرؑ تک آئے پھر علیؑ تک آئے پھر محمدؐ ملتے ہیں۔ اب تو اتنا ہی کہہ رہے ہیں علیؑ پھر محمدؐ، گھبرا کیوں رہے ہو۔ پہلے تو مشکل منزلیں تھیں اب تو آسان ہیں بغیر وسیلے کے نبیؐ نہیں ملتا ابو طالبؑ نے یہ انتظام کیا تھا بس اب کل گفتگو ہوگی اور بڑا عجیب موضوع ہے یہ اس لیے کہ ابوذرؓ نے بڑی عمر پائی کیا کیا کارنامے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا زمین و آسمان نے ایسا سچا نہیں دیکھا۔ رسولؐ کی زبان سے لقب ملا صدیق، حدیث سب نے لکھی ہے اگر زہدِ عیسیٰؑ دیکھنا ہے تو ابوذرؓ کو دیکھو ہم پلہ عیسیٰؑ ہے، ہم اس کا لقب صدیق رکھتے ہیں۔

پڑی تھی لوٹ محمدؐ کے جب گھرانے میں
یہ سب خِطاب لُٹے تھے اُسی زمانے میں

(روپ کماری)

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ خدا کے رسولؐ نے فرمایا، آسمان نے سایہ نہیں ڈالا، زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا کسی ایسے شخص کا جو ابوذر سے زائد سچا ہو، ابوذر کے بیٹے کا نام ذر ہے زوجہ ہیں، ایک بھائی انس ہیں ایک بھائی عبداللہ ہیں ایک بیٹی ہے چھوٹی، صادقِ آلِ محمدؐ نے فرمایا جب کسی نے کہا کچھ ذکر اصحاب رسولؐ کا کیجیے امام نے کہا ہم کیا تعریف کریں ابوذرؓ کی کہ ایسا سچا کہ رسولؐ نے کہا کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا زمیں نے فرش نہیں بچھایا اتنا سچا اس نے کہا پھر اہلِ

بیتؑ امامؑ کو جلال آ گیا بتاؤ سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں کہا بارہ، کہا ان میں کتنے محترم ہیں، کہا چار، کہا رمضان، کہا رمضان تو سب سے الگ ہے کہا یہ چار سے کیا رمضان تو بارہ سے افضل ہے کہا سنو ابوذرؓ و سلمانؓ و مقدادؓ و عمارؓ کی مثال چار مہینوں کی ہے آلِ محمدؐ کی مثال رمضان کی ہے۔ جب حدیثِ رسولؐ سنو کسی صحابی کے بارے میں اسے اہلِ بیتؑ سے مت ملایا کرو ان کا قیاس کسی سے نہیں ہو سکتا اور صرف رمضان نہیں رمضان میں ایک رات ہماری ہے شبِ قدر اور ایک رات ہزار راتوں سے افضل ہے ہمارے لیے آیت ہے ان کے لیے حدیث ہے۔ یہ ہیں ابوذرؓ بعد وفات نبیؐ ابوذرؓ پہ کیا گزری ایک جھلک لباس خیرات کر دیتے تھے، عبادت اور تقویٰ میں زندگی گزری کبھی دولت جمع نہیں کی اور جب شام گئے پکار پکار کر کہا رسولؐ کی سیرت کے خلاف یہ محل بنے ہیں، یہ شراب کی مشکیں، یہ زر و جواہر یہ سب قرآن کے خلاف ہے آگ لگا دو ان محلوں میں، ان خزانوں میں۔ غریبوں میں بانٹ دو، معاویہ نے خط لکھا خلیفہ وقت کو کہ ابوذرؓ نے بڑا پریشان کیا ہے کہا ایک سرکش اونٹ پر باندھ کر مدینے بھیج دو، ننگے اونٹ پر ننگی ٹانگوں کے ساتھ باندھا گیا اونٹ کو تیز دوڑایا گیا مدینے آتے آتے ٹانگیں زخمی ہو گئیں۔ لہو بہہ رہا تھا ٹانگوں سے اور جب آ گئے دربار میں پیش کیا گیا، کہا اگر صحابیِ رسولؐ نہ ہوتے تو ہم تمہیں قتل کر دیتے کہا اس کا دعویٰ تمہیں بھی تو ہے کرو قتل تا کہ تاریخ میں لکھا جائے کہ صحابی کو صحابی نے مارا اور سنو رسولؐ نے کہا مجھ سے کہا ہے کہ تم کسی ڈرانے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے تم تقیہ نہیں کرو گے اور تمہیں کوئی قتل بھی نہ کر سکے گا جب تک مرضی الٰہی نہیں ہوگی تمہیں موت نہیں آئے گی کہا ہم تمہیں مدینے میں نہیں رہنے دیں گے کہا ہم رہیں گے بھی نہیں بھیج دو کہیں، اور کہا کہاں، کہا سرحد پار، کہا نہیں تجھ کو ایسی جگہ بھیجیں گے

جہاں پانی نہیں ہوگا جہاں سایہ نہیں ہوگا۔

مدینے سے دور ۳ میل ربذہ کی زمیں پر آج بھی زیارت گاہ ہے ۳۱ھ میں شہادت ہوئی تاریخ تھی ۸ ذی الحج ایک پہاڑی کے دامن میں پتھروں کا ڈھیر ہے۔ گاؤں والے جانتے ہیں یہ ابوذر کی قبر ہے، اسی ربذہ میں اونٹ پر باندھ کر بیوی، بیٹی، بیٹے سمیت اسیر کر کے نگہبانی میں سپاہیوں کے، تلواریں کھنچی تھیں اور مدینے میں اعلان تھا کوئی ابوذرؓ سے ملنے نہ جائے گھر بند ہو گئے خوف کے عالم میں، سرحد مدینہ کے قریب ابوذرؓ کی سواری پہنچ رہی تھی آنکھ سے آنسو جاری تھے قبرِ نبیؐ کو دیکھتے جاتے تھے الوداعی سلام کیا ہائے اس مدینے میں ہم کو رخصت کرنے والا کوئی نہیں، سامنے سے سات گھوڑے دوڑتے آئے علیؑ حسنؑ حسینؑ عقیلؑ تھے گھبراؤ نہیں ابوذرؓ علیؑ آ گئے قریب آئے ایک بار مروان نے کہا آپ ابوذرؓ سے بات نہیں کر سکتے علیؑ نے تازیانہ کھینچا کھینچ کر مروان کے مارا کیا کہا نابغہ کے بیٹے علیؑ سے باتیں کرتا ہے۔ یہ صحابی رسولؐ ہے کس کی مجال ہے جو ہمیں روکے۔ علیؑ نے نصیحت کی ابوذرؓ کو۔ صبر کرو ابوذرؓ پھر حسنؑ نے تقریر کی، حسینؑ نے تقریر کی، محمدِ حنیفہ نے، عقیلؑ نے تقریر کی کہا جاؤ خدا حافظ ظلم کرنے والے بچیں گے نہیں ابوذرؓ، تمہیں صبر کا پھل ملے گا، ابوذرؓ چلے گئے، سرحد مدینہ تک علیؑ نے سواری کو رخصت کیا دربار میں علیؑ طلب ہو گئے آپ کیوں گئے تھے، کہا تم ہمیں روکو گے، کہا آپ ہم سے زبان لڑاتے ہیں ہم آپ سے افضل ہیں، کہا غلط کہتا ہے تو، میرا باپ تیرے باپ سے افضل، میری ماں تیری ماں سے افضل تو مجھ سے بدسلوکی کرے گا ظلم ہو گیا میں خاموش رہا اگر رسولؐ کی وصیت نہ ہوتی تو کوئی ابوذرؓ کو مدینے سے نکال سکتا تھا، جن کو رسولؐ نے نکالا ان کو تُو نے پاس بلایا جو محبوب تھے رسولؐ کے ان کو تو نے دور کیا۔ ربذہ پہنچے ابوذرؓ پانی نہیں تھا

صرف ایک درخت ربذہ میں تھا، پہاڑی مقام، گاؤں والے دور رہتے تھے نشیب میں اسی پہاڑی پر سپاہیوں نے کہا ہم پہرہ دیں گے اور تمہیں ربذہ سے نکلنے نہیں دیں گے۔ وہیں ابوذرؓ نے جھونپڑی ڈال کر ایک مسجد بنالی اب تک مسجدِ ابوذرؓ ہے۔ ظالم کا نام نہ رہا۔ اسی میدان میں دن کی دھوپ، رات کی اوس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ دن ہوتا نماز سے فارغ ہو کر بیوی سے کہتے آؤ اینٹ پتھر میں تلاش کریں شاید کچھ مل جائے تاریخ نے لکھا وہاں زہریلی گھاس ہوتی تھی وہی گھاس سب کھاتے، منہ سبز ہو جاتا۔ یہ گھاس کھا کر بیوی کا اسی عالم میں انتقال ہوا، بیٹا بھی مر گیا، بیٹی چھوٹی اور ابوذرؓ اکیلے۔

کیسے اس غریب صحابیؓ نے بیویؓ کی قبر بنائی، بیٹے کو دفن کیا پوری تقریر، خطبہ اور مرثیہ ہے جو بیٹے کی قبر پر پڑھا ہے ہاں انسان اس دنیا میں جانے کے لیے ہے بیٹے گھبرانا نہ تم ایمان پر مرے ہو باپ بھی جلدی آئے گا۔ دن گزرنے لگے ایک دن بیٹی نے کہا بابا اب بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ اب پیاس برداشت نہیں ہوتی کہا بیٹا مجھ سے بھی تو نہیں چلا جاتا بازو تھام کر لے چلو شاید صحرا میں کچھ مل جائے، بیٹی نے بازو سنبھالا چلے ایک جگہ گھاس نظر آئی بیٹی نے کہا بابا یہ زہریلی گھاس ہے ہم آپ کو نہیں کھانے دیں گے، کہا بیٹا پھر ہم تو تھک گئے ذرا سی ریت جمع کر کے تکیہ بنا دو بیٹی نے ریت کو جمع کیا ایک بار تھک کر سر رکھ کر لیٹ گئے آسمان کو دیکھا کہ اب یہ منزل آ گئی جس کی خبر مخبرِ صادق نے دی تھی، بار بار کہتے تھے ابوذر تو دنیا میں اکیلا ہے تو اکیلا مرے گا، جنت میں اکیلا جائے گا بیٹا یہ دن آ گیا بیٹی رونے لگی کہا بابا اس صحرا میں کس کو بلاؤں گی میں، قبر کیسے بناؤں گی کہا بیٹا گھبراؤ نہ رسولؐ نے کہا تھا ابوذرؓ جب تم مر جاؤ گے تو ادھر سے اللہ ایسے نیک بندوں کو بھیجے گا جن کے لیے جنت ہے وہ تمہاری قبر بنائیں گے، جب میں

مرجاؤں تو پہاڑی سے اتر کر شاہراہ پر جانا بیٹھ کر رونا خود پتہ چل جائے گا ابوذرؓ نے انتقال کیا، بیٹی چار سال کی بچی شاہراہ پر آ کر بیٹھ گئی بال کھول کر رونا شروع کیا میرا بابا مر گیا۔ صحابیِ رسولؐ تھا۔ ایک بار کاروان نمودار ہوا جس کے سردار مالکِ اشتر تھے چلتے چلتے رکے کہا یہ بچی کیوں رو رہی ہے، سب گھوڑے سے کود پڑے بچیؓ نے کہا میرا باپ مر گیا کہا کون تھا تمہارا باپؓ کہا ابوذرؓ صحابی رسولؐ ایک بار قافلہ نے اعلان کیا کوئی آگے نہ بڑھے صحابیِ رسولؐ مر گیا۔ مالکِ اشتر بچی کو گود میں لیے آئے، ابوذرؓ کی لاش پر مرثیہ پڑھا کہا صبر کیا ابوذرؓ تم پر سلام۔ مالکِ اشتر ساڑھے چار ہزار درہم کا کفن ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے وہ کفن دیا گیا ہر ایک نے اپنے پاس سے کپڑے کا کفن دیا بڑی دھوم سے غُسل و کفن ہوا قبر بنی۔ آپ ابھی بہت روئیں گے۔ قبر پر کھڑے ہو کر مالکِ اشتر روئے اور اس کے بعد بیٹی کی طرف دیکھا جو خاک پر تڑپ رہی تھی قبیلے والے بحث کرنے لگے کہا ہم کو حق ہے ہم اسے پالیں گے مالک اِشتر نے کہا نہیں کیا تم کو نہیں معلوم ابوذرؓ بے امامؑ نہیں تھا علیؑ کو بتا نہ دیں۔ پورا قبیلہ بچی کو لے کر مدینے آیا علیؑ کو خبر سنائی علی زار و قطار روئے کہا مولاؑ یہ ابوذرؓ کی چھوٹی بچی، کہا میری گود میں دو۔ علیؑ نے گود میں لیا لے کر گھر میں آئے کہا بیٹا زینبؑ ابوذرؓ مر گئے تاریخ میں ہے کہ علیؑ کی بیٹیوں نے ابوذرؓ کا یوں ماتم کیا جیسے بیٹیاں بابا کا غم کرتی ہیں۔ مدینے والوں نے کہا یا فاطمہؑ نے رسولؐ کا غم منایا تھا یا زینبؑ و اُم کلثومؑ نے ابوذرؓ کا ماتم کیا۔ بچی کو سینے سے لگایا بچی دیکھتی تھی بس یاد آ گیا کچھ یاد آ گیا بچی کے سر پر ہاتھ رکھنے والی شہزادیاں موجود تھیں۔ ایک رات سکینہؑ نے رونا شروع کیا ربابؑ نے چپ کرایا بچی نہیں چپ ہوئی زینبؑ نے چپ کرایا بچی نہیں چپ ہوئی ایک بار زینبؑ نے گود میں لیا کہا بیٹا کیوں روتی ہو، کہا خواب میں بابا آئے تھے کہہ رہے تھے سکینہؑ

آ جاؤ مصیبت کے دن ختم ہو گئے بابا ابھی یہیں تھے کہا بیٹا گھبراؤ نہ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ اب جو چپ ہوئی پھر آواز نہ آئی ایک بار گھبرا گئیں زینبؑ طاہر دمشقی کہتا ہے کہ جس صندوق میں سرِ حسینؑ تھا اس کی کنجی میرے پاس تھی، جب قید خانے سے رونے کا شور اُٹھا صندوق کا تالا ٹوٹا سرِ حسینؑ بلند ہوا ہوا کے دوش پر چلا میں پیچھے پیچھے چلا زنداں کے دروازے پر سرِ حسینؑ پہنچا، زنداں کا تالا ٹوٹا، سرِ حسینؑ سے روشنی نکل رہی تھی سر اندر پہنچا بچی نے دامن پھیلایا بابا آ گئے بابا آ گئے اب جو منہ پر منہ رکھا ہائے بابا ہائے بابا زینبؑ آگے بڑھیں شانہ ہلایا کہا سیدِ ساجدینؑ آنا لِلّٰہِ و اِنّا اِلیہ راجعون ہائے سکینہؑ وائے سکینہؑ۔

مجلس ہفتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں عظمتِ صحابہ کے عنوان پر۔

تین تقریریں اور باقی رہتی ہیں اور موضوع کے اعتبار سے ہم نے کوشش کی کہ مقدمے سے لے کر صحابہ کی سیرت، حیات، کردار، ان کی زندگی کے شب و روز، ان کا علم، ان کا تقویٰ، سب کچھ منظر عام پر آئے اس لیے کہ اگر صحابہ کی عظمت بیان کی جائے تو گویا وہ حضورؐ کی تعریف ہے اس لیے کہ حضورؐ نے اپنی حیات میں کوشش یہی کی کہ ہم ان وحشیوں کو، ان درندوں کو انسان بنائیں، ان کو علم کے زیور سے آراستہ کریں، ان کو تقویٰ کا جوہر عطا کریں تا کہ یہ انسانیت کی عظمت سمجھیں، علم کی قدر و قیمت سمجھیں اور اگر شاید آپ نے غور کیا ہو تو ایک لاکھ چوبیس ہزار جتنے بھی آئے سب سے مشکل کام ہمارے نبی کا تھا اس لیے سب سے بڑا مرتبہ آپ کو عطا کیا گیا اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں آپ کو نبوت کے لیے بھیجا گیا۔ تبلیغ کے لیے جہاں کبھی کوئی نبی آیا ہی نہیں تھا یعنی صدیوں سے گمراہ تھے سارے لوگ اب بتایئے کتنے بگڑے ہوئے تھے نہ وحی سے واقف، نہ نبوت سے آشنا، نہ علم سے کوئی غرض، نہ تقویٰ، نہ نماز، نہ عبادت، نہ توحید کسی چیز سے واقف نہ تھے۔ جو صدیوں کے گمراہ ہوں، صدیوں کے گمراہ یعنی ابراہیمؑ آئے تھے تو وہ مبعوث نہیں ہوئے تھے عرب میں تبلیغ کے لیے بلکہ

زوجہ اور بیٹے کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تو پانچ ہزار برس تک انسان گمراہ رہا، پانچ ہزار برس کے عادی مجرموں کو تئیس برس میں انسان بنایا۔ پانچ ہزار برس کا بچھڑا کام ۲۳ برس میں کر کے دکھا دیا کتنا مشکل کام تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اونٹ مار دے تو ایک اونٹ پر صدیوں لڑائی ہوتی تھی۔ قبیلہ قبیلے کا دشمن ہوتا تھا، بیٹی پیدا ہوتی تو زندہ گاڑ دیتے اب بھی قبرستان پورا موجود ہے لوگ دیکھنے جاتے ہیں خانہ کعبہ کے قریب کہ جہاں لاکھوں بیٹیاں گاڑ دی گئیں زندہ، ایک دم سے رسم و رواج بدل دینا، ذہنوں کو منقلب کر دینا پھر دلوں سے برائیاں اور کج روی کو نکالنا، ذہن کو خالص بنانا اور ایک کلمے کے ذریعے سے لا الٰہ الا اللہ بڑا مشکل کام تھا۔ آنے والے آئے تو لیکن عجیب حقیقت یہ ہے کہ جتنے لوگ آئے دائرۂ اسلام میں وہ سب مکےّ کے پست معاشرے سے تعلق رکھتے تھے کوئی دھوبی تھا، کوئی نائی تھا، کوئی کپڑا بیچنے والا تھا، کوئی عطر فروش تھا اور سب سے بھی گھٹیا کام کرنے والے یعنی غریب اور نچلے طبقے کے لوگوں نے اسلام کے لیے پہلے لبیک کہا، سب چھوٹے لوگ چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے لوگ جو نامور نہیں تھے بلکہ وہ قبیلے جو شہر سے دور رکھے جاتے تھے جیسے ہندوؤں میں طریقہ تھا برہمن ہیں، چھتری ہیں، شودر ہیں، تو شودروں کو حکم نہیں تھا کہ وہ شرفا کے محلے میں آسکیں ان کی بستیاں الگ تھیں، وہ مندر میں نہیں جا سکتے ویسے ہی عرب میں چھوٹے طبقے کے لوگوں کو اجازت نہیں تھی کہ خانہ کعبہ میں جا کر بتوں پر چڑھاوا چڑھائیں بڑے بڑے رئیسوں کے ہاتھ میں سب کچھ تھا امیروں کے ہاتھ میں تھا۔ سرمایہ دار طبقہ اسلام نہیں لایا عرب کے امراء ایمان نہیں لائے۔ مکے کے امراء میں ابو جہل تھا بہت امیر تھا، ابولہب بہت امیر تھا، ابوسفیان بہت امیر تھا، عقبہ بن معیط بہت امیر تھا، مغیرہ، یہ سب امراء تھے کروڑ پتی لوگ

تھے لیکن پوری تاریخ میں دیکھ جایئے کوئی کروڑ پتی ایمان نہیں لایا سب فاقہ کش، برسوں کے بھوکے، برسوں کے ننگے، ایمان فوراً دوڑ کر لائے آپ کہیں گے دلیل۔ سیدھی سی بات ہے کہ کتاب دیکھ جایئے کوئی رئیس امیر نہیں آیا اسلام قبول کرنے سامنے کی بات ہے۔ "وجہ" ایک کروڑ پتی اگر اسلام لے آتا تو خدیجہؑ کی دولت بچ جاتی ننگے بھوکے آئے، اس لیے دولت سب ختم ہوگئی خدیجہؑ کی، غریب آئے، نچلے طبقے کے لوگ آئے، فاقہ کش آئے، کیوں آئے، اس لیے کہ آپ جانئے، سننے میں آتا رہتا ہے کہ ہندوستان میں فلاں ذات کے، شودر بارہ ہزار مسلمان ہو گئے، پچیس ہزار مسلمان ہو گئے کیوں یا عیسائی ہو گئے ہزاروں کیوں اس لیے کہ عیسائی مذہب میں بھی اور اسلام میں بھی غریب ہو یا امیر درجہ برابر ہوتا ہے۔ عبادت گاہوں سے غریبوں کو دور نہیں رکھا جاتا اس لیے جلدی ایمان لائے کہ اس مذہب میں تو وہاں بیٹھتے ہیں جہاں سردار بیٹھتا ہے اس لیے دوڑ کے آئے کہ اب عبادت گاہوں سے بھگائے نہیں جائیں گے، ہم سردار کے ساتھ بیٹھیں گے تو تاریخ میں یہ ہے کہ حضورؐ کبھی کسی نشست پر نہیں بیٹھے پوری حیات میں اور کسی الگ مقام پر نہیں بیٹھے کہ دور سے الگ لگیں۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے سفیر آتے تو یوں مجمع ہوتا کہ اس کو تلاش کرنا پڑتا کہ نبیؐ کدھر ہے، کوئی الگ سے تخت نہیں لگا ہوا تھا اور کبھی زندگی میں ٹیک لگا کر نہیں بیٹھے پوری حیات میں کبھی مسجد میں ٹیک لگا کر نہیں بیٹھے، گاؤ تکیے سے، دیوار کا سہارا نہیں لیا بس بیچ میں بیٹھ گئے چاروں طرف اصحاب بیٹھ گئے برابری کا درجہ دیا تو اب برابری کے معنی یہ نہیں ہیں آپ یہ کہنے لگیے کہ یہ ہمارا جیسا ہے۔ نہیں وہ تو مساوات قائم کر رہا ہے وہ تو اسلام کی عظمت بتا رہا ہے اب آپ خود سوچیے ایمان لانے والے سب نچلے طبقے کے لوگ تھے یہ تو نفسیات ہے جناب، یہ ساری

باتیں ڈیڑھ لاکھ اصحاب تھے جب نبیؐ دنیا سے گیا ایک بھی کافر عرب میں نہیں تھا سب مسلمان ہو چکے تھے، نبیؐ کسی کو کافر چھوڑ کر دنیا سے نہیں گیا اب یہ دس ہجری ۱۰ھ کے بعد امراء بھی ایمان لے آئے امیر لوگ بھی ابوسفیان بھی مسلمان ہو گیا ابوجہل مارا گیا ابولہب مر گیا لیکن اور جو مکہ کے امرا تھے اسلام لائے، اب امراء جو اسلام لائے ہیں، اب تو اسلام خود اتنا دولت مند ہو چکا کہ ان کی دولت کی ضرورت نہیں بلکہ امرا اب اسلام اس لیے لائے ہیں کہ اسلام کی دولت پر ان کی نظر ہے۔ یہ ڈیڑھ لاکھ، ڈیڑھ لاکھ کی بات ہے چند کی بات نہیں ہے۔ مطالبہ چند پر ہے جو مطالبے آپ سے ہیں تمام عالم اسلام کے کہ احترام کریں احترام کریں وہ چند نام ہیں ہم ڈیڑھ لاکھ کی بات کر رہے ہیں، عالم اسلام آپ سے اقلیت کی طرف داری کی بات کر رہا ہے میں تو اکثریت کی بات کر رہا ہوں ڈیڑھ لاکھ کا مسئلہ ہے ان کے ایمان وتقویٰ پر گفتگو ہے یہ ڈیڑھ لاکھ کے ڈیڑھ لاکھ ظاہر ہے کہ اکیلے کسی فرقے کا سرمایہ نہیں ہیں ہمارے نبیؐ کے اصحاب تھے اور ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کا رشتہ گھر والوں سے ہے اور گھر نہ ہوتا تو آس پاس والے آئے کیسے مرکز ہم ہی رہیں گے جناب دائرہ آپ رہیں گے مرکز آپ نہیں بن سکتے۔ دیکھیے صحابہ دائرے کی لکیر ضرور ہیں لیکن ہم لکیر کے فقیر نہیں ہیں، رسولؐ اور ان کے گھر والے مرکز ہیں آپ کی وابستگی مرکز سے ہونی چاہیے آپ مرکز کے نقطے سے مت کہیے کہ دائرے کی لکیر سے رشتہ جوڑے، لکیر نہ ہو تو کیا ہے دائرے کا مرکز تو رہے گا نہ ہو لکیر تو ہم سے کوئی مطالبہ آپ نہ کریں۔ کسی مطالبے کی عالم اسلام کو ضرورت نہیں ہے اور نہ ہم کسی کے مطالبہ پر چلنے کو تیار ہیں اس لیے کہ جس طرح ہم حق پہچانتے ہیں آپ نہیں جانتے، ہم ان کا ذکر کرتے ہیں کہ ابوذرؓ کے لیے علیؑ نے کہا کہ "اولین وآخرین کا علم ابوذرؓ کے پاس تھا اتنا علم

ابوذرؓ نے لیا کہ جس کی تھاہ نہیں تھی لیکن ابوذرؓ نے سارے علم پر مہر لگا دی۔" دعوتِ فکر ہے اس جملے پر۔ غور کر رہے ہیں آپ اتنا علم جس کے پاس ہو وہ بغیر دیے چلا جائے کیوں اس لیے کہ بقول جوشؔ ابوذرؓ کا تو یہ حال تھا کہ

مرنے کی اہلِ عِلم دعا مانگنے لگے

سفلے کا لفظ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا جوشؔ صاحب نے استعمال کیا ہے۔ جب میں گیا حج کرنے کے لیے تو ایسے ہی گھومتا پھرتا تھا مکّے کی گلیوں میں بعدِ طواف یادگاریں دیکھنے کے لیے، ایک گلی میں مجمع دیکھا پتہ چلا اس گلی میں ایک مکان ہے ایک بڑے صحابی کا، بہت بڑے صحابی کا، میں بھی دیکھنے لگا تو جب وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ اس میں کسی شیخ نے آئس کریم کا کارخانہ لگا لیا ہے سب ہی جھانک کر دیکھ رہے تھے اس کو۔ جب باہر نکلے، گلی جہاں سے شروع ہوتی ہے اس محلے کا نام، مکّے میں ہر محلے کا نام لکھا ہوا ہے پتھر پہ تو اس پر نام لکھا تھا محلّہ کا "مسفلہ"۔ میں نے پوچھا یہ اس محلے کا نام مسفلہ کیوں ہے تو خود عربوں نے بتایا کہ یہ وہ محلہ ہے جہاں اسفل لوگ رہتے تھے اسفل یعنی رذیل لوگ، تو میں نے کہا اس رذیل محلے میں اتنے بڑے صحابی کا مکان، کیا یہ بھی ان ہی میں سے تھے، کہا ہاں ان ہی میں تھے اب آپ اسفل کے معنی سمجھ گئے۔ "سورۃ التین" میں اسفل کا لفظ استعمال ہوا ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ٥ ثم رددنٰہ اسفَل سٰفلین ٥ الا الذین امنو وَعملوا الصلحٰت فلھُم اجرٌ غیر ممنون٥ (سورۃ التین)

ہم انسان کو انتہائی ذلت کی طرف پلٹا دیں گے لیکن ایک انسان وہ ہے جو احسنِ تقویم ہے، احسنِ تقویم اور ہے اسفل السافلین اور ہے، تو جب قرآن میں

دو کیٹگری ہیں تو اصحاب میں کیوں نہیں بن سکتیں، کیا قرآن سے ہٹ کر آپ اصحاب کی تعریف بیان کریں گے تو وہ "مسفلہ" کے تھے، سفلوں سے بھیک، اب سمجھ گئے ابوذرؓ کو، آپ، علم میں مہر لگا دی، سفلوں سے بھیک اہلِ سخا مانگنے لگے

سفلوں سے بھیک اہلِ سخا مانگنے لگے
مرنے کی اہلِ علم دعا مانگنے لگے

اہلِ علم یعنی ابوذرؓ تو دعا مانگ رہے تھے کہ یہ بعد رسولؐ ہوا کیا ہے، معاشرہ کیسے بدل گیا، کیسے پلٹ گیا کیا علم دیتے کس کو علم دیتے اس لیے کہ ابوذرؓ سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم صحابیِ نبیؐ نہ ہوتے تو ہم تمہیں قتل کر دیتے کون کہہ رہا ہے کہنے والا بھی صحابی، دھمکی دینے والا بھی صحابیِ ایک ابوذرؓ کا مسئلہ ایسا ہے کہ تاریخ پریشان ہے۔ مولانا مودودی کو خلافت وملوکیت اسی لیے لکھنا پڑی کہ ابوذرؓ اتنا اولوالعزم صحابی ہے کہ تاریخ چھپا نہیں سکتی اور جس نے کہا، جس سے ٹکراؤ ہوا تاریخ میں، اب کیا کریں وہ بھی تو سر کا تاج ہے تو کہا ہاں یہاں سے موڑ آ گیا تھا خلافت میں، کمزوری آ گئی تھی تو لکھا تو آپ نے کہ تیسرے دور میں کمزوری آ گئی تھی تو تیسرے دور میں کمزوری آ سکتی ہے تو کہاں سے آئی جب تک بنیاد کمزور نہ ہو بس تحقیق کیجیے، تلاش کیجیے سب کچھ پھر پتہ چلے گا کہ بنیاد ہی کج تھی اور تاریخ بھری پڑی ہے، دلائل موجود ہیں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس پہ لکھا نہ جا چکا ہو اور بولا نہ گیا ہو وہی پرانے چبائے ہوئے نوالے، وہی سوالات آتے رہتے ہیں اپنے موقعے اور محل پر ورنہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جو حل نہ ہو گیا ہو لیکن اس کے باوجود جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چلیے جہلا بہک جائیں، صاحبانِ علم جب بہکے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کے علم پر شک ہونے لگتا ہے اور حیرانی ہوتی ہے اچھا چلیے وہ لوگ جو علم سے دور ہیں ان محفلوں میں نہیں آتے، علم تو یہیں سے ملتا ہے

جو یہاں آیا وہی رموزِ علم سمجھا ہے ورنہ پھر کوئی علم کو نہیں سمجھا کسی کے سمجھ میں نہیں آیا تو چلیے دنیا کے لوگ نادان ہیں نہیں جانتے نہیں سمجھتے لیکن اس محفل میں آنے والا اور اس منبر پہ بیٹھنے والا عالم ہو، اجتہاد کا علم رکھتا ہو اور وہ اگر ایسی حرکت کرے پھر آپ کیا کہیں گے ظاہر ہے اس کے لیے پھر یہی کہنا پڑے گا کہ یا تو دل پہ مہر لگ گئی ہے یا بہک گئے ہیں یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کہیں کہ ہم سب غلط ہیں اور وہ حق پہ ہے۔ اب آپ خود تجویز کرلیں کہ کون سی راہ سہی ہے پھر میں بات واضح کروں ایک عالم اس منبر پہ بیٹھتا ہو، آپ کو لیڈ (Lead) کرتا ہو، مجلسیں بھی پڑھتا ہو اور آخر عمر میں بہک جائے، ہمارے نظریے سے بہک جائے ہوسکتا ہے وہ صحیح راہ پر ہو اور وہ سب غلط ہوں تو آپ کیا کریں گے تو ایسے ہی جناب آپ کے شیعہ عالم ہیں اور ان کی کتاب آئی ہے ابھی ذی الحجہ میں "چار خلفائے اعظم" عالم ہیں، شیعہ اخبار "ارشاد" عرصہ چالیس برس سے نکال رہے ہیں، کراچی یونیورسٹی میں شعبہ تھیالوجی کے ڈپارٹمنٹ میں پروفیسر تھے ریٹائرڈ ہو گئے اب انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ چاروں خلفا میں آپس میں کوئی رنجش نہیں تھی چاروں دوست تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور حضرت علیؑ نے تینوں خلفا کی بیعت کی تھی (معاذ اللہ) تو اب آپ بتائیے یا ہم سب غلط ہیں یا مولانا غلط ہیں جب تک آپ کہیں گے نہیں ہم آگے بڑھیں گے نہیں (لوگوں نے کہا مولانا غلط ہیں) نہیں کیوں آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ مولانا غلط ہیں ہوسکتا ہے ان کو اب راہِ حق مل گئی ہو اور ہم سب غلطی پر رہے ہوں جب تک آپ کے پاس دلیل نہ ہو آپ مولانا کو غلط کیسے کہہ دیں گے بھائی، بڑے مدرسے اور حوزے سے پڑھا ہے انہوں نے، بڑے عالم ہیں انچولی میں رہتے ہیں اور اچھی خاصی عمر ہو گئی ۶۰

سے اوپر، اچھی کتاب لکھی ہے مسلمانوں کے فرقوں میں اتحاد کرانے کے لیے چوں کہ آپ حضرات ذرا برا بھلا ایک آدھ کو کہہ دیتے ہیں اس لیے انہوں نے آپ کو سمجھایا ہے کہ دیکھیے کوئی برا نہیں ہے سب اچھے ہیں چاروں اور اگر ہم مان لیں یہ بات تو جھگڑا ختم ہو جائے گا اور کسی فرقے سے تنازعہ نہیں ہوگا یہی تو سارا مسئلہ ہے اور آپ کو سمجھایا ہے، جوانوں کو کہ آپ یہ باتیں نہ کریں، اچھی بات ہے کیا خیال ہے، اصول دین غلط ہو جائے گا، نہیں ٹھہریں ایسا کرتے ہیں مولانا سے کچھ سوال کرتے ہیں سوال اگر ہم کرلیں تو بات ابھی واضح ہو جائے گی ہم نے مولانا کی کتاب کو مان لیا آپ مانیں یا نہ مانیں آپ ہمیں معاف کیجیے گا ہم نے مان لیا اور وہ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں چاروں میں بڑا میل تھا حضرت علیؑ مشورہ دیتے تھے وہ آپ کے مشوروں کو قبول کرتے تھے کبھی کوئی رنجش، کوئی جھگڑا، کوئی اختلاف نہیں ہوا توجہ رکھیے گا یہ آپ کی طرف سے نہیں، ہم کہہ رہے ہیں کہ شاید آپ ہماری بات سمجھ جائیں حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہماری بات مانیں گے نہیں اور ہم زبردستی منوانا بھی نہیں چاہتے کہ مولانا کی کتاب آپ سے منوالیں ہم مان رہے ہیں تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجیے کوئی اختلاف نہ تھا چاروں میں کبھی کوئی جھگڑا نہ تھا۔ ڈھائی سال حضرت ابوبکر کے خلافت کے اس کے بعد دس سال حضرت عمر کی خلافت کے، پھر بارہ برس حضرت عثمان کی خلافت کا دور، ۲۵ برس یہ خلافت بعد وفاتِ نبیؐ رہی تین خلفا میں سب سے بڑا پیریڈ حضرت عثمان کا ہے درمیانی پیریڈ (Period) حضرت عمر کا، حضرت ابوبکر زیادہ دن زندہ نہیں رہے اس ۲۵ برس کے عرصے میں مملکتِ اسلامی آذربائیجان مصر، ایران، یونان، ہندوستان، پوری دنیا پر چھا گئی اور جتنے صحابہ موجود تھے کوئی آذربائیجان کا گورنر، کوئی صحابی مدائن کا گورنر، کوئی مصر کا گورنر، کوئی شام کا، کوئی

حجاز کا، کوئی بصرے کا، فوجوں پہ فوجیں جا رہی ہیں کبھی خالد بن ولید لیڈ (Lead) کر رہے ہیں، قیادت کر رہے ہیں، جنرل بنے ہوئے، کبھی سعد ابن ابی وقاص لیڈ کر رہے ہیں، کبھی کوئی صحابی لیڈ کر رہا ہے، فتح پہ فتح لشکر جا رہا ہے لشکر بھی بڑا ہو گیا لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے بڑھ کر کہیں آگے پہنچ گیا، ۲۵ برس میں جتنے صحابی تھے مدینے میں سب وزیرِ اعلیٰ بھی بنے، گورنر بھی بنے، وزیرِ خزانہ بھی بنے باری باری، جنرل بھی بنے فوج کے کمانڈر بھی، کیپٹن بھی بنے۔ ۲۵ برس تک ایک بار بھی تینوں خلفا میں سے کسی ایک نے بھی علیؑ سے نہیں کہا وہاں کی گورنری لے لو، یہاں کی گورنری لے لو، ایران کے گورنر بن جاؤ، مدائن کے گورنر بن جاؤ نہیں پہنچ رہے ہیں آپ، نہیں ابھی تو بات ہی نہیں شروع ہوئی ۲۵ برس نبیؐ کا داماد علیؑ کا چھوٹا بھائی کبھی یہودی کے کھیت میں پانی دے رہا ہے کبھی مزدوری کر رہا ہے کبھی اس کے بچے فاقے سے سو جاتے ہیں اور وظیفے ایک ایک صحابی کا وظیفہ دس ہزار، بیس ہزار، پچیس ہزار، اٹھائیس ہزار، ہر صحابی کو وظیفہ مل رہا ہے کوئی گورنر، کوئی وزیرِ خزانہ ہے، کوئی جنرل ہے، کوئی کمانڈر ہے نہیں سمجھے میل تھا نہ، بھئی ہم گئے ابھی لاہور میں تو ایک کیپٹن صاحب نے ہماری دعوت کی جب میں ڈرائنگ روم میں پہنچا تو انہوں نے کہا یہ سامنے میز پر ابھی ایک تصویر رکھی تھی وہ آپ کے احترام میں ہٹائی ہے ہم نے اندر رکھ دی، کہا کس کی تصویر تھی، کہنے لگے وہ ہمیں علم ہوا ہے کہ آپ ضیا الحق کو پسند نہیں کرتے اس لیے ہم نے ہٹا دی تو ہم نے کہا آپ نے کیوں لگائی ہے تو بولے کہ ہم سے بہت دوستی تھی ان کی ہم لوگ ایک ہی بٹالین میں رہے اور ایک ہی جگہ مکان تھا شروع سے، جب وہ اس عہدے پر نہیں پہنچے تھے، بہت پکی دوستی تھی اور جہاں کہیں بھی ہمیں دیکھتے تھے ڈیوٹی پر تو صدر ہونے کے بعد بھی دیکھتے ہی دوڑ کر آتے ملتے اب یہ کہ ہمارے

دوست تھے اور بہت کچھ ہماری مدد کی ہر طریقے سے تو ہم ان کا احترام کرتے ہیں انہوں نے دوستی کا حق ادا کیا، اب بھی نہیں بات سمجھ میں آئی اور آگے جاؤں، دوست فاقہ کرے اور دوست حاکم ہو نہیں اسلام کیا کہتا ہے کھانا کھانے سے پہلے پوچھ لو پڑوس میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے، حاکمِ وقت کا دوست ہو اور مزدوری کر رہا ہو کیا کہیں گے آپ کہیے کہ دوست نہیں ہے کیوں نہیں کہہ رہے ہیں، دوستی تو ہو گی آپ سمجھے نہیں گورنری دی ہو گی علیؑ نے نہیں لی ہو گی تاریخ میں ملتا تو نہیں کوئی دکھائے، کبھی کہا ہو علیؑ تم ایران کی گورنری لے لو، شام کی گورنری لے لو، مدائن کے گورنر ہو جاؤ، تاریخ میں نہیں ملتا ہو سکتا ہے مورخ بھول گیا ہو کہا ہو اگر نہیں کہا تو سوالیہ نشان؟ اگر کہا اور علیؑ نے نہیں لیا تو سوالیہ نشان، اب سوالیہ نشان بناتے جائیے بات آگے ہو گی پھر سمجھیے، دہرا رہا ہوں بار بار بات کو، بدر کا فاتح، احد کا فاتح، خندق کا فاتح، خیبر کا فاتح، حنین کا فاتح اسلام اس کے صدقے میں، اس کی تلوار کے صدقے میں ۲۵ برس تک کیا زنگ لگ گیا ذوالفقار میں کمانڈ کیوں نہیں کر رہا فوج کو نہیں کہا ہو گا، یہ کیسے کہا آپ نے کہا ہو گا علیؑ خود ہی نہیں گئے ہوں گے لڑنے، میری سمجھ میں نہیں آتا جو ساری زندگی رات و دن تلوار چلائے اور اس سے فرمائش ہو، مجاہد کہیں رُکتا ہے، مشکل ہو جاتا ہے تلوار چلانے والے کو روکنا یہ حسینؑ سے پوچھیے کہ عباسؑ کو کیسے روکا، بڑے فلسفے ہیں جناب۔ جس نے تا حیات تلوار چلائی ہو پچیس برس کیسے روک لیا، کہا ہو گا فتح ایران کرنے چلے جاؤ، مصر فتح کرنے چلے جاؤ علیؑ نے انکار کر دیا ہو گا اگر انکار کر دیا علیؑ نے تو سوالیہ نشان؟ اور اگر انہوں نے نہیں کیا تو سوالیہ نشان؟ اب چار ہو گئے نا سوالیہ نشان، چار ہی تو سوالیہ نشان بنے ہیں اس کتاب پہ، اب حل کر لیجیے یہ مسئلہ، بہت دوستی تھی بہت دوستی تھی ابوسفیان جیسے کافر کا بیٹا شام کا گورنر بن سکتا

ہے لیکن رسولؐ کا بھائی نہیں بن سکتا، خالد بن ولید جیسا شرابی فوج کو کمانڈ کر سکتا ہے اور فاتح حنین فاتحِ خیبر کمانڈ نہیں کر سکتا کیوں دوستی کہاں گئی یا تو کہا نہیں اور اگر کہا تو علیؑ نے قبول نہیں کیا اب دونوں کا جواب، اگر کہا اور علیؑ نے قبول نہیں کیا تو اختلاف تھا دوستی نہیں۔ مولانا بے وقوف کسی اور کو بنایئے گا یہ قوم بڑی ذہین ہے۔ ٹھیک ہے آپ کو پیسے بہت سے مل گئے سپاہ صحابہ سے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ ایک کتاب پوری قوم پر مسلط کر دیجیے۔ سارے اسٹالوں پر بِک رہی ہے اپنے غیر بھی بیچ رہے ہیں تو ایسی جاہلانہ کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کیوں نہیں بنا دیا ایران کا گورنر علیؑ کو کیوں نہیں بنایا مصر کا گورنر، کیوں نہیں بنایا شام کا گورنر، کیوں نہیں بنایا دل میں چور تھا گورنر بن جائے گا تو بغاوت کر کے حکومت نہ چھین لے، اگر فوج کا کمانڈر بنائیں گے تو وہی فوج چڑھائی کر کے ہمیں ختم کر دے گی، دل میں چور تھا حالاں کہ علیؑ ایسے نہیں تھے۔

دوستی تھی، کوئی وظیفہ تاریخ میں دکھائیں گے پچیس برس میں ایک کوڑی بھی حکومت نے صحابیِ رسولؐ کو دی، آپ ہی تو کہتے ہیں علیؑ بھی صحابی ہیں، ہم علیؑ کو صحابی نہیں کہتے وہ رسول کا جگر ہے رسولؐ کی آنکھیں ہے، رسولؐ کا دل ہے رسولؐ کے دوش پہ آیا ہے، صحابی دوش پہ نہیں آ سکتا اولاد دوش پہ آتی ہے۔ صحابی رسولؐ کو کاندھے پر تو چڑھا سکتا ہے رسولؐ کے کاندھے پر نہیں آ سکتا دونوں میں بڑا فرق ہے۔ لیکن مثال آپ نے سنی ہوگی کہ ایک چھوٹا قرآن ہو ایک بڑا قرآن ہو قرآن پہ کوئی کتاب نہیں رکھ سکتے لیکن چھوٹا قرآن بڑے قرآن پر آ سکتا ہے صحابہ نہیں، صحابہ میں نہیں ہے علیؑ بلکہ ایک کیٹگری اور علما اور محدثین نے بنائی ہے کہ صحابہ کے اوپر حواری ہوتا، حواری رسولؐ سے قریب ہوتا ہے صحابہ سے زیادہ اور حواری پر رفقا کو فوقیت ہے اور رفقا راز دار ہوتے ہیں رفقا محشر کے دن وہاں

ہوں گے جہاں رسولؐ ہوگا۔ رفقا میں چند نام آئے ہیں جن میں پہلا نام علیؑ کا ہے، دوسرا نام عقیلؓ کا ہے، تیسرا نام جعفرؓ کا ہے رفقا میں کوئی باہر کا نہیں ہے، حواری سات ہیں، صحابہ ڈیڑھ لاکھ ہیں اب آپ کے یہاں درجے اور ہیں۔ بدری اور ہے، احد والا اور ہے، خندق والا اور ہے، حنین والا اور ہے، فتحِ مکہ والا اور ہے، ہجرت والا اور ہے سب کے مرتبے الگ الگ ہیں تو یہ بھی مرتبے ہیں پہلے رفقا ہیں پھر حواری ہیں، پھر صحابہ ہیں جیسے آپ کے یہاں صحابہ ہیں پھر تابعین ہیں پھر تبع تابعین ہیں آپ نے بھی تین درجے بنائے ہیں ہم نے بھی تین درجے بنائے ہیں اور ہم نے جو تین بنائے وہ تینوں درجے رسولؐ کے سامنے کے ہیں آپ کے دو درجے بعدِ رسولؐ کے ہیں اس لیے وہ قابل اعتبار نہیں ہیں تو آپ ہمیں بتایئے ۲۵ برس یہودی کے باغ میں پانی دیتا ہے علیؑ کسی صحابی کو رحم نہیں آیا کہ اس کے بچے بھی بھوکے سو جاتے ہیں اُن کو بھی وظیفہ دے دو، بچے حسنؑ و حسینؑ تھے ان ہی کا وظیفہ باندھ دیتے لیکن نہیں ملتا کہیں تاریخ میں، یہ راز کیا ہے، اب اس پر آپ کہتے ہیں کہ مشورے دیتے تھے، علیؑ مشیر تھے اور یہ بات میں کئی بار بتا چکا ہوں کہ مشور دینا اور ہے مشورہ لینا اور ہے علیؑ تو نہیں دوڑ کے جاتے تھے کہ ایسا کر لو ایسا کر لو، پتہ چلا کہ تخت پر بیٹھنے والا بظاہر حکومت کر رہا ہے لیکن جب اسلامی مسئلہ آئے، قرآن کا مسئلہ آئے، فقہ کا مسئلہ آئے تو پوری حکومت کو مُڑ کر وہاں جانا پڑتا تھا جہاں علیؑ یہودی کے باغ میں فقیری میں شاہی کر رہا تھا، ۲۵ برس میں بھی علیؑ سے خلافت چھینی نہیں جا سکی اصل خلیفہ علیؑ ہیں اب جس کا دل چاہے اس پر بحث کر لے اسی لیے ہم خلیفۂ بلا فصل کہتے ہیں۔ بظاہر آپ نے تین بوے بنا کر کاٹھ کے بٹھا دیئے، اس کے پیچھے دیکھیے دماغ کس کا کام کر رہا تھا، حکومت چل کیسے رہی تھی یہ کہہ دینا آسان ہے حسبنا کتاب

اللہ ہمارے لیے کتابِ خدا کافی ہے کتاب پر عمل کرکے دکھانا کسی کے بس میں
نہیں تھا اس لیے کہ جس نے کہا تھا کتابِ خدا کافی ہے تاحیات وہ پوری سورۂ بقر
نہ یاد کرسکا اور مرگیا کون اس سے انکار کرے گا تاریخوں میں موجود ہے کہ قرآن
کی آیتیں تک یاد نہ تھیں بلکہ جب فقہ کے مسائل میں عدّت اور طلاق کا مسئلہ آیا
تو سامنے ایک کنیز نے کہہ دیا آپ عدّت کے دن نہیں جانتے کتنے ہوتے ہیں تو
کہا ارے علیؑ کے گھر کی کنیز بھی خلیفہ وقت سے زیادہ فقہ جانتی ہے، جملے اور خطبے
موجود ہیں ہم تم سے زیادہ عالم نہیں ہیں کبھی کبھی ہم بہک جاتے ہیں غلط راہ پر
لگ جاتے ہیں شیطان سوار ہوجاتا ہے، جب ہمیں ٹیڑھی راہ پہ دیکھنا سیدھی راہ
پہ لگا دینا یہ سب تو اخبارات بھی چھاپتے ہیں تو یہاں بڑا نازک مسئلہ ہے یہاں نہ
شیطان مسلّط ہوسکتا ہے، نہ یہاں دماغ میں فتور پیدا ہوسکتا ہے، نہ بھول، نہ
حافظے کی کمزوری اس لیے کہا تھا کہ اس کو ہذیان ہوگیا ہے تاکہ ہمارا راستہ ہموار
ہوجائے یعنی نبیؐ کو ہذیان ہوتا ہے تو گویا ہمیں بھی ہوسکتا ہے ہذیان کہہ تو دیا نبیؐ
کو آخری وقت میں کہ ہذیان ہوگیا ہے مگر یہاں زندگیاں ہذیان بکتے گزر گئیں
چوں کہ کہا تھا اب کیوں کہا یہ مسئلہ ایسا ہے تاریخ صحابیت میں کہ عالم اسلام کی
کوئی کتاب اس واقعے سے انکار نہیں کرسکی اب لاکھ بحث دنیا کرتی رہے جب
یہ مسئلہ آجاتا ہے سب مورّخ سٹپٹا جاتے ہیں، کیوں، اس لیے کہ صحیح بخاری بعد
کتابِ باری ہے، جو بات صحیح بخاری لکھ دے وہ بات قیامت تک عالم اسلام
کے لیے اٹل رہے گی، عجیب بات ہے، ہر حدیث صحیح بخاری نے ایک بار لکھی
لیکن واقعہ قرطاس وقلم متعدد طریقوں سے سات بار لکھا اب کیا کریں سات بار
صحیح بخاری نے یہ لکھا کہ رسولؐ نے آخری وقت یہ کہا کہ قلم اور کاغذ دے دو تاکہ
تمہارے لیے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہوجاؤ اور منظر کشی کی،

حضورؐ کو سہارا دے کر بٹھایا گیا، کہا لاؤ قلم و کاغذ، پورا حجرا بھرا ہوا تھا، سارے
اصحاب موجود تھے، پردہ پڑا ہوا تھا، ازواج وخواتین تمام موجود تھیں۔ ایک ایک
لمحے کی نظر ہر ایک کی رسولؐ پر اور رسولؐ کہتے ہیں قلم و کاغذ دو سب چپ کوئی ایک
بولا بخار ہے اور دماغ پر اس کا بہت زیادہ اثر ہے، ہذیان ہوگیا، سکرات کا عالم
ہے اور عجیب عجیب جملے لیکن جناب عجیب بات ہے، دعوتِ فکر ہے پورا قرآن
پڑھ جایئے آپ بے شمار آیتیں آپ کو ایسی ملیں گی جن میں خدا نے دہرایا ہے
ہمارا حبیبؐ شاعر نہیں، دیوانہ نہیں، مجنون نہیں، گمراہ نہیں ہوتا، جادوگر نہیں ہے،
یہ کن لوگوں سے کہا جارہا ہے ظاہر ہے کہ جب اعلانِ نبوت کیا تو مکّے کے
سارے لوگ پلٹ پلٹ کر کہتے تھے کہ جادوگر ہے، دیوانہ ہے، مجنون ہے، یہ
شاعر ہے، جب یہ سب کچھ کہتے تو یہ آیت پڑھتا تھا کہ نہیں ایسا نہیں تو جب کہا تھا
مکّے والوں نے مگر اب غدیر کے بعد ڈیڑھ لاکھ صحابہ ہوگئے، پورا عرب مسلمان ہو
گیا اب اللہ کو کیا ضرورت ہے قرآن میں سے ساحر کا لفظ نکال دے، شاعر کا لفظ
نکال دے مجنون کا لفظ نکال دے اب کوئی نہ کہے گا وہ پہلے والے کہتے تھے تو اللہ
پلٹ کر یہی کہے گا ان آیتوں کو اس لیے قرآن میں لکھا کہ جو عادی تھے ہذیان
کہنے کے وہی مسلمان ہوئے ہیں عادتیں گئی نہیں ہیں۔ قرآن میں آیتیں یہ بتا
رہی ہیں کہ عادت ختم نہیں ہوئی، قرآن بتا رہا ہے کہ ابھی ذہنوں میں یہی
ہے، صلح حدیبیہ میں پکار کر تو نہیں کہا لیکن کہہ دیا شک ہوگیا تاریخ میں ہے لیکن
اس وقت یہ کہنا یہ تسلسل وہی ہے کہ اس وقت مکّے میں کہا جارہا تھا وہی نبیؐ کو
آخری وقت کہا گیا بغیر سوچے سمجھے یہ لفظ کہا گیا ہے یا ایسے ہی انجانے میں نکل
گیا زبان سے، نہیں بڑی سازش کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوا ہے کیوں اس لیے
کہ پہلے جب یہ لفظ مکّے میں استعمال ہوا تھا تو پوری سیاست کے ساتھ کہا گیا تھا

مجنون ہے وہاں بھی سیاست تھی اسی سیاست کا تسلسل یہاں تک آیا ہے دھوکے سے نہیں کہا گیا اس لیے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ لاؤ لکھوا دیں، ایسا لفظ کہہ دو کہ پورا عرب جب سنے تو سب کو معلوم ہو جائے کہ آخری وقت بہک گئے تھے اس لیے کہ اب اگر کوئی دوسرا لکھوا بھی لے تو باہر یہی کہیں گے کہ ارے آخرِ وقت کی تحریر ہے۔ ہذیان ہو گیا تھا دونوں طرف سے فائدہ سمجھے سوچ کر کہا گیا ہے بڑا سیاست داں ہے کہنے والا، اسی کی سیاست پر تو عالمِ اسلام کو ناز ہے کس بات پر ناز ہے فتوحات پر ناز ہے، دولتوں پر ناز ہے،، بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے پر ناز ہے نہیں اس پر ناز ہے کہ جس نبیؐ کو ابوسفیان نہ جھوٹا کہہ سکا، ابوجہل نہ کہہ سکا، ابولہب نہ کہہ سکا انہوں نے کہا ہیرو نے کہا، شبلی کے ہیرو نے کہا ہے بخاری نے لکھا ہے، اس پر ناز ہے عالمِ اسلام کو کہ ابوسفیان سے جیت گئے، ابوجہل سے جیت گئے، سارے عرب کے کفار سے جیت گئے یہاں نہیں جیت سکتے لیکن ہمارے رسولؐ کو کوئی شکست دے دے علم کے میدان میں خام خیالی ہے آپ کی، چاہے جتنا بڑا ذہین وفطین اور سیاست داں کیوں نہ ہو، کیا اس کی حیثیت ہے ہمارے رسولؐ کے سامنے، انہوں نے کہا بھئی بخاری نے لکھ دیا، مسلم نے لکھ دیا، امام غزالی نے ''سر العالمین'' میں لکھ دیا، امام ابن تیمیہ نے لکھ دیا خوامخواہ سارے لوگ اس بات کو اچھالتے ہیں اب جانے بھی دیجیے، چھوڑیئے ہاں ہو گیا تھا کہہ دیا تھا مرتے وقت ہو جاتا ہے سکرات کا عالم، کہا لاؤ قلم اور کاغذ تا کہ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں، انہوں نے کہا کہ چھوڑو چھوڑو جانے دو آخرِ وقت ہے، پردے کے پیچھے سے ازواجِ نبیؐ نے چیخنا شروع کیا اور کہا جب مانگ رہے ہیں رسولؐ تو کیوں اٹھ کر نہیں دیتے ہو تم قلم اور کاغذ، اٹھ کر غصے میں کھڑے ہو گئے پردے کی طرف رخ کیا عورتوں کو ڈانٹ کر کہا تمہاری مثال ایسی ہے کہ

جیسے یوسفؑ کے ساتھ مصر کی عورتوں نے غداری کی تھی، تم زلیخا والی ہو تمہاری مثال قرآن میں وہ ہے کہ جیسے مصر کی عورتوں نے یوسفؑ کو دھوکا دیا تھا، تم ایسی ہو سورۂ یوسفؑ معلوم ہے نا، مصر کی عورتوں نے عیاشی کی دعوت یوسفؑ کو دی تھی یوسفؑ نے قید مانگی تھی سورۂ یوسفؑ، یہ اٹھنے والا نبیؐ تو نبیؐ، گھر کو نہیں چھوڑ رہا، ہم سے کہتے ہیں احترام کرو اس سے کہو احترام کرے۔

عالم اسلام کے علما کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ کو معلوم تھا کہ فلاں فلاں منافق ہیں تو قتل کیوں نہیں کر دیا تو مجھے بتاؤ اللہ بڑا یا نبیؐ، کون بڑا، ظاہر ہے اللہ، اللہ کو نہیں معلوم کہ میرا یہ صحابی (شیطان) ایک دن غداری کرے گا کیوں نہیں مار دیا، بلکہ عہدہ دے دیا فرشتوں کو پڑھاؤ معلوم ہے دل میں کیا ہے کیوں نہیں مار دیتا، اس لیے کہ جب تک کہ وہ موقع نہ آجائے کہ جہاں یہ رسوا ہو جائے قیامت تک کے لیے تب تک خاموش رہے گا، رسول بھی کہتا رہا ہاں تنزیل ہو رہی ہے لکھتے جاؤ، کاتبِ وحی بن جاؤ یہ کام کرو وہ کام کرو ایک موقع، نکل جاؤ۔ تو اب یا تو آپ یہ کہیں کہ اللہ نے شیطان کو نکال دیا یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہی نہیں ہے یہ تو چھوٹی سی بات ہے نکال دینا کیا مسئلہ ہے، ہاں یہ شیطان کے دل سے پوچھو، جو بزم سے نکالا جائے اس کے دل سے پوچھو، پوچھو شیطان سے کیا عیب تھے جنت میں، استاد تھا استادی کے مرتبے سے پھینک کر سڑک پر کھینچ کر رسوا کر دیا جائے کیا عالم ہوگا استاد کا، ایسے ایسے استاد جب کتابیں لکھیں گے، استاد کے انجام سے بے خبر بس اب اتنی بات رہ گئی استادوں کا استاد کون ہے، آ گیا وہ بڑا، ملائکہ کا استاد نبیؐ کے دربار میں، کہا یا رسول اللہ خطا معاف ہو سکتی ہے کہا ہاں، کہا کیسے، کہا جا آدم کی قبر پر جا کر سجدہ کر لے، چلا وہ مگر یہ آ گئے۔ کہا کیسے آئے کہا نبیؐ سے پوچھنے آیا تھا کہا کیا، کہا خطا کیسے معاف ہو سکتی ہے، کہا پھر، کہا نبیؐ نے بتایا جاؤ قبر

آدم پر سجدہ کرلو خطا معاف ہو جائے گی، کہا پھر کیا ارادہ ہے، کہا جا رہا ہوں سجدہ کرنے آدم کی قبر پر کہا دیوانے ہو گئے ہو، یہاں بھی دیوانا کہا، کہا کیوں، کہا لاکھوں کو بہکا چکے خاصا کام ہو چکا اب کیوں چھوڑ رہے ہو، تم ہیرو بنے ہوئے ہو، اب کوئی حیثیت نہ رہے گی اُس بزم میں اب تمہاری ضرورت نہیں مت جاؤ کیا کہتے ٹھیک ہو، شیطان سب کو بہکائے یہ شیطان کو بہکائیں، استادوں کے استاد آپ کہیں گے دلیل۔ جنگ میں ہر سال ایک اشتہار آتا ہے پہلی محرم کے بعد کہ ان کو دیکھ کر شیطان بھی راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے تو پھر اب بتاؤ بڑا کون ہوا۔ آپ اسے سمجھ رہے ہیں چھوٹا سا واقعہ ہے، نہیں شیطان کا نکالا جانا اتنا بڑا کارنامہ نہیں ہے جتنا بڑا کارنامہ یہ ہے، نکل جاؤ اس لیے کہ نبیؐ کا مقصد پورا ہو گیا آج ہی کے دن کا انتظار تھا لوگوں نے کہا صاحب انہوں نے نہیں دیا تو کہا، سلمانؓ تھے، ہاں تھے، ابوذرؓ تھے، ہاں تھے، مقدادؓ تھے، ہاں تھے، عمارؓ تھے، ہاں تھے، حذیفہ تھے ہاں تھے تو انہوں نے کیوں نہ دے دیا انہوں نے نہیں دیا تھا یہ دے دیتے قلم و کاغذ بات لکھ جاتی، تو کیوں دے دیتے اس لیے کہ رسولؐ نے کہا تھا کہ لاؤ ایسی تحریر دے دیں تا کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ، جس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو وہ قلم اور کاغذ لائے سلمانؓ کو معلوم ہے، مقدادؓ کو معلوم ہے، ابوذرؓ کو معلوم ہے، عمارؓ کو معلوم ہے، ہمیں تو گمراہ ہونا ہی نہیں ہم تو حق پر ہیں، حوارین میں ہیں ہم کیوں دیں کاغذ اور قلم، انہوں نے کہا اچھا چلیے نہیں دیا، علیؑ نے کیوں نہ دے دیا قلم اور کاغذ، تو علیؑ کیوں دے دیتے اس لیے نہیں دیا کہ یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت ہذیان ہے اب اگر علیؑ قرطاس و قلم دے دیں جو کچھ لکھیں گے تو حسبنا کتاب اللہ کہنے والا پوری امت سے جا کر کہے گا ہذیان کے عالم میں لکھی ہے قابل قبول نہیں یقین دلا دے گا۔ ادھر رسولؐ کا مقصد پورا ہو گیا تحریر

نہیں لکھوائی مگر لکھوا دی اگر لکھ دیتے تو یوں نہ آتی پرچہ غائب ہو جاتا ہمیں پتہ ہی نہ چلتا کیا ہوا رسولؐ نے نہ لکھا واقعے کو اتنا مشہور کروایا کہ نکو بن گیا نہیں دیا وہ دنیا سے مظلوم گیا یہ ظالم بن گئے اگر دے دیتے تو کچھ اور تاریخ ہوتی رسولؐ نے لکھوا دیا اس لیے قرآن نے کہا

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○

(سورہ ن والقلم آیت ۲)

نون کی قسم، قلم کی قسم، وہ تحریر جو مستقبل میں لکھی جائے گی، یعنی بخاری میں لکھی جائے گی، مسلم میں لکھی جائے گی اس تحریر کی قسم یعنی یہ واقعہ جب کاغذ پر آئے گا اس تحریر کی قسم اے حبیبؐ آپ اپنے رب کی نعمت کے سبب سے مجنون نہیں ہیں، آپ دیوانے نہیں ہیں، قسم کھائی قلم کی، کتنی عجیب بات ہے نون یعنی دوات کی قسم دوات و قلم کی قسم وہ چیز جو آخر وقت میں آپ مانگیں گے اس قلم کی قسم، اس کاغذ کی قسم وما یسطرون بات ہو گئی ہماری گفتگو بھی تقریباً تمام ہوئی، قلم و کاغذ کی قسم حبیبؐ دیوانہ نہیں اب اولاد کا کام کیا ہے الزام تم نے لگا دیا تم الزام لگا چکے تم تو ذلیل رہو گے تاریخ میں، اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اکڑ کر بیٹھ جائیں اور تا حیات یہ دیکھیں کہ تمہیں قلم کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں تمہیں کاغذ کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں، اب اہل بیتؑ خاموش، کہیں نہیں نظر آتا قلم اور کاغذ، ہاں یہ ضرور ہوا کہ اتنا لوگ ڈرنے لگے قلم مانگنے سے کہ چھوٹے لوگ کانوں میں لگانے لگے۔ جیبوں میں رکھنے لگے، قلم دان کا قلم جیب میں آ گیا، فیشن ہو گیا قلم پاس رکھنا، پہلے میز پہ رہتا تھا جیب میں آ گیا کیا معلوم کس سے مانگیں اور ضروری کام ہو اور نہ دے جب تک قلم جیبوں میں لگے ہوئے ہیں رسولؐ کا قلم مانگنا یاد آتا رہے گا اہل بیتؑ نے بتایا ہے تب قلم جیب تک آئے ہیں کیسے بتایا، عبداللہ

ابن عمر کھیلتے ہوئے آگئے سات برس کا سن ہے حسنؑ کا، مسجد نبویؐ کے صحن میں امام
حسنؑ امام حسینؑ ساتھ کھڑے ہیں، مسلمانوں کی تاریخ کی کتابیں لکھتی ہیں، ایک
بار قریب آئے کہا حسنؑ ہمارے ساتھ کھیلو حسنؑ نے کہا جا غلام زادے تیرے
ساتھ کھیلیں گے ہم چلا جا دور ہو جا یہاں سے، ہم غلام زادوں کے ساتھ نہیں
کھیلتے، روتا ہوا چلا گیا باپ کے پاس اور باپ سے کہا کہ حسنؑ نے ہمیں غلام زادہ
کہا ہے کھیلنے سے انکار کر دیا، کہا بیٹا حسنؑ نے تم کو غلام زادہ کہا، کہا ہاں، کہا جاؤ
لکھوا لاؤ تا کہ وہ تحریر میں قبر میں لے کر جاؤں تحریر یاد آئی قلم یاد آیا۔ اب ذرا
کوئی ہمیں دکھا دے کسی تاریخ میں کہ حسنؑ نے لکھ کر دیا ہو اب نہیں لکھیں گے
اب مر جاؤ گے تو نہیں لکھیں گے خود نہیں لکھ کر دیں گے ہاں ہم کہہ رہے ہیں چاہو
تو لکھ لو جب نانا سے نہیں لکھوایا تو اب ہم بھی نہیں لکھ کر دیں گے جاؤ گمراہ ہو جاؤ
اور آ گیا نیشا پور کے راستے میں آپ کا آٹھواں امام۔ پردے عماری پہ پڑے
ہوئے ہیں ایک بار نیشا پور میں مجمع ہو گیا ایک لاکھ کا مجمع اور ایک لاکھ میں پچیس
ہزار محدث تھے اور ۲۵ ہزار قلم تھے، سب کے ہاتھ میں کاغذ تھے بولیے ہم لکھیں
گے ۲۱۰ھ ہو چکی ہے، دو سو برس ہو چکے ہیں بیٹے انتظار میں ہیں رسولؐ ایک قلم
مانگا تھا، آج مسلمان خود ۲۵ ہزار قلم لے کر آگئے بغیر مانگے، مسلمان قلم لے آئے
ہیں، اب بتاؤ ہارا کون ہذیان کہنے والا یا جس پر الزام لگا وہ، اولاد نے بتایا ہم
نہیں ہارے تم ہارے ہو تم تاریخ میں رسوا ہوئے ہو، آئے نا آج قلم کاغذ لے کر،
اچھا اب جب آگئے ہو اور ۲۵ ہزار قلم لائے ہو تو یاد رکھنا وہی لکھوائیں گے جو
ہمارے جدؐ رسولؐ خدا لکھوانا چاہتے تھے ارے ابھی تو یہ پتہ ہی نہیں کہ لکھوانا کیا
چاہتے تھے نبیؐ اب آج بیٹا یہ چاہتا ہے کہ لکھوا دیں تا کہ پتہ چلے کہ کیا لکھوانا
چاہتے تھے تو کیا صحابہ سمجھیں گے کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے گھر والا سمجھے گا۔ آواز

آئی شاہزادے جمالِ امامت دکھایئے ارے صدیاں گزر گئیں جمالِ حکومت
دیکھتے، جمال ملوکیت دیکھتے، جمال خلافت دیکھا کیسے کیسے بادشاہ دیکھے
عبدالملک بن مروان کو دیکھا، مروان کو دیکھا، اس کی اولاد کو دیکھا، ہشام کو دیکھا
، سفاح کو دیکھا، ہارون کو دیکھا، اب مامون کا دور ہے تو سب کا جلال و جمال
دیکھ چکے تو تاریخ نے پکار کر کہا جمال خلافت اور ہے جمال امامت اور ہے،
زیارت کرایئے پردہ ہٹایئے، پردہ ہٹا، سیاہ زلفیں رسولؐ جیسا چہرہ، وہی تل رخسار
پر، وہی ریش مبارک، وہی نور، وہی غزالی آنکھیں، وہی چوڑی پیشانی، وہی
شعاعیں نور کی چہرے سے عیاں ہیں، سواروں نے یہ دیکھ کر کمر سے خنجر نکالے
رکابوں کے تسمے کاٹ کر پھینک دیئے اور روتے ہوئے ناقے کے پیچھے پیچھے
چلے یہ ہے جلال امامتؑ، یہ جمال سلیمانؑ امامتؑ، یہ ہے فخر داؤدؑ، یہ ہے فخر
ابراہیمؑ، پردہ گر گیا غلاموں نے پردہ گرایا سب روتے جاتے ہیں اور عماری کے
گرد قلم اور کاغذ لئے ہوئے ہیں، فرزند رسولؐ ایک بار پھر جمال دکھایئے، پھر
پردہ ہٹا، مجمعے نے کہا کچھ لکھوا دیجیے سرکار ہاتھ جوڑتے ہیں کوئی حدیث
لکھوا دیجیے کہا لکھو، ایک بار قلم آئے کاغذ پر، کہا سنو، میں نے سنا اپنے والد امام
موسیٰ کاظمؑ سے، انہوں نے سنا اپنے والد امام جعفرؑ صادق سے، انہوں نے سنا
اپنے والد امام محمد باقرؑ سے، انہوں نے سنا اپنے والد علیؑ ابن الحسینؑ سے، انہوں
نے سنا اپنے والد امام حسینؑ ابن علیؑ سے، انہوں نے سنا اپنے بھائی امام حسنؑ
سے، انہوں نے سنا اپنے والد علیؑ سے، علیؑ نے رسولؐ سے، رسولؐ کے پاس
جبرئیل آئے اللہ کا پیغام لے کر

لا الٰہ الا اللّٰہ حِصنِی.......... لا الٰہ الا اللّٰہ میرا ایک
قلعہ..........

فمن دخل حضی اٰمِنَ مِن عذابی .... جواس میں داخل ہوا
میرے عذاب سے امن میں آگیا۔ پردہ گر گیا، سواری بڑھی روتے ہوئے لوگ
آگے بڑھے، لکھتے جارہے تھے ذرا ایک بار ادب سے، آج بھی سواری آئے گی
مجلس کے بعد یہاں، تو ادب سے ہاتھ باندھ کر یہ پوچھیے فرزند رسولؐ انہوں
نے تو کہا تھا لکھوا دیجیے سلسلۂ حدیث کب مانگا تھا، یہ آپ نے سلسلۂ حدیث
کیوں سنایا تو امامؑ کہیں گے وہ حدیث ضعیف ہے، جھوٹی ہے، جس کا سلسلہ نہ ہو
اور اب حدیث کو پہلے پرکھنا کہ حدیث کا شجرہ بھی سچا ہے یا نہیں میں شجرہ بتا رہا
ہوں، جہاں یہ معصوم نظر نہ آئیں وہ حدیث سچی نہیں ہے، میں اللہ تک سلسلے کو پہنچا
رہا ہوں لکھو یہاں سے دین لوگے تو ملے گا۔ جبرئیل آئے کہا

لا الٰہ الّا اللہ حِصنِی فمن دخل حضی اٰمِنَ مِن عذابی

چلائے سب فرزندِ رسولؐ زدنی بیانا اور ارشاد فرمایئے، پردہ ہٹا

والٰکنِ شَرطِہا وَ شُرُوطِہا

لیکن اس کی ایک شرط ہے اُس کی کچھ شرطیں ہیں
جب تک شرطیں پوری نہ ہوں، تم لا الٰـــہ کے قلعے میں نہیں جاسکتے، تمہیں
صراط مستقیم نہیں مل سکتا لکھو، سب نے لکھا پردہ گر گیا۔ پھر سب چلائے مولا
زدنی بیانا اور بیان کیجیے اب جو پردہ ہٹا۔

وَانا مِن شروطہا

اور ان شرطوں میں کی ایک شرط میں ہوں، اگر میں نہیں تو کلمہ نہیں، غور نہیں
کیا آپ نے نام کیا ہے امامؑ کا علیؑ نام ہے، اگر علیؑ نہیں تو کلمہ نہیں، یہی تو نبیؐ
لکھانا چاہتا تھا لاؤ قلم اور کاغذ **لا الٰہ الّا اللّٰہ محمدؐ الرسول اللہ علی
ولی اللہ**

کل تم نے قلم نہیں دیا تھا اب ۲۵ ہزار قلم اور کاغذ آئے اور یہی لکھو کہ کلمے کی
شرط علیؑ ہے، قیامت تک کلمے کی شرط علیؑ رہے گا، علیؑ نہیں تو کلمہ بے کار۔ تم قلعے
میں نہیں جاسکتے، آپ کہیں گے سند، سند تو معصوم بتا رہے ہیں جب امامؑ کہہ دیں
تو کسی حدیث کی کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارا دین ہے نقلِ
معصوم، جس کے آگے کسی کی کوئی حقیقت نہیں لیکن آپ دلیل چاہیں گے ظاہر
ہے کہ ہماری تقریریں بغیر حوالے کے نہیں ہو رہیں، سننے والے چوں کہ غیر ہیں
اس لیے حوالہ، پورا سعودی عرب چلتا ہے فقہ حنبلی، پر امام احمد ابنِ حنبل کی مسند
اس میں احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ موسیٰؑ رضاؑ نے نیشاپور کے راستے میں جو حدیث
بیان کی اگر کسی دیوانے پر اس کا سلسلہ پڑھ کر پھونک دیا جائے تو وہ صحیح ہو
جائے۔ آج بیٹے نے بتایا کہ جس کی حدیث دیوانے کو صحیح کر دے اس کو ہذیان
کیسے ہوسکتا ہے۔ یہاں تو ہم حدیث لکھوا دیں تو وہ نسخۂ شفا بن جائے تو اس کے
جد کو ہذیان کیسے ہوسکتا ہے۔ قم کا شہنشاہ وصیت کرتا ہے کہ جو نیشاپور کے راستے
میں امام نے سلسلۂ حدیث لکھوایا ہے اس کو سونے کی تختی پر سنہرے حروف سے
لکھا جائے اور جب میں مر جاؤں تو میرے کفن کے ساتھ قبر میں رکھ دینا۔ غور کیا
آپ نے یہ آٹھواں بیٹا ہے یہ منزلت ہے تو علیؑ کیا ہوں گے۔ دنیا علیؑ کو سمجھی کہاں
علیؑ رضا کو تو سمجھ لو پھر علیؑ مرتضیٰ کو سمجھنا، رضاؑ اور مرتضیٰؑ کے معنی ایک ہی ہیں جو رب
سے راضی ہو جائے رب اس سے راضی ہو جائے یہاں رضی اللہ نہیں ہوتا کہ ہو
جائے، ہو گیا، یہاں راضی ہے راضی نہ ہوتا تو سلسلہ رب تک کیسے جاتا، امام رضاؑ
کی سواری ایران پہنچ گئی، آپ نے مامونؔ سے کہا کیوں بلایا ہے، مامونؔ نے کہا
اس لیے بلایا ہے کہ یہ ولی عہدی کا تخت خالی پڑا ہے۔ کہا ہمیں حکومت سے کیا
کام، کہا آپ کو یہ ولی عہدی قبول کرنی ہے، کہا اور اگر نہ قبول کروں، کہا ہم آپ

کو قتل کر دیں گے، کہا اگر موت کی بات ہے جان کی حفاظت واجب ہے ٹھیک ہے ہم قبول کر لیں گے دوسرے دن ٹکسال میں سکے ڈھلے سکہ ڈھل کر آیا حق یوں بولتا ہے سکے پر لکھا گیا **لاالٰہ الاّ اللّٰہ محمدؐ الرسول اللہ علی ولی اللہ** سکے پورے عرب میں چلے، پورے ایران میں چلے وہ سکے جب عوام کے پاس پہنچے تو کسی نے خرچ نہیں کیے چھپا لیے امام کا نام ہے اس پر۔ چھپا لیے بعد شہادت وہی سکے جب کوئی سفر پر جاتا تو اپنے ساتھ رکھتا اور کہتا کہ اس سکے کی ضمانت پر جا رہے ہیں نہ مال چوری ہوگا نہ ہم قتل ہوں گے نہ حادثہ ہوگا یہ سکہ حفاظت کرے گا وہی صدیوں کے بعد امامؑ ضامن بن کے بازو پر آیا اب ضمانت امام رضاؑ کی دی جاتی ہے یہ وہی سکہ ہے آج بھی تقسیم ہوں گے امام ضامن، اس کی برکت سے گھر بھی آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور مسافر بھی، کون مسافر ہے جو امام ضامن نہیں باندھتا ہندوستان کی تاریخ دیکھیے جو بادشاہ لڑنے گیا ہے علاؤالدین خلجی، اکبر، ہمایوں تک جو بھی میدانِ جنگ میں گیا سب کے امام ضامن بندھا ہے اب کسی کا کوئی مکتب خیال ہو امام ضامن تو ہمارے پاس ہے نا۔ شادیوں میں، مسافرت میں، تو خلافت کرنا اور ہے انسانوں کی جانوں کی ضمانت دینا اور ہے، ان کا کلمہ پڑھ کر ضمانت میں آتا ہے انسان، کلمہ ان ہی کا ہوتا ہے صحابہ کا کلمہ نہیں ہوتا خلافت کا کلمہ نہیں ہوتا، کلمہ آلؑ رسولؐ کا اور رسولؐ کا ہے یہ بتایا ہے آٹھویں امامؑ نے۔

بادشاہ نے اپنی بیٹی اُمّ حبیبہ کا عقد کیا، مامون نے کہا ہم بیٹی دینا چاہتے ہیں امام علی رضا سے بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہیں، بھرے ہوئے دربار میں ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں عقد ہوا، عقد ہو گیا، بڑی دھوم سے عقد ہوا پورا ایک جشن ہے عقد کا وقت نہیں کہ بیان کیا جائے جب رخصت کر دیا بیٹی کو اور حجرے میں

مامون گیا مامون کے صحابی نے، نبوت کے صحابہ پر گفتگو تھی بادشاہوں کے بھی صحابی تھے، خلفا کے بھی اور کیسے سوال کرتے تھے یہ صحابی ذرا دیکھیے، صحابی نے کہا مامون کیا بنی عباس میں شاہزادے نہ تھے تو نے اپنی بیٹی کا عقد ایک ایسے شخص سے کر دیا جو نہ بادشاہ نہ امیر، نہ رئیس یہ عقد کیوں کیا۔ سنیں گے آپ۔ ربط ہے صحابیت سے اس لیے کہہ رہا ہوں میرے موضوع میں بات آ رہی ہے۔ کہا کان قریب لاؤ، ارے وہاں کون ہے دیکھا کتنا ڈر رہا ہے بات کہتے ہوئے مامون کہا قریب آؤ سنو کہنا نہیں کسی سے، میں نے ان کو بیٹی اس لیے دی کہ یہ رسولؐ کے فرزند ہیں اب جو اولاد ہوگی وہ میرا نواسہ ہوگا اور بیٹا رسولؐ کا ہوگا میں چاہتا ہوں کی فرزندِ رسولؐ مجھ کو نانا کہہ کر پکارے اب پتہ چلا رسولؐ کو بیٹیاں کیوں دی تھیں۔ جس کو دیکھیے پریشان کہ رسولؐ نے اتنی شادیاں کیوں کر لیں ارے رسولؐ کہاں کر رہا ہے وہ دے رہے ہیں، بیٹیاں پیغام الٹے الٹے آ رہے ہیں سرکارِ دو عالم بیٹی حاضر ہے عقد کر لیجیے رشتہ خود نبیؐ نے نہیں دیا۔ حیرت کیا ہے آپ کو مکہ میں ابوطالبؑ سے کہا گیا تھا کہ بیٹیاں دیتے ہیں لاالٰہ کہنا چھوڑ دیں اب بدل گیا مسئلہ، اب لاالٰہ نہیں، اب بیٹا، کہ رسولؐ کا بیٹا ہم کو نانا کہے اللہ نے کہا اچھا دے دو بیٹیاں یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ تمہیں نانا بنائیں کہ نہ بنائیں اب قیامت تک سب صحابی تو رہیں گے۔ اب قیامت تک سب صحابی رہیں گے نانا نہیں بن سکے۔ اب اگر پیار سے ہم نانا کہہ دیں تو احسان مانو ہمارا اس رشتہ کو قائم رکھو صحابیت کا وقار، عظمتِ صحابہ باقی رہے۔ جب تک ہم نانا کہہ رہے ہیں عظمتِ صحابہ، تم نانا نہیں کہہ سکتے، پورا عالم اسلام نانا نہیں کہہ سکتا ہم کہہ سکتے ہیں۔ سوتیلا سہی ہم نبیؐ کے گھر والے ہیں تم سسرال والے ہو۔ سسرال کے رشتے ٹوٹتے ہیں یہ رشتہ ٹوٹتا نہیں اس لیے رشتے داری برقرار رکھو۔ سمدھیانے کا رشتہ نازک

ہوتا ہے، ہم سے لڑو گے تو ہمارے والے سے کہا تھا طلاق کا حق تم کو دیتے ہیں۔
احسان مانو علیؑ کا کہ رشتے کو توڑا نہیں بس اتنا کہا کہ تم نواسے ہو (حسنؑ) نانی سے
جا کر وہ کہہ دو، نواسہ گیا احترام کیا ان احترام کے رشتوں کو رہنے دو پردہ پڑا
رہنے دو، بس کہہ دیا احترام کریں گے اب بیانات غلط مت دو لیکن یاد رکھنا کہ اگر
کچھ نہیں کہو گے اور برائی نہیں کریں گے تو یاد رکھنا قیامت تک تعریف بھی نہیں
کریں گے، گردن کاٹ دو تعریف نہیں ہوگی۔ جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ
شیعیت کو پڑھا ہے ان کے لیے تحفہ ہے یہ جملہ۔ ''عظمتِ صحابہ تو ہوسکتی ہے لیکن
مدحِ صحابہ نہیں ہوسکتی'' مدح صرف محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی نعت ان ہی کے لیے، منقبت
ان ہی کے لیے اور ہم سے کیا کہتے ہو قلی قطب شاہ سے لے کر جوشؔ و فیض و فراز
تک اور موجودہ شعراء تک کسی ایک شاعر کے یہاں کسی ایک صحابی کا قصیدہ
دکھاؤ۔ ہم سے کیا کہتے ہو، میرؔ سے کہو غالبؔ سے کہو ارے جانے دو سب
ہمارے تھے اقبالؔ تو تمہارا ہے حفیظؔ جالندھری تو تمہارا ہے، حالیؔ تو تمہارا ایک
قصیدہ قبر پہ جا کر اقبال سے بھیک میں مانگ لو ایک قصیدہ، فیض سے لاؤ، جاؤ
فراز زندہ ہے فرازؔ سے کہو تم لکھ دو وہ کہے گا فقیروں اور سفلوں کے قصیدے نہیں
لکھے جاتے بادشاہوں کے قصیدے۔ کارنامہ تو ہو، کیا لکھیں جب قصیدہ لکھا جاتا
ہے تو اس کے حسن کی تعریف ہوتی ہے، اس کی زلفیں، اس کا قد، اس کے بازو،
اس کی تلوار، اس کا گھوڑا، اس کی شجاعت کی تعریف ہوتی ہے، سخاوت کی تعریف
ہوتی ہے جہاں نہ شجاعت ہو، نہ سخاوت، نہ گھوڑا نہ تلوار نہ قد نہ صورت نہ سیرت
کا ہے کا قصیدہ کیسا قصیدہ۔ ہوگئی تقریر۔ ایک بار ولی عہد کا اعلان ہوا شہزادہ آرہا
ہے سبز لباس میں کمر پہ پٹکا، سبز عمامہ مخمل کی عبا اگر تم نے بنایا ہے تو آج دیکھو
کاش دو سو برس پہلے بادشاہ بنایا ہوتا تو شان دیکھتے آج دیکھو۔ اب جو آئے کمر

میں ذوالفقار لگائے ہوئے دو سو برس کے بعد ذوالفقار کی لوگوں نے زیارت کی
شاہزادے کی زیارت کی، لوگ رونے لگے، دربار میں آئے بہت سے لوگ
روتے روتے بے ہوش ہو گئے کہا اتنا حسن نہیں دیکھا تخت پہ آئے لوگوں نے
مبارک باد دی ایک شور ہوا ایک بار حضرت عباسؑ علم دار کی ساتویں پشت میں
حمزہؒ بن حسنؒ بن عبداللہؒ بن ابوالفضلؑ بن عباسؒ آگے بڑھے کہا قصیدہ لایا ہوں
کہا تم ہی پڑھو، دعبلؒ آئے قصیدہ لایا ہوں ان کے بعد تم پڑھو آج قصیدہ نگاروں
نے بتایا حق ان کی طرف تھا خلافت واپس آگئی اپنے مقام پر، حق لوٹ آیا۔ امام
نے مامون سے کہا انعام سے بھر دے ان کو لٹا دے سکے ان پر ایسے دیتے ہیں
مدّاحوں کو آج بھی دے رہے ہیں، آج شعر کی دولت دیتے ہیں، فکر کی دولت،
تدبر کی دولت، حافظے کا رزق، رزق پہ رزق، ایک شعر کسی کے لیے کہہ کے دیکھو
پاگل ہو جاؤ گے، ہذیان بکنے لگو گے اور یہاں لکھنے بیٹھے شعر پر شعر، لفظ ہاتھ
جوڑے سامنے، انیسؔ ہو یا غالبؔ ہو، جوشؔ ہوں مدح لکھنے بیٹھے لفظوں میں
سمندر آتا ہے، لفظ لڑنے لگتے ہیں ہم کو لو، ہم کو لو، تبھی لکھنا پڑتا ہے تاریخ میں کہ
جوشؔ نے اتنے لاکھ لفظ استعمال کیے کہ کسی نے اردو ادب میں نہیں صرف کیے
کیوں؟ یہ بھی پتہ لگاؤ، اس کا مدّاح کون تھا اور امام رضاؑ نے ہر اس شاعر کی قدر کی
جو امام حسینؑ کا مرثیہ لکھ کر لایا۔ دو صحابی ابوحمزہ ثمالی اور ابوصلت ساتھ ساتھ ہیں
حدیثیں لکھتے ہیں، واقعات درج کرتے ہیں عجب صحابی ہے ابوصلت۔ بعد
شہادت چھُپ گئے۔ مامون قتل کرنا چاہتا تھا لیکن نکل گئے نیشاپور سے آگے اور
آگے بڑھیں طوس کی طرف جائیں تو وہیں ابوصلت کی قبر ہے، یہ راز دار امامت
ہے۔ سب کچھ وقت آخر ابوصلت کو بتایا ہے شان دیکھیے۔
دربار سے اٹھے، ایک بار مامون نے کہا یہ تو بتایئے جنت و جہنم کی تقسیم کیوں

کر ہوگی کون تقسیم کرے گا، کہا میرے جد علیؑ تقسیم کریں گے، کہا کیسے، کہا وہ حدیث تو نے نہیں سنی

علیٌّ قَسیمُ النّارِ وَالجنّة

کہا بس، کہا ہاں جب کہہ دیا تو وہ تقسیم کریں گے اس حدیث سے سمجھ جا۔ یہ کہہ کر اٹھ گئے چلے مامون نے سلام کیا حجرے تک پہنچے ابھی عبا اتار رہا تھا ابو صلت کہ سوال کر لیا مولا بہت جلدی آپ نے مامون کو سمجھا دیا اور وہ سمجھ بھی گیا، کہا ہاں یہ بات مامون کے لیے تھی اس جیسے جاہل کو سمجھانے کے لیے کافی تھی۔ موضوع آپ کو یاد ہے نا۔ علیؑ نے کہا ابوذرؓ کو وہ راز معلوم تھے اگر بتا دیتے تو امت میں کوئی ایک آدمی اس حدیث کے وزن کو نہ اٹھا سکتا۔ اس لیے علم پر مہر لگا دی تھی، امت کو سب کچھ نہیں بتایا گیا، پتہ چلا ہر حدیث کا بار ہر ایک نہیں اٹھا سکتا یہاں بھی وہی آ سکتا ہے جو اس ذکر کا بار اٹھا سکے۔ ان فضائل کا ایک وزن ہے۔

ابوصلتؒ نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے۔ یہ آپ کے لیے تحفہ، آج کی رات آپ امامؑ کا ذکر سن رہے ہیں تو آپ کے لیے امامؑ کا تحفہ سنیے امامؑ فرماتے ہیں ابوصلت اس کے علاوہ اور ہے کہا پھر ہمیں نہیں بتائیں گے کہا تجھے نہیں بتائیں گے تو کسے بتائیں گے کہا مولاؑ پھر کیا ہوگا۔ کہا میرا جد علیؑ صراط پر کھڑا ہو جائے گا لوگ آتے جائیں گے نیچے جہنم سامنے جنت علیؑ بس یہ کہتے جائیں گے اے جہنم یہ تیرا یہ میرا، یہ تیرا یہ میرا، یوں جنت و جہنم بٹے گی بس یہ ہے قسیم جنت و نار جہاں تیرے میرے میں بات ہو جائے اسے دنیا والے کیا سمجھیں۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ تیرا کیا میرا کیا راز دار کو بتایا۔ ہر ایک اس کا بار نہیں اٹھا سکتا جو معرفت رکھتا ہے اسے بتاتے ہیں۔

ابوصلتؒ مجھے زہر دے دیا گیا ہے انگوروں میں، اب وصیت کر رہا ہوں بیٹا

آئے گا مدینے سے گھبرانا نہیں۔ معصومؑ کی تجہیز و تکفین معصومؑ کرتا ہے۔ قبر کھدے گی ہارون کے پیروں کے پاس جہاں ہارون کی قبر ہے لیکن چٹان نکلے گی قبر بنا نہ سکیں گے پھر سرہانے ہارون کے کھودیں گے وہاں سے ایک لوح نکلے گی اس پر میرا نام لکھا ہوگا دیکھنا وہیں پر جب لاش رکھی جائے گی خیمے کے قریب ایک خوبصورت بچہ آئے گا سات سال کا، اس کی زلفیں میری زلفوں جیسی۔ اس کا چہرہ میرے چہرے جیسا۔ وہ نمازِ جنازہ پڑھائے گا، وہی قبر میں اتارے گا۔ جیسا کہا تھا وہی ہوا۔ ابوصلت کہتے ہیں بیٹا آیا، محمد تقیؑ معجزے سے آئے نمازِ جنازہ پڑھائی اور امام کو دفن کیا۔ قبر بنائی، آج مشہد میں ایسا روضہ ہے کہ اتنا بڑا روضہ روئے زمین پر نہیں، اس کی ٹکر پر لاکھ روضے بن جائیں روضہ یہی رہے گا، سب مسمار ہو جائیں گے سب گرا دیے جائیں گے لیکن امامؑ کی قبر قیامت تک باقی رہے گی امامؑ کی ٹکر پر جو روضہ بناتے ہیں ان کے روضے نہیں رہتے وہ کوئی بھی ہو صرف معصومؑ کا روضہ رہتا ہے ہر ایک کی قبر نہیں رہتی ہاں اگر ان کا دلی راستہ ان سے ہے تو نشانِ قبر رہ جاتے ہیں اور علما نے کوشش یہی کی کہ ہم امام رضاؑ کے جوار میں دفن ہوں راجہ محمود آباد کے لیے کیا کمی تھی پاکستان کہہ رہا تھا کہ قائدِاعظم کے پہلو میں دفن کیا جائے لیکن انہوں نے کہا ہم اس در کے فقیر ہیں ہمیں ان کے جوار میں دفن کرنا اسے کہتے ہیں غلامی، عالم ایسا ہوتا ہے جو امام کے پیروں کے پاس دفن ہو، عالم کی شان ہے کہ امامؑ کے پہلو میں دفن ہو۔ علامہ حلّی کہاں دفن ہیں علیؑ کے پیروں کے پاس طوسی کہاں دفن ہیں۔

سات دروازے ہیں داخلے کے لیے آج بھی شاہانہ شان۔ جب بادشاہ کے دربار میں حاضری ہوتی تھی تو سات دروازوں کو طے کر کے ان پر سلامی ہوتی تھی یہاں بھی سات دروازوں کو طے کر کے حاجب و دربان کھڑے ہوئے، سجا

ہوا روضا لگتا ہے کہ سلطانِ عرب وعجم ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ

السلام علیك یا سلطان العرب و العجم

کوئی عرب وعجم کا بادشاہ نہ بن سکا، کوئی عرب کا بنا ہے کوئی عجم کا بنا ہے یہ وہ واحد بادشاہ ہے جو عرب وعجم دونوں کا بادشاہ ہے ابھی سواری آئے گی اسی بادشاہ عرب وعجم کی، طوس میں قبر بنی، رسولؐ نے کہا جس نے ہمارے اس بیٹے کی زیارت کی اس کو ستر ہزار حج کا ثواب یا رسول اللہؐ سب سے زیادہ ثواب اس بیٹے کی زیارت کا کہا ہاں جو عراق آئے گا وہ علیؑ کی زیارت بھی کرے گا حسینؑ کی زیارت بھی، موسیٰؑ، کاظمؑ کی بھی، علی نقیؑ و حسن عسکریؑ کی بھی، جو عرب جائے گا وہ میری بھی زیارت کرے گا، چار بیٹوں کی بھی، بیٹی کی بھی زیارت کرے گا یہ ایک اکیلا مسافرت میں ہے مسافر تھا اس لیے یہاں جانے کا ثواب بتایا مشہد جاؤ گے ستر ہزار حج کا ثواب ہوگا، ہائے سلطان عرب وعجم کے ساتھ ساتھ زیارت میں یہ بھی کہتے ہیں غریب الغرباء ہائے کیسا غریب اب سمجھ گئے نامیت اس کی روشن ہوتی ہے جس کے رونے والے ہوں غریب اس لیے کہا گیا کہ گھر والے پاس نہ تھے حالانکہ اٹھارہ ۱۸ بہنیں تھیں امام رضاؑ کے اور سترہ بھائی لیکن غربت میں موت آئی۔ جب مدینے سے چلنے لگے تو جس بہن کا نام فاطمہؑ ہے وہ تڑپتی رہی، رات بھر تسبیح پڑھ پڑھ کر بھائی کا حصار کرتی تھیں، کہا گھبراؤ نہ بہن ملاقات ہو جائے گی ہم کوشش کریں گے کہ مدینے واپس آئیں یا تم سب بہنوں کو بلالیں بہن نے رخصت کیا بہن روتی جاتی تھی کیا کوئی اور بہن یاد آرہی ہیں۔ بھائی رخصت ہوا، بہنوں نے خدا حافظ کہا عرصہ گزر گیا یاد رکھیے امامؑ کی شہادت سترہ صفر کو ہے تاریخ الگ کرنے کی سازش قبول نہ کیجیے ذیقعدہ میں شہادت نہیں صفر کی سترہ کو شہادت ہے جنتریاں مستند نہیں معصوم کا قول مستند ہے۔

مہینے پہ مہینے گزرے، بہن نے اپنے بھائیوں کو بلایا، ابراہیمؑ کو، حسنؑ کو، جعفرؑ کو، حمزہؑ کو بلایا کہا میرے ماں جائے کی خبر نہیں مل رہی کہا، بہن پھر کیا حکم ہے کہا سواریاں تیار کرو، عماری ناقہ پہ کسواؤ بہن خود چلے گی۔

بہنؑ عماری پر بیٹھی بڑے احترام سے سترہ بھائی تلواروں کے سائے میں بہن کو لیے چلے جس بہنؑ کے بہادر بھائی ہوتے ہیں وہ تلواروں کے سائے میں بہن کو لے کر چلتے ہیں۔ جب سواری قُم کے قریب پہنچی، عماری کا پردہ جو ہلا دیکھا ہر مکان پر کالے جھنڈے لگے ہوئے ہیں، سواری آگے بڑھی ایسا لگتا تھا شہر پر موت کا سماں ہے ایک جگہ خیمہ لگا تھا، قناطیں لگیں سواریاں اتریں۔ شہر قم کے رئیس نے اپنی زوجہ سے کہا کنیزوں کو لے کر جاؤ، خاندان کی عورتوں کو لے کر جاؤ شاہزادی کو اتارو۔ ساری عورتوں نے سیاہ لباس پہنے، بال کھول دیے جیسے ہی شاہزادی ناقے سے عماری سے اتریں سب عورتوں نے حلقہ کیا، حلقہ میں لیے ہوئے رئیس کی زوجہ آگے آگے کالے کپڑے پہنے ہوئے، بال پریشان، آنکھوں میں آنسو ایک ایک کا چہرہ دیکھتی تھی بی بی اور کہتی تھی کیا ہوا کیا تمہارا بادشاہ مر گیا یہ کیسا ماتم ہے، یہ سیاہ علم کیوں ہیں تم رو کیوں رہے ہو اب کیا کہیں جب خیمے میں مسند بچھا دی گئی، تکیے لگا دیے گئے کہا شاہزادی اس پر بیٹھ جائیے شاہزادی بیٹھ گئیں ادب سے ہاتھ جوڑے، قدموں کو بوسہ دیا کہا بی بی آپ کا بھائی مارا گیا ہم پُرسہ دیتے ہیں۔ پرسہ دینے والے رسیاں لے کر نہیں آئے، بازو باندھنے نہیں آئے بی بی بے ہوش ہوئیں سترہ دن ماتم کیا ہائے علیؑ رضاؑ ہائے علیؑ رضاؑ سترہ دن کے بعد بہن مر گئی ہائے زینبؑ تم پہ سلام بھائی کا لاشہ، برستے تیر، کٹی ہوئی گردن، واہ ری بہن تجھ پر سلام ہائے علیؑ رضاؑ ہائے امام رضاؑ ہائے غریب الغرباء۔

مجلسِ ہشتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی آٹھویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں عظمتِ صحابہ کے عنوان پر۔

ہم اس منزل تک پہنچے تھے کہ ڈیڑھ لاکھ صحابہ میں جن صحابہ نے اپنی پوری حیات اور موت تک ایمان ہی ایمان میں زندگی گزاری لیکن ہم نے جن کا انتخاب کیا ان صحابہ کی زندگی میں اسلام آنے سے پہلے بھی کفر کا شائبہ نہیں ملتا اور یہ بات میں انتہائی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں اب یہ وہی بات ہے کہ سب کو برابر کردو جن کے کفر کی داستانیں تاریخ میں محفوظ رہ گئیں تھیں کوشش کی گئی کہ دوسروں کو بھی ایسا ہی بنادو، ابوذرؓ کے لیے مسلمانوں نے لکھا کہ ایمان لانے سے پہلے ڈاکو تھے اور سارے اخبارات جب مضامین لکھتے ہیں ابوذرؓ پر تو یہ جملہ ضرور لکھتے کہ ڈاکو تھے ایمان لانے سے پہلے، دیکھیے بُت تو نہ ملا کفر تو نہ ملا ڈاکہ ملا ڈاکہ زنی ملی یہ لفظ آیا کہاں سے ظاہر ہے کسی ڈاکو نے ہی ابوذرؓ کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ کامل کر چکا گفتگو کو میں ابوذرؓ پر آج دوسری منزل لیکن چار مصرعے چاہتا ہوں کہ پہلے میر انیسؔ کے پڑھوں تو آگے بڑھوں تاکہ واضح ہو جائے کہ ابوذرؓ ہیں کیا اور میر انیسؔ کے چار مصرعے ہیں اور پوری حیات ابوذرؓ کی ان چار مصرعوں میں آ گئی۔ دیکھیۓ میر انیسؔ کا موضوع ہے کربلا، انیسؔ کے

صحابہ کہاں بڑی مشکل منزل ہے انیسؔ تو فنافی الکربلا تھا وہ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا تھا کیسے صحابہ۔ کہاں کے صحابہ۔ انیسؔ کو یہ معلوم تھا، صاحبان ادب خاص طور سے توجہ کریں گے ابھی اسد جہاں مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ کی تقریریں مذہبی اپنی جگہ ہمیں لطف اس لیے آتا ہے کہ ادب کی چاشنی بہت ہے اور یہ بڑا مشکل ہے کہ اتنے سخت مذہبی کٹر ماحول میں ادب آجائے یہ اردو ادب کا معجزہ ہے میں کیا کہوں۔ انیسؔ فنافی الکربلا تھا اس کو صرف یہ معلوم تھا کہ صحابہ رسولؐ کے بھی، صحابہ علیؑ کے بھی ہیں، صحابہ حسنؑ کے بھی ہیں لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ کائنات میں صرف حسینؑ نے یہ کہا تھا کہ نانا جیسے اصحاب مجھ کو ملے آپ کو نہیں ملے، بابا جیسے اصحاب مجھے ملے آپ کو نہیں ملے بھیا حسنؑ جیسے اصحاب ہم کو ملے آپ کو نہیں ملے کائنات میں آواز گونج رہی ہے جب صحابہ کی تاریخ لکھی جائے گی تو سرفہرست یہ جملے حسینؑ کے لکھے جائیں گے کہ اگر حسینؑ کے صحابہ جیسے ہیں تو ہے عظمتِ صحابہ معیار، کسوٹی، صحابہ کی، کہاں سے لائیں ایسے چمک دار آئینے کہ جس میں معیارِ صحابہ دیکھیں۔ اب ذرا میر انیسؔ کا کمال دیکھیۓ گا اور ان کی روح کو داد دیجیے گا اور جھومتے رہیے گا انیسؔ کا موضوع نہیں ہیں ابوذرؓ لیکن انیسؔ کا کمال دیکھیۓ

بخدا فارسِ میدانِ تہور تھا حُرؓ

حُرؓ کی تعریف ہو رہی ہے۔ دیکھیۓ تعریف کس کی انیسؔ کر رہے ہیں، جو ابھی ابھی آیا ہے جو ابھی آیا ہے اس کا مقابلہ چالیس برس پرانے ایمان لائے ہوؤں سے اور انیسؔ کا کمال۔

بخدا فارسِ میدانِ تہور تھا حُرؓ

لاکھ دو لاکھ سواروں میں بہادر تھا حُرؓ

جو تاجِ سرِ عرش ہو دُر تھا حُرؓ

اب قافیے دیکھیے گا جناب، ردیف حر ہے، دُر قافیہ ہے، بہادر قافیہ ہے، تہور قافیہ ہے چوتھا قافیہ کہاں سے آئے گا ہے سامنے کا لیکن انیسؔ نے کمال کیا ہے

جو تاجِ سرِ عرش ہو وہ دُر تھا حُرؑ
نارِ دوزخ سے ابوذرؓ کی طرح حُر تھا حُرؑ

کمال دیکھیے اردو زبان کا معجزہ، حُر یعنی جو آزاد کر دیا گیا نارِ دوزخ اب پوری سیرت لکھ دی کیا کہا۔ خدا کی قسم، فارس یعنی جو میدان جنگ میں ایسا شہسوار جسے کوئی شکست نہ دے سکے، تہور جو بے دھڑک اپنے محبوب کے لیے لڑ جائے یہی ہیں ابوذرؓ میدان میں آئے تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے، اب دوسرا مصرع لاکھ دو لاکھ سواروں میں بہادر تھا حُرؑ معاویہ کے دربار سے لے کر، ان کے دربار تک لاکھوں سے مقابلہ ابوذرؓ کا تھا، جو تاجِ سرِ عرش ہو وہ دُر تھا حُرؑ، ابوذرؓ صحابہ کے تاج کا وہ موتی ہے جو قیامت تک جگمگائے گا اور نارِ دوزخ سے رسولؐ نے یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ اس سے سچا روئے زمین پر پیدا نہیں ہوا تو میری امت کا صدیق ہے میں نے دیکھیے محنت کی ہے اگلی منزل کے لیے جملہ آپ سمجھیے محنت اس لیے کی ہے تاکہ ربط کا جملہ آپ سمجھ جائیں ایسا ابوذرؓ کہ جو ایمان کے نو درجوں پر فائز ہوا ایسا مجاہد جو دو لاکھ پر بھاری ہو، آپ کو معلوم ہے کہ رسولؐ نے بھائی چارہ کیا تھا مقدادؓ کا بھائی حمزہؓ کو بنایا، عمارؓ کا بھائی حذیفہؓ کو بنایا، اور ابوذرؓ کو سلمانؓ کا بھائی بنایا سب کو ایک دوسرے کا بھائی تو بنایا مگر صرف دو مقامات پر بھائی بنا کر جملے کہے ہیں ایک اس وقت جب اپنا بھائی علیؑ کو بنایا تو ایک جملہ کہا دنیا میں بھی تو میرا بھائی آخرت میں بھی تو میرا بھائی اور اس وقت دوسرا جملہ جب ابوذرؓ کا ہاتھ سلمانؓ کے ہاتھ میں دیا تو بے اختیار کہا ابوذرؓ کبھی سلمانؓ کی نافرمانی نہ کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے ایسا ابوذرؓ تو سلمانؓ کیسا دس درجوں

پر فائز ہیں سلمانؓ آج میرا موضوع سلمان ہیں۔

ہم اپنی منزلوں سے قریب ہوتے جا رہے ہیں، ہم نے سب سے آخر میں سلمانؓ کو رکھا اس لیے کہ ڈیڑھ لاکھ صحابہ میں سب سے افضل سلمانِ فارسی ہیں، سلمانؓ سے افضل کوئی صحابی نہیں ہے۔ کس چیز میں مقابلہ ہوگا سن میں مقابلہ ہوگا کیسی عجیب بات ہے خلافت اس لیے ملی ہے کہ علیؑ کمسن تھے، یہ بوڑھے تھے تو بھی کتنی عمر تھی رسولؐ سے بھی دو سال چھوٹے ہیں ساٹھ باسٹھ سال کی عمر بہت ہوگئی جب کہ ابا سو برس کے زندہ ہیں لیکن ابا بھی سلمانؓ کے سن کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے کہ سلمانؓ کا سن ساڑھے چار سو برس کا ہے اور سب نے لکھا کسی نے انکار نہیں کیا عمر بہت گھٹائی بہت گھٹائی تو ۳۵۰ پر آ گئے اور مورخین نے عمر گھٹائی تو ڈیڑھ سو سال پر رک گئے اس سے زیادہ نہ گھٹا سکے پھر بھی سب سے بڑے، تو یہ ڈیڑھ لاکھ کے بزرگ ہیں اور بزرگ تو ہوتا ہی افضل ہے۔ سلمانؓ سے سن میں کوئی زیادہ نہیں ہے صحابہ میں اور کس چیز میں مقابلہ ہوگا سلمانؓ سے، ڈیڑھ لاکھ میں صرف ایک سے کہا ہے سلمانؓ منا اہلِ بیتؑ سلمانؓ تم میرے اہلِ بیتؑ میں داخل ہو کسی اور کو کہا ڈیڑھ لاکھ میں ایک کو اہلِ بیتؑ میں شامل کر کے بتایا کہ اگر سسرے اہلِ بیتؑ میں ہوتے تو کہتا۔ بیٹیاں دے کر خاندان میں شامل نہیں ہوا جاتا۔ سلمانؓ کو میں نے اہلِ بیتؑ میں شامل کیا ہے اور کب کہا، موقع کیا ہے، موقع بڑا عجیب ہے اور دیکھیے کچھ جزئیات ہیں پہلے ان پر گفتگو کریں۔ سلمانؓ کے لیے بہت سے حکم ہیں، لشکر کو صحابہ کو جس میں ایک حکم یہ ہے کہ سلمانؓ ہر لڑائی میں جائے گا مگر کسی لڑائی میں لڑے گا نہیں، کسی کی ہمت بھی نہیں ہوئی کہ پوچھے کیوں اس لیے کہ اگلا جملہ یہ کہہ دیا سب لڑیں جب میں تنہا رہ جاؤں تو میرا صحابی بن کر پہلو میں دل بہلانے سلمانؓ بیٹھے، سلمانؓ میرے پاس رہیں۔ اب

آپ بتایئے ۸۷ غزوات ہیں اور ۸۷ غزوات کی تنہائی ملی ہے سلمانؑ کو تو علم کا کیا عالم ہوگا علیؑ نے کہا اولین و آخرین کا علم سلمانؑ کے پاس تھا اور اگلا جملہ جو سلمانؑ کو مانے وہ مومن ہے جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب کافر کون ہے فیصلہ کر لیجیے ہم تو اعلان کر رہے ہیں، ہم سلمانؑ کو مانتے ہیں۔ تم بھی کہو ہم سلمانؑ کو مانتے ہیں نہیں مانو گے تو کافر ہو جاؤ گے فیصلہ ہو جائے گا کون کافر۔ ابھی آئے گا ربیع الاوّل کا مہینہ دیکھیں گے سلمانؑ کدھر ہے سب کا کفر کھل جائے گا۔ سلمانؑ کو کسوٹی بنا دیا۔

سلمان فارسی رسولؐ کے صحابہ میں افضل، تنہائی کا ساتھی، کون ہے تنہائی کا ساتھی؟ ایک رات غار میں ساتھ رہنے سے افضلیت نہیں ہو جاتی ۸۷ لڑائیوں میں ساتھ رہا ہے۔ رسولؐ اللہ مشورے کرتے تھے صحابہ سے۔ کرتے ہوں گے، تاریخ میں ایک ہی مشورہ ملا اور وہ مشورہ صرف سلمانؑ سے یا یوں کہیے کہ سلمانؑ نے مشورہ دیا رسولؐ نے پسند کیا، سلمان نے خندق کی لڑائی میں کہا کہ ہمارے ایران میں جب جنگ ہوتی ہے تو دشمن سے بچاؤ کے لیے خندق کھودی جاتی ہے۔ دیکھیے اس واقعے کو تاریخ سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ خندق لفظ فارسی کا ہے اور پہلی بار عرب والوں کو یہ لفظ معلوم ہوا سلمانؑ سے پتہ چلا، اسلامی معاشرے میں فارسی کے الفاظ جو استعمال ہوئے وہ سلمانؑ کی وجہ سے آئے اور کہہ چکا میں دوسری تقریر میں کہ لفظ نماز سلمانؑ نے دیا اسلام کو، اب بہتر فرقوں میں سے کوئی نماز کا لفظ بدل کر دکھائے، نماز فارسی ہے عربی نہیں ہے سلمانؑ کا دیا لفظ ہے اب جس کا دل چاہے بدل لے۔ قرآن میں صلوٰۃ آیا ہے مسلمان کہہ رہا ہے نماز مسلمان قرآنی لفظ نہیں بولتے سلمانی لفظ بولتے ہیں اور بدعت نہیں ہوتی۔ ہاں پتہ ہوتا کہ سلمانی لفظ ہے تو اب تک بدل چکا ہوتا اس

لیے کہ جب ٹیلی ویژن پر بدل دیا اللہ حافظ اس لیے کہ خدا کا لفظ فارسی ہے کہاں کہاں بدلو گے ذرا نماز کا لفظ بدل کر دکھاؤ۔ فارسی سے بہت کراہت ہے اس لیے کہ سلمانؑ کے ذریعے عرب میں فارسی آئی تو اب کہاں کہاں کراہت پیدا ہوگی، کیا مقابلہ شجرے میں ہوگا، شجرے میں ہو نہیں سکتا اس لیے کہ سلمانؑ نے شجرے کا قصہ یوں تمام کیا کہ سب دنگ رہ گئے۔ حضرت عمر بڑا مذاق کرتے تھے حضرت سلمان سے، بہت مزاح ہوتا تھا ایک دن کہا سلمان تمہارے باپ کا کیا نام ہے تو انہوں نے پلٹ کر کہا تمہارے باپ کا کیا نام ہے انہوں نے بتا دیا جب کہلوا لیا تو انہوں نے سلمانؑ اور دادا کا نام کہا پہلے تم اپنے دادا کا نام بتاؤ دادا کا بھی نام بتا دیا تو سلمانؑ بولے اب میرے باپ کا نام سنو۔ اب میرے دادا کا نام سنو سلمانؑ ابن اسلام ابنِ اسلام، دو لاکھ صحابہ میں واحد صحابی جس نے بتایا کلمہ پڑھنے کے بعد ہمارا باپ بھی اسلام ہوتا ہے دادا بھی اسلام ہوتا ہے اب تم سے تو کہلوا لیا باپ کون دادا کون اور اب کہا سلمانؑ نے تو کوئی ولدیت نہ بدل سکا۔ رسولؐ نے جب کوئی کہتا سلمانِ فارسی کہتے خبردار اس کو فارسی نہ کہنا وہ سلمان محمدیؑ ہے، نام رکھ دیا رسولؐ نے۔ لفظ محمدیؑ کس صحابی کے ساتھ آیا ہے لکھ کے دکھایئے نہیں ایک ہی محمدیؑ سلمان محمدیؑ۔ میرے پاس رہو۔ بڑی محبت ہے۔ ہر وقت کا ساتھی ہے سلمان، کہا خندق کھود لیجیے کہا پسند آئی بات کھود لو خندق، کھدنے لگی خندق، طریقہ سلمان بتانے لگے، سب ہی جُٹ گئے، اس موقعے پر کہ جب سلمانؑ سب سے آگے کھودتے ہوئے جا رہے تھے تو ہر صحابی نے کہا سلمانؑ ہمارا، سلمانؑ ہمارا، سلمانؑ ہم میں سے، یعنی سلمانؑ کی خندق کا حصہ ہمارا حصے میں شامل ہو جائے اس طرح ہر ایک کارنامے میں شامل ہونا چاہتا تھا رسولؐ خیمے کا پردہ ہٹا کر آئے کہا، ''السلمانؑ منا اہل البیتؑ'' کسی سے نہیں مجھ

سے ہے۔ یہ خندق جو کھود رہا ہے میرے حصے کی کھود رہا ہے سب کے کارناموں پر پانی پھر گیا۔ سلمانؓ شاید آئے اسی لیے تھے اسلام میں ولدیتوں پر پانی پھیر دیں، کارناموں پر پانی پھیر دیں لوگوں کے ایمان پر پانی پھیر دیں اور بڑے طمطراق سے سب نے لکھ بھی دیا۔

عمرابنِ عبدِود کے مقابلے میں علیؑ کو بھیجا، اصحاب سے کہا جاؤ آج دیکھو، کلِ ایمان، کلِ کفر کے مقابل جارہا ہے، چلے علیؑ چلے اب جو چلے تو تمام صحابہ کو دیکھ کر کہا آج جو سب سے پہلے علیؑ کی فتح کی خبر لائے گا وہ جنت میں میرے ساتھ داخل ہوگا وہیں رہے گا جہاں میں رہوں گا اب کیا پوچھنا، بھگدڑ مچ گئی پوری خندق کے میدان میں کوئی کھجور کے درخت پر چڑھا اور کوئی ببول میں اٹکا جنت کی لالچ میں اور جب عمرابن عبدوُد پکار رہا تھا آؤ مجھے مارو اور جنت لے لو یا میرے ہاتھ سے مرجاؤ تو جنت لے لو تو کوئی جانے کو تیار نہ تھا یارسولؐ اللہ بڑا بہادر ہے اس کے مقابل کون جائے۔ پتہ چلا جب موت نظر آتی ہے تو جنت نہیں نظر آتی اور جب رسولؐ نے آسان نسخہ دے دیا سب دوڑے، ٹیلے پہ چڑھے، پہاڑی پہ چڑھے اور جب کہیں جگہ نہ ملی تو کہا ذرا کاندھے پہ جگہ دے دو ہم تمہارے کاندھے پر سوار ہوجائیں باری باری کبھی تم ہمارے کاندھے پر کبھی ہم تمہارے کاندھے پر اس طرح دیکھتے رہیں لڑائی اور یہاں قدرت نے کیا کمال کیا اتنی گرد اٹھی تاریخ لکھتی ہے اتنی گرد اٹھی کہ گرد کے پردے پڑ گئے گرد کے نہیں آنکھوں پہ پردے پڑ گئے اور علیؑ کی لڑائی دکھائی نہ دی تھوڑی دیر کے بعد گرد چھٹی تو اب تاریخ میں تین طریقے سے یہ بات لکھی ہے اور تینوں بیان کرتا ہوں ایک خود علیؑ کا جملہ ہے، ایک شاہزادیؑ عالم کا جملہ ہے اور ایک تاریخ کا جملہ ہے تینوں سن لیجیے اب جو علیؑ چلے تو ذوالفقار سے تازہ لہو کی بوندیں، ایک ہاتھ

میں عمرو کا سر اب جو چلے تو جھومتے ہوئے چلے رُک کر چلے، تھم کر چلے، اکڑ کر چلے آسمان کو دیکھتے ہوئے چلے اب جملے سنیئے گا یہ فصیح و بلیغ جملے شاہزادیؑ نے جب خطبہ دیا فدک کا تو کہا ''بتاؤ لڑائی میں میرا شوہر گیا یا نہیں اور فاتح بن کر آیا یا نہیں کیا بھول گئے خندق کے روز جب میرا شوہر آرہا تھا عمرو ابنِ عبدوُد کا سر لے کر تو سب یوں دیکھ رہے تھے جیسے عید کا چاند دیکھتے ہیں'' اور اب علیؑ کا جملہ سنئے شوریٰ میں کہا ''کیا تم بھول گئے کہ خندق کی لڑائی فتح کر کے جب میں عمر ابنِ عبدوُد کا سر لے کر آرہا تھا تو تم سب یوں مجھے دیکھ رہے تھے جیسے لوگ صبح کے ستارے کو دیکھتے ہیں''، دیکھیے صبح کا ستارہ سب سے آخر میں ڈوبتا ہے اور اب تاریخ کے جملے کہ ''علیؑ یوں چل رہے تھے عمرابنِ عبدوُد کا سر لے کر جیسے جنگل میں برستی پھوار میں شیر جھوم جھوم کے چلتا ہے''۔

ایک بار سب دوڑے، عمرابنِ عبدوُد کا قتل دیکھ کر، پہلے ہم پہلے ہم، تاریخ میں ہے صاحب کہ لکھنؤ کی تہذیب میں یہ تھا بسم اللہ پہلے آپ انہوں نے کہا نہیں قبلہ پہلے آپ، پہلے آپ اور گاڑی چھوٹ جاتی تھی لکھنؤ میں تھی یہ تہذیب لیکن ڈاکٹر احسن فاروقی صاحب کے سامنے کسی نے مذاق اڑایا صاحب لکھنؤ کی تہذیب کیا تہذیب ہے پہلے آپ پہلے آپ گاڑی چھوٹ جاتی تھی تو فاروقی صاحب بولے کراچی کی تہذیب آپ کو معلوم ہے پہلے ہم پہلے ہم گاڑی چھوٹ جاتی ہے انجام دونوں کا ایک ہی ہے تو تہذیب سے گاڑی چھوڑ و بدمعاشی سے گاڑی کیوں چھوڑ رہے ہو تو حیران تھا میں کراچی میں یہ تہذیب پہلے ہم پہلے ہم کہاں سے آئی۔ پتہ چلا سیرت صحابہ ہے پہلے ہم پہلے ہم ایک دوسرے پر گرتے ہوئے کہ پہلے ہم رسولؐ کے پاس پہنچ جائیں اب جو بھی پہلے پہنچا ہمیں نہیں معلوم کانپتے ہانپتے سانسیں پھولی ہوئی یارسولؐ اللہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے،

رسولؐ اللہ نے بڑے اطمینان سے کہا مجھے معلوم ہو گیا مجھے اطلاع مل گئی صحابہ نے کہا آپ تو خیمہ سے نکلے نہیں، چہرے اتر گئے تھے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا حضورؐ نے کہا سلمانؓ نے بتا دیا، جنت گئی، اب سب سے پہلے کون جائے گا جنت میں رسولؐ کے ساتھ، یہاں بھی سلمانؓ کا نمبر ون، اب رسولؐ کو سب نے چھوڑا سلمان کو گھیر لیا کہا تم تو خیمے سے نکلے نہیں تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ علیؑ جیت گئے ،سلمانؓ بولے پردے سے تمہیں بھاگتے ہوئے دیکھ کر سمجھ گیا میں نے فوراً کہہ دیا یا رسولؐ اللہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے بھگوڑے آرہے ہیں۔ لے گئے سلمانؓ جنت، غور نہیں کیا آپ نے، رسولؐ نے کہا تھا جاؤ جو سب سے پہلے لائے گا فتح کی خبر وہ جنت پائے گا، سلمانؓ سے پوچھیے علیؑ کی فتح کی خبر لانے تم کیوں نہیں گئے تو سلمانؓ کہیں گے جنت کی لالچ میں مالکِ جنت کو چھوڑ کر کیسے چلا جاتا۔ سلمانؓ نے بتایا جو جنت کی لالچ میں مالک جنت کو چھوڑ کر بھاگتے ہیں ان کی قسمت میں کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

سلمانؓ وصیِ عیسیٰؑ تھے، ساڑھے چار سو برس کی عمر تھی، گھر سے نکلے بچپن میں کبھی اپنے مذہب کی پروا نہیں کی۔ ایک دن اسکول سے آئے، باپ نے اسکول میں داخل کر دیا تھا ترجے میں اسکول کا ہی نام ہے اور چوں کہ ایران کی قدیم تہذیب ہے اس لیے اسکول کا دستور ہو چکا تھا ایران میں، بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے تو روز دیکھتے تھے کہ چھت میں ایک کاغذ لٹکتا تھا اک دن ماں سے پوچھا کہ یہ چھت میں کیا چیز لٹکی ہے کہا خبردار بہبود۔ بہبود سلمانؓ کا پرانا نام تھا، جو معنی سلمانؓ کے ہیں وہی بہبود کے، سلمانؓ کے معنی سلامتی کے ہیں یہی معنی بہبود کے ہیں۔ ماں نے کہا خبردار اس کاغذ کو کبھی اتارنا نہیں اب تجسس پیدا ہوا ایک دن چھپ کر وہ کاغذ اتار لیا اس میں لکھا تھا بہبود تم دنیا میں کسی کفر کے

مذہب پر چلنے کے لیے نہیں آئے تم کو قدرت نے مقرر کیا ہے کہ تم انتظار کرو نبیؐ آخر کا گھر سے نکلو اور راہِ حق تلاش کرو۔ باپ نے بہت مارا۔ اب یہ تحریر کب سے چلی آرہی تھی عیسیٰؑ کے دور سے۔ گھر سے نکل گئے، بہبود ایک گرجے میں پہنچے ایک راہب سے پوچھا دینِ حق کیا ہے اس نے بتایا۔ کہا کیا تم مجھے کامل دین بتا سکتے ہو کہا راہب نے کہ اس کے لیے تمہیں ترکی جانا پڑے گا وہاں پہنچے اب سفر شروع ہو گیا بچپن سے سفر کر رہے ہیں، کب سے چل رہے تھے چلتے چلتے عمّوریہ (روم) پہنچے، عمّوریہ سے حمص (شام) آئے، حمص سے کوفے آئے، کوفہ سے مکہ آئے ایک راہب جب مرنے لگتا تو دوسرے راہب کے پاس بھیج دیتا کہ وہی تم کو اب بتائے گا کہ وہ کب آئے گا یہاں تک کہ جب مکّے کے قریب آگئے تو سوداگروں نے غلام بنا کر بیچ دیا۔ غلام بنا کر بیچا تو ان کی مالکہ جو یہودی تھی وہ انہیں وہاں سے لے کر آئی جہاں کھجوروں کے درخت تھے اب انہیں یاد آیا کہ آخری راہب نے یہ کہا تھا کہ جہاں کھجوروں کے درخت نظر آجائیں سمجھنا وہی زمین ہے جہاں نبیؐ ظہور کرے گا، وہی تمہاری آخری منزل ہے، وہاں کام بس یہی تھا کھجوروں کے درختوں پر چڑھنا، کھجور توڑنا غلام تھے بہت مار پڑتی تھی یہودی آقا بہت ظالم تھا، مالکہ بھی بہت ظالم لیکن اپنے کام میں مگن ایک دن یہ درخت پر سے کھجوریں توڑ رہے تھے مالک کا بھائی آیا اور کہا عجیب بات ہے سارے کے سارے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ میں نبیؐ ہوں، کسی نے کہا کون کہا وہ عبدالمطلب کا پوتا اپنے کو نبیؐ کہتا ہے۔ سلمانؓ کہتے ہیں میرے بدن میں تھرتھری ہوئی اور میں کھجور کے درخت سے کود پڑا قریب تھا کہ میں بے ہوش ہو کر گر جاؤں میں نے کہا کہاں ہے وہ نبیؐ، اس نے میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہا تو اپنا کام کر تجھے اس سے کیا

مطلب لیکن سلمانؑ کہتے ہیں میں نے بڑی بیقراری کے عالم میں وہ پورا دن گزارا، جب رات آئی تو میرے راہب نے انجیل میں پڑھ کر یہ سنایا تھا کہ یاد رکھنا سلمانؑ کہ یہ نبیؐ جو آئے گا اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھاتا ہو گا مگر اس کے اصحاب صدقہ کھاتے ہوں گے، یہ انجیل میں لکھا ہے اس کے بعد سلمان کہتے ہیں راہب نے کہا تھا کہ اس نبیؐ کی پشت پر مہرِ نبوت ہو گی اس کی تم زیارت کرو گے، سلمان نے ایک تھال میں کھجوریں بھریں، لے کر چلے، دیکھا اصحاب میں گھرا ہوا نبیؐ بیٹھا ہے، نور کو دیکھا، جمال کو دیکھا، بے قرار ہوئے اور تھال کو سامنے رکھا، فرمایا پیغمبرؐ نے کیا لائے ہو بہبود، نام سن کر جھومنے لگے، کہا کیا لائے ہو، کہا صدقہ لایا ہوں، کہا صدقہ ہم نہیں کھاتے اصحاب سے کہا کھاؤ اصحاب نے خوب کھایا دوسرے دن پھر آئے تھال لے کر۔ فرمایا کیا لائے ہو بہبود، کہا نذر لایا ہوں، کہا نذر ہم کھائیں گے۔ تاریخ میں نہیں ملتا کہ سلمان نے ان صدقے والی کھجوروں میں سے کچھ کھایا ہو ارے اہلِ بیتؑ میں شامل ہونے والے تھے فرق بتانا تھا کہ اہل بیتؑ صدقہ نہیں کھاتے، صحابہ صدقہ کھاتے ہیں، اب بتایئے صدقہ کھانے والوں کی پیروی آپ ہم سے کروائیں گے۔ صدقے کے معنی معلوم ہیں آپ کو، صدقے کے معنی ہیں ہاتھ کا میل، میل رجس ہے، صدقہ وہ نہیں کھائے گا جس کے لیے آیۂ تطہیر ہو، اس کی پیروی کرتے ہیں جو پہلے بھی طاہر تھا اب بھی طاہر ہے، دنیا کو نجاست کی پیروی مبارک۔ ہم نہیں کرتے اس لیے کہ ہمارے یہاں صدقہ نہیں کھایا جاتا، جب ہم صدقہ نہیں کھاتے تو صدقہ کھانے والوں کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں۔ سلمانؑ ہمیں پسند اس لیے ہے کہ رسولؐ نے اہل بیتؑ میں شامل کر کے صدقے کے رجس سے سلمانؑ کو بچا لیا کہا یہ نذر ہے پتہ چلا رسولؐ نذر قبول کرتے ہیں سلمانؑ نے عالمِ اسلام کو

بتایا ہے کہ رسولؐ تک نظر کیسے جاتی ہے اور وہ کیسے قبول کرتے ہیں اس کے بعد سلمانؑ نے رسولؐ کے گرد طواف کرنا شروع کیا رسولؐ مسکرانے لگے سمجھ گئے ایک بار چادر کو سرکا دیا سلمانؑ نے بڑھ کے مہر نبوت کو بوسہ دینا شروع کیا، یہ تو بتاؤ آنے والا ایران سے چلا ہے ترکی گیا، عموریہ گیا، دمشق گیا، استنبول گیا، کہاں کہاں سے آیا ہے کیسے پتہ مکہ کے رہنے والوں کو نہیں پتہ تھا کہ یہاں کیا ہے اور وہ جو چار صدیوں سے سفر میں ہے اس کو معلوم ہے یہاں کیا ہے۔ ایک دن پھر آئے جب دونوں باتیں پوری ہو گئیں تو ایک دن رسولؐ نے کہا بہبود تم ہمارے پاس کیوں نہیں آ جاتے کہا کیسے آئیں مالک نے شرط لگائی ہے کہا وہ قیمت کب مانگتا ہے وہ کہتا ہے چھ سو درخت کھجور کے پھل دیتے ہوئے مل جائیں تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے، کہا علیؑ جاؤ سلمان کے مالک کو چھ سو درخت خرمے کے دے دو، ایک بار علیؑ چلے چھوٹے درخت خرمے کے ہاتھ میں لیے ہوئے، کہا سلمانؑ ایک ایک درخت لگاتے جاؤ پانی ڈالتے جاؤ ایک ایک درخت پھل دیتا ہوا چھ سو درخت بڑھتے گئے سلمانؑ نے کہا لے جا باغ۔ وہی سلمانؑ کا باغ ہے مدینے میں جس کو نجدیوں نے آگ لگا کر جلایا، جس کی کھجوریں شفا بنتی تھیں۔ علیؑ کے ہاتھ کا لگایا ہوا باغ اب بھی موجود ہے۔ درخت کاٹے جاتے ہیں، جلائے جاتے ہیں وہیں سے ابھرتے ہیں باغ مٹ نہ سکا مولاؑ کا لگایا ہوا باغ ہے دیکھیۓ خرموں کے عاشق ہیں عرب لیکن اس باغ سے اس لیے دشمنی ہے کہ علیؑ سے نسبت ہو گئی جہاں علیؑ اور فاطمہؑ سے باغ منسوب ہوا باغ کے دشمن ہو گئے تاریخ میں ہے۔

سلمانؑ آ گئے، کہا ہم نے تمہیں آزاد کر دیا آزاد کر دیا۔ اب سلمانؑ کے شب و روز ہیں اور رسولؐ کی تنہائی، یوں علم لیا کہ اولین و آخرین کے علم کے

مالک بن گئے، اب دیکھتے جایئے سلمانؑ کی بزرگیاں، اتنے صحابہ مدینے میں
تھے لیکن سوا سلمانؑ کے درِ زہراؑ کے قریب کوئی صحابی نہیں آسکتا تھا اور سلمانؑ
جب آ جائیں تو آواز آئے پسِ پردہ سے سلمانؑ آ جاؤ آؤ سلمان باتیں کرو، در
زہراؑ پر سلمانؑ سے اور فاطمہؑ سے علمی گفتگو ہوتی اور اگر کبھی آ گئے اور بچوں کا
جھولا جھلاتے دیکھا کہا بی بیؑ آپ چکی پیسئے میں جھولا جھلاؤں، بی بیؑ میں پانی
لاؤں آپ روٹی پکایئے یہ مددگار ہوتے سلمانؑ بوڑھا صحابی اس گھر کی نوکری
کرنا فخر سمجھتا ہے باہر بچے نکلتے تو انگلیاں پکڑ کر مدینے کی شاہراہوں پر بچوں کو
لے کر جانا، مسجد تک پہنچانا بس یہی خدمت، حسنینؑ کی خدمت، زہراؑ کی خدمت
اور اگر کبھی آ گئے دیکھا سر پہ پٹی بندھی ہے کہا سلمان کیا حال ہے کہا درد سر رہتا
ہے، کہا دعائے نور نہیں پڑھتے، جبرئیل نے بابا کو دعا دی تھی اس دعا کو پڑھو ہر
بیماری دور ہوتی ہے۔ آج بھی شفا بخش ہوئی ہے یہ دعائے نور یہ ہے سلمانِ فارسی
کا مرتبہ کیا کہنے سلمانؑ فارسی کے مرتبے کا سِرِّ نبیؐ کے رازدار، سِرِّ الٰہی کے
جاننے والے اس طرح علم کو لیا کہ علیؑ کے اشاروں کے سوا سلمان کے کوئی سمجھ
نہیں سکتا تھا بہت قیمتی جملہ ہے۔ مولا بولیں تو اصحاب سمجھیں لیکن اشارے کو
سمجھنا صرف سلمانؑ کے پاس یہ علم تھا۔

گلے میں رسّی کا پھندا تھا اور زہراؑ نے پکار کر کہا میں بالوں کو ہاتھوں پر اٹھاتی
ہوں سلمانؑ کہتے ہیں میں علیؑ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ گھبرائیں نہیں آپ۔ مجھ
سے ایک سوال کیا گیا تھا کہ فلاں فلاں کی خطا تو کوئی نہیں ہے ان کو اگر اچھا
کہیں تو کیا پھر رشتہ داری تھی اور یہ تھا وہ تھا۔ دیکھیے ایسی باتیں دل میں اگر محبانِ
علیؑ کے پیدا ہو جائیں تو فوراً ٹٹولیے اپنے دل کو کہ ایمان ناقص تو نہیں ہو رہا اس
لیے کہ جو لوگ سن رہے ہیں اور جو نہیں سن رہے ان کو جا کر بتا دیجیے گا اس لیے کہ

سننے کے بعد آپ پر واجب ہو جائے گا کہ اوروں کو بتائیں۔ ایک کتاب ہے ـم
بن قیس یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے یہ شیعوں کی کتاب اوّل ہے، اس کتاب میں
وہ احادیث ہیں جو اسرارِ امامت ہیں جس کا بار ہر ایک اٹھا نہ سکتا تھا۔ سلیم بن
قیس نے اپنی پریشان حالی میں سفر کیے سلمانؑ کے پاس گئے حدیث کو پوچھا، پھر
ابوذرؓ سے پوچھا، پھر عمارؓ سے، پھر مقدادؓ سے، پھر حذیفہؓ سے پوچھا ایک ایک لفظ
ملاتے تھے اور دوسرے صحابی سے تصدیق کرتے تھے اور جب کتاب جمع ہو گئی تو
امام زین العابدین علیہ السلام کو کتاب پیش کی گئی آپ نے فرمایا یہ کتاب ایسی
ہے جس میں ہمارے راز ہیں اور اس کی ہر حدیث صحیح ہے اور چھٹے امام، امام جعفرؑ
صادق نے فرمایا "ہمارے جس شیعہ کے پاس کتاب سلیم بن قیس ہلالی موجود
نہیں وہ ہمارے امر و اسباب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ کتاب شیعہ
مذہب کی ابجد ہے، اس میں آلِ محمدؐ کے راز مخفی ہیں"۔

یہ کتاب جب آپ پڑھ لیں گے تو کبھی بھی آپ کے دل میں یہ سوال نہیں
پیدا ہوگا کہ وہ تو صاحبِ ایمان تھے، یہ تھے وہ تھے، ایمان آپ کا کامل ہو جائے
گا، ابھی عشرہ شروع ہونے سے دو دن قبل سوال ہوا تھا کیوں، کہیئے تو سنا دوں
ایک باب اس کتاب سے، سنیئے صفحہ ۵۱ پر سرخی ہے "خانہ کعبہ کا نوشتہ" اس کو
روایت کیا ہے ان ساتوں اصحاب نے سلمانؑ نے بیان کیا۔ عمارؓ نے، ابوذرؓ نے
، مقدادؓ نے، حذیفہؓ نے، حذیفہؓ وہ جو وادی عقبہ کے واقعے کے مجرموں کے نام
جانتے تھے سلیم بن قیس نے کہا میں نے حذیفہؓ سے پوچھا اور سلمان سے پوچھا وہ
کون تھے تو انھوں نے فرمایا، پانچ ان میں وہ تھے جو "اصحابِ نوشتۂ
کعبہ" تھے۔ سلمانؑ فرماتے ہیں پانچ آدمی وہ تھے جنھوں نے غدیر کے دن خانہ
کعبہ کے اندر بیٹھ کر ایک نوشتہ لکھا تھا، ایک معاہدہ لکھا تھا اس پر پانچ صحابیوں

کے دستخط تھے اس کے تین نسخے بنے تھے ایک نسخہ کعبے میں دفن کر دیا گیا تھا، نسخے کی ایک نقل صحابی کے پاس تھی جو مکّے میں رہی تیسری مدینے میں ایک اور صحابی کے پاس تھی اس میں درج تھا۔

''آج رسولؐ نے جو اعلان کیا ہے علیؑ کی خلافت کا ہم پانچوں روئے زمین پر آلِ محمدؐ کی ایک فرد کو بھی زندہ نہیں رہنے دیں گے اور نسل در نسل وصیت کرتے رہنا کہ آلِ محمدؐ میں اگر کوئی بچ جائے تو اسے قتل کر دینا''۔

اب یہ سب کچھ راز نہیں رہا اب مصر کی کتاب استیعاب ''ابنِ عبدالبر'' نے راز کھولا یہ شیعہ کتاب نہیں سوادِ اعظم کی ہے۔

''حسینؑ قتل ہوئے، عرب میں انقلاب آ گیا، مدینہ والے یزید سے ناراض ہو گئے، حضرت عمر کے صاحبزادے عبداللہ ابنِ عمر نے خط لکھا یزید کو ''یزید تو نے، برا کیا حسینؑ کو قتل کر دیا نواسہ نبیؐ کو قتل کر دیا'' خط کا جواب یزید نے لکھا میں نے قتل کر دیا اور اگر میں نے قتل کر ہی دیا تو تم کیوں بولے خبردار اگر اب آواز اٹھائی قتلِ حسینؑ کے خلاف تو تمہارے باپ کا جو خط میرے باپ کے نام خزانہ دمشق میں رکھا ہے شائع کرا دوں گا''۔

یزید سے پوچھو کیا حیرت کی بات ہے۔ جب فاطمین مصر کی حکومت ہوئی اور دمشق کے خزانے لٹے تو خط دمشق سے مصر پہنچ گیا اور یہ اپنی جگہ ایک مستقل موضوع ہے کہ خط، کتاب، دستاویز کا سفر کیوں کر ہوتا ہے کہ آپ حیران نہ ہوں کہ مصر تک یہ خط اتنا پرانا کیسے پہنچا ایک سفر سن لیجیے۔

اندرا گاندھی نے ایک کمیٹی بنائی ہندوستان کے ادیبوں کی کہ ہندوستان کے ادیبوں اور دانش وروں کے لکھے ہوئے نسخہ جات جو صدیوں پرانے ہیں اگر ہندوستان سے باہر نکل گئے تو انہیں تلاش کر کے واپس ملک میں لایا جائے

چاہے وہ کسی زبان میں ہوں اور اصل نہ ملے تو نقل لائی جائے اور اس کمیٹی کا سربراہ اردو زبان کے سب سے بڑے محقق مالک رام کو بنایا گیا، بڑے عجیب محقق ہیں، ہیں ہندو مگر ان کی ایک کتاب ''عورت اور اسلام'' ہے اور اپنے ایک لڑکے کا نام عمران رکھا ہے ایک کا سلمان ان کی ڈگری غالبؔ پر ہے انہوں نے ابھی ایک کتاب ۱۹ جلدوں میں لکھی ہے ''میرے ہم عصر'' اور حیران ہوں گے آپ کتاب اٹھایئے تو پاکستان میں اب تک جتنے ادیب و خطیب و دانش ور شعرا مرے ہیں سبؔ کا تذکرہ موجود ہے۔ زیڈ اے بخاری، نسیم امروہویؔ، ضیاء الحسنؔ موسوی، آلِ رضاؔ، جوشؔ، سب کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں چھوٹا سا بھی کوئی ادیب مر جائے اس کتاب میں درج ہو جاتا ہے، یہاں کا جنگ اخبار اس کی خبر نہیں چھاپتا، نجم آفندی مر گئے پاکستان کے اخباروں نے خبر نہیں دی کہ اتنا بڑا شاعر مر گیا وہاں اداریے، مضامین لکھے گئے۔ ادب کی ناقدریاں یہاں دیکھیں۔

وہاں قدر دیکھیئے وزیرِ اعظم نے کمیٹی بنائی مالک رام سربراہ ہیں پہلی بار جو کمیٹی نے طے کیا وہ یہ کہ شمالی ہند (دہلی) میں اردو کی جو پہلی نثر کی کتاب لکھی گئی اس کو تلاش کیا جائے۔ وہ کتاب فضلی کی کتاب ہے جس کا نام ہے ''کربل کتھا۔'' اردو کی پہلی نثری کتاب کربلا پر لکھی گئی ڈھونڈنے والا ہندو تلاش کروانے والا ہندو، چلے مالک رام، کہتے ہیں کہ میں نے یہ حوالہ تلاش کیا کہ یہ کتاب ہندوستان میں کہاں تھی پتہ چلا اودھ کے کتب خانے میں، اس کا انچارج کون تھا فلاں شخص تھا۔ جب غدر ہوا تو جہاز پر کتابوں کو لادا گیا، وہ جہاز پیرس میں جا کر رُکا تھا، میں پیرس پہنچا وہ کتابیں پیرس کی فلاں فلاں یونیورسٹی میں اتری تھیں میں وہاں پہنچا پتہ کیا وہ کتابیں کہاں گئیں وہ لائبریرین کینیڈا میں جا کر مرا مگر کتابیں انگلینڈ نے خریدی تھیں وہاں سے لنڈن گیا معلوم ہوا وہ ساری کتابیں

برلن نے خریدی تھیں، برلن پہنچا وہاں ایک ایک کتب خانے کو دیکھا پوچھا کہ وہ کتابیں کہاں ہیں انہوں نے کہا جب ہٹلر نے جنگ کی تو بم باری کے خطرے کی وجہ سے سارے کتب خانے تہہ خانوں میں منتقل کر دیے گئے تھے اور جتنے دیہات ہیں ان میں کہیں وہ کتب خانہ بھی ہوگا ایک ایک دیہات ایک ایک تہہ خانہ چھان ڈالا، ایک کتب خانے میں پہنچا تلاش کرنا شروع کیا ایک جگہ نظر پڑی میں تھرتھرانے لگا خوشی کا عالم کیا پوچھیے وہ کتاب میرے سامنے تھی ہندوستان کا سرمایہ، کتاب کو میں نے سینے سے لگالیا کیوں نہ کہیں مالک رام تم نے ہندوستان کا خزانہ نہیں ''کربل کتھا'' کو سینے سے لگایا۔

کتھا ہندی میں داستان کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان لانے کے بعد میں اس کتاب کو معہ حوالوں کے چھپوا رہا ہوں۔ اس میں دس مجلسیں ہیں پہلی شہادت حرؑ کی اور آخری شامِ غریباں پہ ختم ہوتی ہے۔

یہ ذاکری کی پہلی کتاب ہے، ملا فضلی اسی سے ذاکری کرتے تھے۔ یوں کتابیں سفر کرتی ہیں، نوشتہ چلا مکے سے مدینے آیا، شام گیا مالک خزانے کا یزید ہے مصر پہنچا آخر دنیا بھر کو پتہ چل گیا

سلمانؓ نے بتایا کہ نوشتہ لکھا گیا تھا

چند دوستوں نے ہم سے پوچھا پھر آپ اسے کیا کہیں گے کہ سلمانؓ خلافت کے دور میں گورنر بنے، حذیفہؓ بھی گورنر بنے، کل اس سوال کا جواب دے چکا کہ حضرت علیؑ نے کسی خلافت کے دور میں کوئی عہدہ نہیں لیا لیکن حذیفہ اور سلمان گورنر بنے اِس میں کیا راز ہے، بے حکم امام یہ کوئی کام نہیں کرتے۔ علیؑ نے چاہا کہ زمانہ فرق محسوس کرے کہ ہمارے والے میں اور تمہارے والے کے دستور و قوانین و نفاذِ اقتدار حکومت میں کیا فرق ہے۔ کاش تم علیؑ کو بنا دیتے تو ایک

صوبے میں نہیں پورے عرب میں ایسا ہی دور چل رہا ہوتا۔

بھیجا سلمانؓ کو، کہا مدائن کی گورنری سلمانؓ تمہیں لینا ہے انکار کیا، کہا ہم باندھ کر لے جائیں گے اتنا مارا گیا کہ گردن ٹیڑھی ہوگئی۔ دیکھیے یہاں لوگ جوتے کھانے سے بچنے کے لیے گورنری لیتے ہیں کہ باڈی گارڈ حفاظت کریں گے اور وہاں سلمانؓ کو مارا جا رہا ہے کہ لے لو حکومت، گورنری، مولاؑ آگئے کہا سلمانؓ ہاں کہہ دو۔ کیوں کہا ہے علیؑ نے کہ جاؤ اس لیے کہ رپورٹ یہ آئی ہے کہ پورے مدائن میں چور اور ڈاکو راج کر رہے ہیں، بس یوں ہی سمجھ لیجیے۔ گورنر صحیح کام نہیں کر رہا کیا سوچ کر سلمانؓ کو پیش کش کی۔ مدائن ایران کا شہر ہے اور جب عربی جاتا ہے تو فارسی بولنے والے اسے بے وقوف سمجھ کر بھگا دیتے ہیں اس لیے کہ ساری زندگی عربوں نے انہیں کہا تھا عجم، عجم اب عجم والوں کو موقع ملا تو وہ ہر گورنر کو بے وقوف بنا دیتے تھے تو سلمانؓ کو بھیجا گیا۔

آپ نے سنا ہوگا یہ پولیس کا محکمہ کہیں کا ہو بدعنوان ہوگا جانے کس نے بنیاد رکھی تھی اس محکمے کی۔ ہم کیوں بتائیں ہاں ایک بات بتادیں کہ ہر ملک میں پولیس کے ساتھ ایک محکمہ ہوتا ہے خفیہ محکمہ سیکریٹ سروس وہ محکمہ غیب میں ہے چلیے پولیس کے ایک محکمے کو غیب میں مانا۔ غائب ہے نظام چل رہا ہے عجیب بات ہے پولیس کا محکمہ غائب ہے اور کام کر رہا ہے اور کائنات کا نظام چلانے والا محکمہ غائب نہیں ہوسکتا۔ کہیں غیب مانیں کہیں غیب نہیں مانیں۔

جب میں ہالینڈ گیا تو میں نے پوچھا کہ یہاں کہیں پولیس نظر نہیں آرہی تو ایک صاحب نے کہا یہاں زیادہ تر سادہ لباس میں ہوتے ہیں تو میں نے کہا پھر اگر حادثہ، جھگڑا وغیرہ ہو جائے تو۔ وہ بولے کہ اس کے لیے پولیس میں جتنے آدمی ہیں ان سے زیادہ کتے ٹرینڈ ہیں اور وہ چھوڑ دیئے گئے ہیں کہیں کچھ ہوگا وہ

کتا جا کر موقعے پر مجرم کو پکڑ لے گا اور جب تک گرفتار کرنے پولیس نہ آ جائے وہ نہیں چھوڑے گا۔

میں سوچ رہا تھا کہ چلیے پولیس کا محکمہ تو جس نے بنایا سو بنایا یہ کتوں کا محکمہ کس نے ایجاد کیا اچھا دیکھیے کتے بدعنوان نہیں ہوتے کام صحیح کرتے ہیں اور یہ کتے سلمان کے دور میں بھی تھے۔

سلمانؓ مدائن پہنچے، سادہ لباس، ایک مٹی کا لوٹا، ایک چٹائی بغل میں، کسی نے کہا یہ گورنر آئے ہیں، اس سے پہلے تلوار لگائے، گھوڑے پر بیٹھے شان و شوکت والے آئے تھے وہ تو چلا نہیں سکے حکومت، یہ حکومت چلائیں گے، سلمان فارسی سے کہا گیا کہ محل میں تشریف لے چلئے انھوں نے کہا میں مسجد میں رہوں گا، جب مغربین کی نماز پڑھا چکے سب سے مخاطب ہوئے کہاں اہلِ مدائن میں آ گیا ہوں سنو اب خبردار آج کی رات سے نہ ڈاکہ پڑے نہ چوری ہو کوئی جرم نہ ہو مدائن میں، سب ہنستے ہوئے نکلے اے لو بس اعلان کر دیا اور جیسے سب بند ہو گیا۔ سب چلے گئے سلمانؓ اٹھے، مسجد سے نکلے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد ایک جگہ جنگل کے اندھیرے میں پہنچے آواز دی اے جنگل کے صحرائی درندو تمہیں سلمانؓ محمدیؐ پکار رہا ہے کئی ہزار کتے زبانیں نکالے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے سلمان کو دیکھ کر ادب سے رک گئے ایک بار کہا سلمان نے اے خدا کی مخلوق پورے شہر کا انتظام آج سلمان تمہارے حوالے کرتا ہے۔ جا کر مسجد میں سو گئے۔

رات گئے ڈاکو نکلے، چور نکلے۔ انہوں نے منع کیا تھا رات کو کوئی گھر سے نہ نکلے لیکن سب نکلے اب جو صبح کو عوام باہر آئے ہر گلی میں لاشیں ہی لاشیں، چوروں اور ڈاکوؤں کو کتوں نے چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ سب حیران تھے ایک بڈھے نے پورے شہر کا نظام ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔

کتنا چالاک ہے یہ انگریز بھی جو عیاری کا محکمہ تھا وہ کسی اور سے لے لیا جو شرافت کا محکمہ تھا سلمانؓ سے لے لیا۔

یہ تھے سلمانؓ، دہلنے لگے لوگ، علیؑ نے بھیجا تھا کہ ایک صحابی، ایسا صاحبِ معجزہ ہے تو مظہر العجائب کیسا ہوگا اس لیے کہا تھا کہ جاؤ دنیا کو بتا دو کہ نظام حکومت کیسے چلتا ہے اور جب واپس چلے معزولی کے بعد تو کوفے سے آگے بڑھے تھے، سرزمین عراق پر رُکے۔ معصومؑ نے فرمایا کہ علم منایا اور بلایا کے عالم تھے سلمانؓ۔ سلمان کربلا میں رکے کہا اے زمین تجھے پہچانتا ہوں تو کربلا ہے نا۔ وہ جگہ جانتا ہوں جہاں میری گود کا کھلایا ہوا حسینؑ قتل ہوگا، جانتے تھے سب کچھ کہ بعد رسولؐ کیا واقعات ہوں گے یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے دفن رسولؐ کے بعد خانۂ زہراؑ پہ آنے والے سلمانؓ تھے۔

شاہزادیؑ نے کہا سلمانؓ کیسے قبر میں چُھپا دیا، کس دل سے میرے بابا کو خاک کے پردے میں چُھپا دیا، بی بی رو رہی ہے سلمانؓ بھی رو رہے ہیں وفا کا حق ادا کر دیا سلمانؓ نے۔

ہاں ان سات نے ہی حقِ نمک ادا کیا اسی لیے امام صادقؑ نے فرمایا، شاہزادی ان سات کے علاوہ پوری امت سے ناراض گئی ہیں۔ بس یہی ہمارا معیار ہے آپ رضی اللہ کہتے رہیں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ صرف سات اصحاب سے راضی تھیں اور انہیں کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔

کیوں ناراض تھیں؟ اس بات پر کہ جس در کا احترام مرا بابا کرے تم نے اس کا احترام ختم کر دیا اور دیکھو تم نے نادانی کی ہے اس کی حرمت کو پامال کر کے اب تم ۶۱ھ تک پھر تم پنپ نہ سکو گے۔ میں دیکھ رہی ہوں آج میرے گھر کا دروازہ جلایا ہے کل تم میری بیٹی کے خیمے کو جلاؤ گے میں دیکھ رہی ہوں۔ تم میری

عترت کو قید کرو گے ایک ماں اور پوری کربلا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ صرف کربلا میں زہراؑ آئی تھیں جب عاشورے کا دن تھا شہزادی فاطمہ زہراؑ اب بھی آتی ہیں، جہاں جہاں حسینؑ کی عزاداری ہوتی ہے آپ تشریف لاتی ہیں۔

ایک نابینا بوڑھی عورت، اس کی ایک ہی بیٹی تھیں جو محرم کا چاند ہوتے ہی اس کی مدد کرتی، عزا خانہ سجاتی، مجلس کا اہتمام کرتی، جو عورتیں آتیں ان کو بٹھاتی۔ تبرک کا انتظام کرتی۔ جب اس لڑکی کی شادی کے بعد پہلا محرم آیا تو وہ رونے لگی اور رو کر کہتی مولاؑ اب میرے گھر میں عزا کیسے ہوگی کون مجلس کا اہتمام کرے گا، اب کون فرش بچھائے گا اسی طرح پریشانی میں محرم کا چاند ہو گیا، ضعیفہ کہتی ہے کہ میرے گھر کا دروازہ کھلا کچھ بیبیاں میرے گھر میں آئیں، میرے ہاتھ کو تھام کر کہا ضعیفہ گھبرا نہ اسی طرح عزاداری ہوگی ہم فرش بچھائیں گے، ہم تبرک کا انتظام کریں گے۔ ضعیفہ کہتی ہے کہ دس روز ایسی عزا ہوئی کہ میرے گھر میں پہلے کبھی یوں عزاداری نہ ہوئی تھی لیکن جب شب عاشور آئی تو میں گھبرا گئی اس لیے کہ ان میں سے ایک بی بیؑ یوں تڑپ کر روئی جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کے لاشے پر روتی ہے۔ میں بھی بہت روئی جب عاشورے کا دن آیا ایسا لگتا تھا وہ عورت روتے روتے مر جائے گی یہاں تک کہ شامِ غریباں گزری گیارہ محرم کی صبح آئی تو ان عورتوں نے کہا ضعیفہ کیسی عزاداری ہوئی، اس نے کہا بہت اچھی عزا ہوئی ہم تمہارا شکریہ نہیں ادا کر سکتے یہ کہہ کر حجرے میں گئی اپنے سامان سے زیورات لائی رومال میں باندھا، کہا بیبیو میں غریب ہوں کچھ خدمت نہیں کر سکتی یہ چند زیور ہیں یہ رکھ لو ایک بار ایک بی بی نے پکار کر کہا حسینؑ یہ تیری عزادار ماں کو تحفہ دے رہی ہے کیا ہے تیرا ماتم بس یہ سننا تھا کہ اس ضعیفہ نے بی بی کا ہاتھ پکڑا کہا تمہیں حسینؑ کی قسم بتاؤ تم کون لوگ ہو، تمہارے ساتھ کون ہے، آواز آئی بی

بی تیرے گھر فاطمہؑ آئی ہے اس کی بیٹی زینبؑ، اس کی بہو اُمّ ربابؑ، اُمّ لیلیٰ۔ (یہ چند بند اپنے نو تصنیف مرثیے سے سُنا رہا ہوں):-

بستی کے عزاداروں نے ماتم کیا برپا — بس ہائے حسنؑ وائے حسیناؑ کا تھا نوحہ
اس گھر کے قریں سے جو گذرتا وہ یہ کہتا — کس ماں کی کمائی لٹی یہ بین ہے کیسا
میّت کوئی کیا نکلی ہے اس بی بی کے گھر سے
رونے کی صدا آتی ہے دیوار سے در سے

آہیں تھیں کبھی اور کبھی غُل ہائے حُسیناؑ — اے تشنہ دہن فاطمہؑ کے جائے حُسیناؑ
اے غمزدہ، بے آسرا دُکھ پائے حُسیناؑ — کیا ظالموں نے تجھ پہ ستم ڈھائے حُسیناؑ
سیّد پہ مسافر پہ یہ پیاسے پہ جفا کی
افسوس پیمبرؐ کے نواسے پہ جفا کی

عاشور کی دوپہر کو محشر ہوا برپا — اک بی بی تھی اُن بیبیوں میں درد سراپا
اِس طرح بکا کرتی تھی دل پھٹتا تھا سب کا — جیسے غمِ فرزند میں ماں کرتی ہے گریہ
یوں ماتم و شیون میں رہا کرتی تھی بی بیؑ
جیتی تھی کبھی اور کبھی مرتی تھی بی بیؑ

بعد اس کے یہ کہتی ہے وہ نابینا ضعیفہ — دس دن تو ہوئے گیارہ محرّم کا دن آیا
ان بیبیوں نے سارا وہ سامان سمیٹا — مجھ سے کہا حق تھا یہی بیکس کی عزا کا
جز ماتمِ شبیرؑ کے ماتم نہ دکھائے
بی بی تجھے اللہ کوئی غم نہ دکھائے

پھر بولیں کہ ہم جاتے ہیں اب دے ہمیں رخصت — اللہ کرے تجھ کو نہ دنیا میں ہو کلفت
میں نے یہ کہا کیا کروں میں آپ کی خدمت — ہاں اس کا صلہ دیں گی تو خاتونِ قیامت
محتاج ہوں، نابینا و نادار ہوں بی بی
بس ناز ہے اِس پر کہ عزادار ہوں بی بی

اک گوشے میں گھر کے گئی پھر بادلِ مضطر | لے آئی وہاں جا کے میں کچھ چاندی کے زیور
ان بیبیوں سے بولی بصد عجز یہ رو کر | نذرِ شہداء رکھ لو یہ ہے ہدیۂ احقر

وہ بی بی شب و روز جو روتی تھی وہاں پر
اک آہ بھری اس نے ضعیفہ کے بیاں پر

رُخ سوئے عرب کر کے یہ چلائی وہ دُکھیا | اے سیّد و سردارِ عرب اے مرے بابا
کچھ اپنے نواسے کی عزادار کو دیکھا | شبیرؑ کے ماتم کا ہمیں دیتی ہے ہدیہ

جب پیشِ خدا بال میں بکھراؤں گی بابا
اس بی بی کو پاس آپ کے میں لاؤں گی بابا

سن کر یہ بیاں ہو گئی حیران ضعیفہ | چھاتی پہ دھرے ہاتھ یہ چلائی وہ دُکھیا
اے بی بیو تم کون ہو بتلاؤ خُدارا | نالوں میں تمہارے ہے اثر کیسا غضب کا

بابا کسے کہہ کہہ کے یہ جی کھوتی ہو بی بی
یہ کون سے شبیرؑ کو تم روتی ہو بی بی

اس مومنہ سے رو کے وہ دُکھیا یہ پکاری | بی بی ترے گھر آئی ہے زہراؑ کی سواری
یہ مادرِ اکبرؑ ہے غم و رنج کی ماری | اور یہ مرے قاسمؑ کی ہے ماں کرتی ہے زاری

یہ مادرِ اصغرؑ بڑی دکھ پائی ہے بی بی
زینبؑ بھی مرے ساتھ یہاں آئی ہے بی بی

اب خوں ہے جگر اشکوں کو روکا نہیں جاتا | سینے میں یہ دل اب تو سنبھالا نہیں جاتا
اعجاز کہیں اور یہ پایا نہیں جاتا | اخترؔ کا یہ عالم ہے کہ لکھا نہیں جاتا

کیا دردِ رثا ہے بہت آنسو نکل آئے
بس دل نہ کہیں توڑ کے پہلو نکل آئے

مجلسِ نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی نویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں عظمتِ صحابہ کے عنوان پر۔

اس عشرے کے لیے جس عنوان کا انتخاب ہوا بقول مولانا سلمان حیدر صاحب قبلہ کے کہ کان پک گئے تھے یہ لفظ سنتے سنتے ایک سال سے لیکن آپ کے حصے میں یہ عنوان آیا۔ یہ بی بیؑ کا عطیہ ہے اور حقیقت یہی ہے کہ میں کیا اور میری بساط کیا کیسے پڑھا جا سکتا تھا اس لیے کہ تمام حضرات کہ لفظ صحابہ سے ایک طرح کا تکلف برتتے ہیں ملت جعفریہ والے۔ بات صاف ہو گئی کہ ہم اس لفظ سے دور نہیں ہیں نہ اس موضوع سے، بات دراصل علمی ہے کہ آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ کھل کر کہہ نہیں پاتے۔ ہم سے کہتے ہیں آپ کہ احترامِ صحابہ کیجیے ہم ہمیشہ احترام کرتے ہیں، احترام کرتے رہے ہیں بلکہ ہم نے ہی سکھایا ہے تمام عالم اسلام کو کہ احترامِ صحابہ ہوتا کس طرح ہے۔ تو ہم سے اس کا کیا تقاضا۔ ہاں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ہم خلفا کا احترام کریں۔ یہ زمانہ ہم سے نہیں کہہ رہا کہ ہم صحابہ کا احترام کریں اس لیے کہ معلوم ہے انہیں کہ ہم صحابہ کا احترام کرتے ہیں پتہ چلا مطالبہ کچھ اور ہے، مطالبہ یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ سے محبت کی جائے مگر کہہ نہیں پاتے اس لیے کہ ایسا کہہ دیں تو کئی ہزار خلفا گزرے ہیں، کیسے کیسے خلفا

گزرے ہیں زمانہ ان کا کیسے احترام کرے گا ہارون الرشید، مامون رشید اور متوکل جیسوں کا احترام کیا ہوسکتا تو کیٹیگری تو وہی بنے گی کہہ نہیں پاتے تو تاریخ نے کہا کہ صحابہ سے بھی افضل ہیں، ہوں گے، آپ کے فیصلے، آپ کی باتیں، آپ کی تاریخ، تاریخ ہم نے نہیں لکھی مسلمانوں کے مورخین نے لکھی ہے شیعہ مورخ نے کبھی تاریخ لکھی ہی نہیں۔ ہمارے یہاں کچھ اور مسائل ہیں۔ تاریخ ہمیشہ سے تاریک رہی ہے اور جب تاریکی میں حق تلاش کریں گے تو اندھیرے میں آنکھوں والے بھی اندھے ہو جاتے ہیں اور یہی ظفر اقبال صاحب یہاں تشریف فرما ہیں، مولانا کلب حسین عرف کبّن صاحب کے داماد انہوں نے جرأت کے مشہور مصرع پر آج ہی مصرعہ لگایا ہے

تاریخ جو سُوجھی بھی تو لنگور کی سوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

ظاہر ہے کہ تاریکی میں اور جب ساتھ اندھے بھی ڈھونڈنے والے اور قرآن میں ہے کہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ دل کے اندھے تو اب اگر ہم سے تقاضا کیا جائے کہ مانیں، ایمان لائیں تو کس بل پر، کن دلائل پر، کیسے، قرآن میں ہے خلفا کا ذکر آپ نے کہا نہیں، پیغمبروں کا ذکر ہے، اولیا کا ذکر ہے، اوصیاء کا ذکر ہے اور جہاں خلیفہ کا ذکر کیا وہاں خلیفہ کا نام لے دیا۔ جس خلیفہ کی آپ بات کر رہے ہیں وہ لفظ جو عرب سے چل کر پاکستان آیا ہے جو آپ ہم سے منوانا چاہ رہے ہیں کہاں ہے خلافت کا ذکر قرآن میں۔ نہیں ہے۔ جب نہیں ہے تو کیوں مانیں۔ ماننا پڑے گا۔ چلیے حدیث میں دکھا دیجیے پیغمبرؐ کی کسی حدیث میں دکھا دیجیے ایک حدیث صحیح ترین کتابوں میں دکھائیے نہیں ہے، جب نہیں ہے تو پھر کیوں کہہ رہے ہیں آپ کہ مانیے احترام کیجیے آخر میں اکڑ

کے کہا تاریخ میں تو ہے۔ اچھا صاحب تاریخ میں ہے زبردستی منوائیں گے تاریخ سے۔ ہاں، کیوں؟ جس طرح زبردستی تاریخ لکھوائی ہے اسی طرح ہم منوا بھی لیں گے۔ تو منوا لیجیے، دولت، سیم وزر، تلواروں سے منوا لیجیے ٹھیک ہے صاحب ہم دب گئے ہم مانے لیتے ہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے، تاریخ کی حقیقت آپ جھٹلا کیسے سکتے ہیں۔ جواد الاصغر صاحب کی کتاب پر پرسوں گفتگو ہوگی کھل کر۔ آج نہیں، آج تو پورے عالم اسلام کی گفتگو ہے ہر تاریخ ابن اثیر، ابنِ کثیر، کامل، بطری، ابنِ ہشام، طبقات ابنِ سعد یہ سب ابتدائی تاریخ کی کتابیں ہیں مسلمانوں کی۔ تاریخ میں ہے آپ کو ماننا پڑے گا۔ کیوں ہم ضد کریں، کیوں ہم بحث کریں چلیے مان لیا۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ خلفا چار تھے آپ مانیے تسلیم، ادب کے ساتھ، احترام کے ساتھ چوں کہ تاریخ میں ہے حالاں کہ قرآن و حدیث میں نہیں، آپ کہہ رہے ہیں تو آپ کی محبتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کی شفقتوں کو، عنایتوں کو دیکھتے ہوئے مان لیا۔ لیکن اب ایک شرط ہماری ہے کیوں کہ آپ تاریخ سے منوا رہے ہیں خلافت کو تو ہماری ایک شرط ہے کہ تاریخ میں جو جو کچھ ہے وہ سب آپ کو بھی ماننا پڑے گا شرط کر لیجیے امن ہو جائے گا۔ ایک چھوٹی سی شرط ہے۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔

بھئی آپ ہی تو کہہ رہے ہیں کہ تاریخ میں جو لکھا ہے وہ ماننا پڑے گا آپ کو وہی پلٹ کر ہم نے آپ سے کہہ دیا اور اسلام کی تاریخ آدمؑ سے شروع ہوتی ہے۔ نوحؑ سے چلتی ہوئی ابراہیمؑ سے ہوتی ہوئی موسیٰؑ سے گزر کر عیسیٰؑ سے گزر کر تو قُولُو لاالٰہ تک آئے گی پھر خلافت تک جائے گی یہ ہے تاریخ اسلام، اب آدمؑ سے لے کر اب تک جو کچھ تاریخ میں لکھا گیا آپ سب مانیے۔ مان لیا،

مان لیا اچھا پھر آئیے مانیں۔

اسلام کی تاریخ میں لکھا ہے کہ چار خدا گزرے پہلا خدا نمرود، دوسرا فرعون، تیسرا شدآد، چوتھا وہ بے چارہ اللہ میاں چار خدا ماننے پڑیں گے مانیں گے، کیا مطلب ہے آپ کا چار خدا مان لیں؟ کیوں چار کی گنتی آپ ہم سے منوائیں ہم آپ سے نہ منوائیں۔ تاریخ میں لکھا ہے، آپ نے پلٹ کر کہا بھئی وہ تو خود سے بنے تھے خدا تو ہم کیا کہہ رہے ہیں انہیں اللہ نے بنایا ہے۔ نہیں مانیں گے، پہلا خدا نمرود، نہیں مانتے، دوسرا خدا فرعون، نہیں مانتے، تیسرا خدا شدآد، نہیں مانتے، تو ہمارے بھی تین نہیں مان لیجیے اب کیا کریں گے؟ کیا چوتھے خدا کو مانتے ہیں تو جب آپ چوتھے کو مان رہے ہیں تو ہم .... انکار کر دیا نا تاریخ سے آپ نے، پتہ چلا تاریخ سند نہیں ہے، تاریخ میں خدا بھی بنتے ہیں، تاریخ میں خلفا بھی بنتے ہیں۔ آپ نہیں مانتے، ہم بھی نہیں مانتے ایک دم سے آپ نے تین کا انکار کر دیا، خود بنے تھے اچھا خود بنے تھے تاریخ میں ہے نا کہ نمرود خدا بنا، فرعون خدا بنا، شدآد خدا بنا، تو اتنا بتا دیجیے تو یہ چوتھا خدا جسے آپ مان رہے ہیں جو بے چارہ ہے یہ دیکھتا رہا اور تین خدا بن گئے خاموش رہا، کچھ نہیں بولا چوتھا چپ رہتا ہے کیا خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں ہے اگر وہ قتل نہیں کر رہا ہے نمرود کو تو کیا وہ خدا نہیں چوتھا اور اگر فرعون و شدآد کو نہیں مارا تو کیا وہ چوتھا خدا نہیں۔ پتہ چلا ایسے ایرے غیرے نتھو خیرے خدا بنتے رہتے ہیں کیا خلل پڑ جاتا ہے ہماری خدائی میں چار کیا چار ہزار بن جاتے تو ہمارا کیا بگاڑ لیتے۔ چوتھے کی آواز ہی یہ ہے کہ نہ ہماری خدائی گئی، نہ حکمرانی، نہ معجز نمائی گئی، نہ تقسیم رزق میں کمی ہوئی۔ رزق تو ہم نے سب کو دیا نمرود کو بھی، فرعون کو بھی، شداد کو بھی، اس لیے کہ ہم رحمان بھی ہیں، ہم رحیم بھی بس یہی تو بات ہے جو اس کا نبیؐ

ہوتا ہے وہ رحیم بھی ہوتا ہے وہ کریم بھی ہوتا ہے اور جو نبیؐ کا جانشین ہوتا ہے وہ رحیم بھی ہوتا ہے وہ کریم بھی ہوتا ہے، اس میں گھبرانے کی کیا بات، نبیؐ مظہر الٰہی ہے اور اولی الامر مظہر نبوی ہے اس لیے پریشانی کی بات نہیں۔ کبھی کبھی گھبرا کے اپنے بھی کہتے ہیں اگر تھا حق تو کیوں نہ لے لیا اس میں حق کی کیا بات۔ اگر نمرود خدا بن گیا ہے تو کیا اس نے خدا کا کوئی حق چھین لیا ہے۔ وہ جب چاہے چیونٹی کی طرح مسل کر مار سکتا ہے تو یہی تو ہم کہہ رہے فاتح خیبر تھا جب چاہتا۔۔۔۔۔۔ کوئی مسئلہ نہیں تھا ہاں اب وہاں خاموشی کس بات کی۔ تو اس (اللہ) سے پوچھیے خاموشی کس بات کی۔ اللہ یہ تو نے نمرود کو کیوں چھوڑ رکھا ہے، یہ فرعون کو کیوں چھوڑا یہ شداد کو کیوں چھوڑ دیا، تو کیا اس لیے تاکہ عذاب میں اور اضافہ ہو جائے اور گناہ بڑھیں اس لیے مسکرا رہا تھا چوتھا، عذاب بڑھ رہا تھا۔ سارا جاہ و حشم تاریخ میں تھا کہاں گیا وہ سب جاہ و حشم، وہی چوتھا اسی کا پرتو۔ پتہ چلا چوتھے کا ہی پرتو رہتا ہے۔ آپ خود دیکھ لیں جو آخر میں آئے گا دین اس کا چلے گا آدمؑ سے آخر تک۔ شریعت اس کی چلے گی، فقہ اس کی چلے گی جو آخر میں آیا۔ اس کے بعد تو کوئی نہیں آیا۔ آیا ہے تو نام بتا دیجیے۔ ڈرتے ہیں چوتھے کے بعد پانچویں کا نام لیتے ہوئے، عالم اسلام ڈرتا ہے اس لیے کہ اگر پانچواں مانا تو چھٹا یزید ماننا پڑے گا اس لیے ڈر گئے تعداد نہیں بڑھائیں گے تو اب پتہ چلا آپ ہم سے کیا منوانا چاہتے ہیں یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، یہ ہم کیسے مان لیں اگر چودہ سو برس میں کسی بھی وقت ہم اس موقع پر ہار گئے ہوتے۔ دیکھیے چودہ سو برسوں میں جب بھی یہ بحث اٹھائی گئی ہمیشہ زمانے نے منہ کی کھائی ہے اس لیے کہ قرآن میں نہیں، اس لیے کہ حدیث میں نہیں، اس لیے کہ تاریخ سے ثابت نہیں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے نیا مسئلہ نہیں علامہ حلی، قاضی نور اللہ شوستری،

خاندانِ ناصر الملت ایسی کتابیں لکھ گئے کہ اب دروازہ بند ہو گیا اس بحث کا۔
دلائل ایسے دے دیے گئے قرآن وحدیث سے کہ وہ حرفِ آخر ہیں اب تو بس یہ
بتانا ہے کہ جنھوں نے علیؑ کو پہلا خلیفہ مانا تھا وہ کیسے لوگ تھے ان ہی پہ تو گفتگو
ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے ابھی سے کراچی میں مان لیا یا ہندوستان میں
مان لیا، رسولؐ کے سامنے جو گروہ موجود تھا جو علیؑ کو خلیفۂ بلا فصل کہتا تھا وہ سلمانؓ
تھے، ابوذرؓ تھے، عمارؓ تھے، مقدادؓ تھے، ابوایوبؓ انصاری تھے، سعد ابن عبادہ تھے،
وہ حذیفہؓ تھے وہ قنبرؓ تھے، میثم تھے، کمیل تھے، رشید ہجری تھے، حجر ابن عدی تھے
پورا گروہ موجود تھا یہ پکار پکار کر کہتا تھا۔ کیا؟ سلمانؓ کہتے تھے کہ ہم اور ابوذرؓ میں
جب یہ بحث ہو جاتی کہ یہ آنے والا دشمنِ علیؑ ہے یا محبِ علیؑ تو ہم فوراً رسولؐ کی
کوئی حدیث علیؑ کی تعریف میں پڑھ دیتے اگر چہرہ اتر جاتا ہم سمجھ جاتے کہ منافق
ہے اگر چہرہ پھول کی طرح کھل جاتا ہم جان لیتے تھے کہ مومن ہے، ہمارا ہے۔

کیسی نادانی کی باتیں اکثر لوگ کرتے ہیں کہتے ہیں کیا ہے ولایتِ علیؑ
ولایتِ علیؑ، ارے جاہلو تم ہمارے ہو یا غیروں کے سنو ولایتِ علیؑ نہ ہو تو ایمان
نہیں پہچانا جاتا۔ نماز سے نہیں ہوتا ایمان کا تعارف، روزے سے نہیں ہوتا علیؑ
علیؑ سے ہوتا ہے۔

یا علیؑ اگر پوری کائنات تمہاری محبت پر متفق ہو جاتی تو اللہ جہنم کو خلق نہ کرتا۔
حدیثِ رسولؐ ہے۔

پتہ چلا دشمنیٔ علیؑ کی وجہ سے جہنم کو بنایا گیا اور کوئی مقصد نہیں ہے اس لیے کہ
سب کچھ معاف ہو سکتا ہے لیکن ایک مسئلہ ہے جسے وہ کہہ رہا ہے کہ ہم معاف
نہیں کریں گے۔

علیؑ کسی لڑائی پر گئے ہوئے تھے رسولؐ نے اپنے صحابہ کو آواز دی کہ تم میں

سے جو جائے گا اور فوراً علیؑ کی خیریت لے کر واپس آئے گا جنت میں ہم اسے
بغیر روک ٹوک وہ حجرہ عطا کریں گے جس میں ہم ہوں گے سب چپ ہو گئے
سلمانؓ اٹھے کہا یا رسول اللہ ہم جائیں گے سلمانؓ پہنچے، علیؑ اور سلمانؓ ساتھ واپس
ہوئے علیؑ مسکرائے کہا سلمانؓ کیا گفتگو تھی، کہا یا علیؑ یہ گفتگو تھی تو کہا سلمانؓ کیا مانگو
گے، کہا یا علیؑ اب آپ ہی بتائیے کہ رسولؐ عطا کرنے والا ہم کیا مانگیں۔ اب
دیکھیے جو میں نے کل کہا تھا وہ حدیثیں جن کا بار غیر نہیں اٹھا سکتا ان میں کی ایک
سنا رہا ہوں۔ علیؑ نے کہا سلمانؓ سنو ہم تمہیں بتائیں جب رسولؐ کہیں مانگو تو کہنا یا
رسولؐ اللہ شبِ معراج اللہ نے آپ کو ایک ہزار راز کائنات کے بتائے اس میں
سے ایک راز ہم کو بتا دیجیے۔ مولاؑ ہو تو ایسا۔ پہنچے، رسولؐ نے سلمانؓ سے کہا مانگو،
سلمانؓ نے وہی کہہ دیا جو علیؑ نے کہا تھا، رسولؐ مسکرائے علیؑ کی طرف دیکھا کہا
سلمانؓ قریب آؤ ان میں کا ایک راز یہ ہے کہ ”اے حبیبؐ اگر کسی کے دل میں
رائی کے دانے کے برابر بھی علیؑ کی محبت ہو گی تو جنت اس پر واجب ہے“۔

راز ہے، وہ سمجھے گا جو سلمانؓ جیسا صاحبِ معرفت ہو گا۔

اس کی سمجھ میں آئے گا جس کے دل میں سلمانؓ و ابوذرؓ ہیں، اسی کی سمجھ میں
آئے گا جو علیؑ کو مظہر العجائب سمجھتا ہے ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

ایک رائی کے دانے کے برابر کوئی شرط تو نہیں ہے۔

سلمانؓ کو راز ملا، اس لیے کہتے ہیں سرّ الٰہی کو سینے میں رکھنے والے تھے
سلمانؓ۔ بڑے راز تھے سلمانؓ و ابوذرؓ کے سینوں میں، کچھ بتا دیا سلیم بن قیس کو،
بتایا ایک راز دار اور بھی ہے اور اس راز دار کو اگر آپ نہیں سمجھے تو مولاؑ بہت مشکل
سے سمجھ میں آئیں گے۔ حبش کے بادشاہ کا بیٹا قنبر، قنبر کا پرانا نام ہے فتاح۔
اُن کا چچا بادشاہ اشکبوس ہے۔ جس نے اپنے بڑے بھائی کو قتل کیا تخت پر قبضہ کیا

بڑے بھائی کا بیٹا ''فتاح'' بار بار اس سے مطالبہ کرتا ہے بیٹی کی شادی مجھ سے کردو، میرے باپ کا حق دے دو ورنہ ہم برسرِ پیکار رہیں گے۔ بات آگے بڑھی یہاں تک کہ بادشاہ نے کہا تو نے بڑا پریشان کیا ہے میں اپنی بیٹی بھی تجھے بیاہ دوں گا تخت بھی دے دوں گا لیکن ایک شرط ہے۔ کہا کیا؟ کہا تو بڑا بہادر ہے اس لیے یہ شرط پوری کرسکتا ہے فتاح نے کہا شرط بتا، چچا نے کہا علیؑ کا سر لادے اس نے کہا کچھ پتا بتاؤ کہاں ہے؟ کہا مدینے جانا پڑے گا، کہا جائیں گے مگر لشکر دو، کہا سات ہزار سے زیادہ لشکر نہیں دے سکتے اور کہا، اپنے ساتھیوں کو لے جا فخر کو، فضل کو فتاح چلا سات ہزار کا لشکر لے کر بیرونِ مدینہ لشکر کو ٹھہرایا۔ تنہا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ فضل و فخر کے ساتھ مدینے میں داخل ہوا جب مدینے میں داخل ہوا، اسی وقت آپ کے مولا علیؑ یہودی کے باغ میں پانی دے کر ہاتھ میں بیلچہ لیے ہوئے باہر آرہے تھے سناٹا تھا فتاح دوڑا اور دوڑ کر آپ کے پاس آیا پوچھا یہ مدینہ ہے؟ کہا ہاں، جیسے ہی علیؑ کی نظر فتاح کے چہرے پر گئی بے ساختہ کہا **صَدَقْتَ یا رسول اللہ**۔

اب کون ان رازوں کو سمجھے، جن کے دل میں معرفت ہے وہی سمجھتے ہیں، فتاح نے کہا تم کو کچھ خبر ہے اس شہر میں علیؑ نامی کوئی جوان رہتا ہے، کہا ہاں رہتا ہے کیا کام ہے تمہیں اس سے، کہا اس کا سر لینے آئے ہیں، کہا مل سکتا ہے وجہ کیا ہے، کہا فتاح نے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں مرے باپ کا خزانہ جو اس کے پاس ہے وہ چاہیے اس نے علیؑ کے سر کی شرط رکھی ہے، کہا مل سکتا ہے لیکن تم اس سے لڑ کیسے سکتے ہو، کہا کیوں، کہا بہت بہادر ہے، کہا ذرا سراپا بتاؤ کہا بس جیسے ہمیں دیکھ رہے ہو ایسا ہی ہے اور ہاں دیکھو اگر فتاح تم ہم پر حاوی ہو گئے تو بڑے آرام سے علیؑ کا سر لے جاسکتے ہو۔ فتاح نے اپنے مصاحب سے

تلوار طلب کی کہا یہ تلوار لو، کہا ہمیں تلوار کی ضرورت نہیں ہے تم وار کرو، فتاح نے تلوار اٹھائی اور علیؑ پر وار کیا علیؑ نے بیلچے کو بلند کیا تلوار دو ٹکڑے ہوگئی، اب اس نے تیر چلایا چلّے میں رکھ کر علیؑ نے بیلچے سے تیر کو بھی توڑا کمان کی ڈوری کو بھی توڑا، عاجز ہوا خاموش تھا علیؑ نے کہا دو وار تم کر چکے اب ہماری باری ہے اب ہم وار کرتے ہیں تم روکو۔ فتاح نے سپر کو چہرے پر لیا بڑی زبردست سپر تھی حبشہ کی، ایک بار جیسے ہی سپر کو اٹھایا علیؑ نے بیلچہ اٹھایا سپر دو ٹکڑے ہو کر گری علیؑ آگے بڑھے فتاح کی کمر کے پٹکے میں ہاتھ ڈالا گھوڑے سے اٹھایا ہاتھ کو بلند کیا کہا فتاح اب بتاؤ پٹخ دوں یا اُتار دوں کہا اتار دیجیے تا حیات غلامی کروں گا، کہا غلامی کروگے تا حیات، کہا ہاں لیکن ایک شرط ہے کبھی اپنے سے جدا نہ کیجیے گا کہا شرط قبول۔ ۲۶ سال کے جوان کو غلام بنایا، فتاح گئے سات ہزار کو مسلمان کیا لشکر کا کمانڈر فضل کو بنایا، فضل رسولؐ کی خدمت میں آئے، علیؑ نے کہا سات ہزار مسلمان ہوگئے رسولؐ نے فتاح کا چہرہ دیکھا کہا علیؑ اس کا نام کیا ہے، کہا یا رسولؐ اللہ عرب میں ایک چڑیا ہوتی ہے جو ہر وقت توحید کے نغمے گاتی ہے جس کو قنبرہ کہتے ہیں اسی کے نام پر میں نے اس کا نام قنبرؓ رکھ دیا۔ رسولؐ نے کہا ہم بھی آج سے قنبرؓ کہہ کر پکاریں گے۔ کیا لکھا ہے آپ نے کتابوں میں جو رسولؐ کو ایک بار دیکھ لے وہ صحابی ہوتا ہے قنبرؓ غلام نہیں ہے صحابہ میں ہے۔

کیا کہنا قنبرؓ کا، موضوع نہیں تھا مگر بات آگئی، ایک صاحب نے سوال کرلیا کہ فلاں جگہ ایک مولانا پڑھ رہے تھے انہوں نے پڑھا کہ ایک عورت لائی گئی اور علیؑ نے قنبرؓ سے کہا اس کو کوڑے لگا دو قنبر نے بجائے تین کے چھ کوڑے لگا دیئے علیؑ نے کہا یہ کیا زیادہ کوڑے لگا دیے، تو علیؑ نے قنبر کو لٹا کر قنبر کے کوڑے لگائے۔

تو میں نے بتایا کہ یہ غلط ہے ایسا نہیں ہے کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ تو

سوال کرنے والے نے کہا کہیں نہ کہیں لکھا ہوگا جب ہی تو انہوں نے پڑھا ہوگا اچھا ہے جملہ، صرف یہ ہی نہیں اکثر افرادِ ملت کے کہتے ہیں۔

تو بھائی جو عالم ہے اسے یہ بھی پتہ ہوگا کہ ہر لکھی ہوئی بات کو پڑھا نہیں جاتا ، ہر بات لکھی ہوئی منبر سے نہیں پڑھی جاتی مصلحتوں کے مطابق۔ فرض کیجیے یہاں مجلس میں پڑھتے آیتیں پڑھتے سجدے والی آیت آ گئی تو اب ظاہر ہے کہ نہیں پڑھی جائے گی اس لیے کہ سجدہ واجب ہے قرآن کی آیت کا۔ تو اس لیے منبر سے سجدے والی آیت نہیں پڑھی جاتی ہے قرآن ہے پھر بھی نہیں پڑھتے اس لیے کہ منبر کے کچھ تقاضے ہیں، بہت سی باتیں تحفۃ العوام میں لکھی ہیں حق ہیں، دین ہیں، شرع ہیں، فقہ ہیں مگر منبر سے نہیں پڑھی جائیں گی۔

ہمارے مذہب میں علم رجال ہے۔ علم رجال محدثین اور راویوں کا علم یعنی صرف کئی لاکھ راویوں کے نام لکھے ہوئے ہیں پھر ان کے کوائف سچا ہے یا جھوٹا ہے، عادل ہے غیر عادل ہے، شیعہ ہے یا غیر شیعہ ہے۔ اب ہم نے دیکھا فلاں سے پھر فلاں ابنِ فلاں سے روایت آئی پھر رسولؐ سے اب دیکھتے چلئے کسی جگہ سلسلے میں جھوٹا راوی تو نہیں آ گیا تو حدیث و روایت غلط ہم نہیں پڑھیں گے لکھی ہے مگر نہیں پڑھی جائے گی یہ ہے علم رجال۔

اتنا پاکیزہ دین ہے ہمارا اب اگر ایسی روایت لکھی بھی ہے تو علم رجال پر پہلے پرکھیں گے اور چھوڑیے اس کو۔ سب کو علم رجال پر عبور نہیں ہے عام لوگوں کے لیے کیا ہو۔ تو اس کے لیے معیار سنیئے۔ معیار یہ ہے کہ اس حدیث و روایت کو بار بار پڑھو جس میں فضیلت آلِ محمدؐ بیان ہو رہی ہے اور اگر آلِ محمدؐ کی کسی ایک جملہ سے بھی توہین ہو رہی ہے تو ایسی حدیث کو دیوار پر مار دو اور اگر وقار بڑھ رہا ہے تو لے لو یہ ہے روایت۔

اب اس روایت کو درایت پر پرکھیے علیؑ نے قنبر کو مارا، قنبر سے غلطی ہوئی، جو قنبر ہر وقت علیؑ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ غلطی کر رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ علیؑ جو علم سکھا رہے تھے شاگرد غلطیوں پر غلطیاں کر رہے تھے۔ علیؑ کے شاگردوں نے پوری حیات میں ایک چھوٹی سی بھی غلطی نہیں کی۔ علیؑ کے غلام کی غلطی علیؑ کی غلطی کہلائے گی سکھا نہیں پائے علم ناقص رہ گیا۔

افسوس کی بات ہے کہ معرفت کے بغیر خطابت ہو رہی ہے۔

یاد رکھو معصوم جب کسی کو علم سکھائے گا تو اس کا شاگرد غلطی نہیں کر سکتا یہی کہہ رہا ہوں بار بار سلمانؓ سے کبھی خطا نہیں ہوئی، ابوذرؓ سے کبھی خطا نہیں ہوئی، عمارؓ سے کبھی خطا نہیں ہوئی اور اس کو جانے دیں، یاد رکھیے گا میرے جملے۔ بہتّر شہدا میں، حبیبؓ کی کوئی خطا نہیں، زہیرؓ کی کوئی خطا نہیں ملتی، عابسؓ کی کوئی خطا نہیں ملتی، مسلمؓ ابنِ عوسجہ کی کوئی خطا نہیں ملتی تو عباسؑ علمدار کا کیا کہنا اور مسلمؑ ابنِ عقیل کا کیا کہنا۔

آپ مولاؑ کا وقار بڑھا رہے ہیں یا گھٹا رہے ہیں، اب سنیں وہ سارے علما سنیں اور یہ پہچانیں۔ قاضی نور اللہ شوستری شہید الثالث نے لکھا ہے کہ قنبر کا علم مثلِ انبیا کے علم کے تھا۔ کون لکھ رہا ہے۔ عالم اور محقق۔ جب قنبر ایسا ہو تو قنبر کا مولاؑ کیسا ہوگا۔ قنبرؓ کے علم پر چیپٹر (chapter) لکھے گئے ہیں۔ رسولؐ کی بزم میں بیٹھے تھے علیؑ کے ساتھ ہمہ وقت رہے تھے اور پھر سب سے بڑھ کے زہراؑ کے در کی غلامی کی تھی۔ خانہ زہراؑ سے علمی روشنی ذہن تک آئی تھی خطا کیسے ہو سکتی ہے۔ جس طرح فِضہؓ قرآن پڑھتیں تھیں جواب میں، قنبرؓ بھی اسی طرح آیتیں پڑھتا تھا جواب میں اور تمام اہلِ سُنّت کے علما نے لکھا کہ فِضہؓ اور قنبرؓ سگے بھائی بہن ہیں۔ قنبرؓ بڑے ہیں فضہؓ چھوٹی ہیں۔ وعدہ کیا علیؑ نے تو کسی منزل پر قنبرؓ کو چھوڑا نہیں۔ سلمانِؓ فارسی نے مدائن میں انتقال کیا تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے کہا

سلمانؑ نے وفات پائی اب ہم جائیں گے سلمانؑ کو دفن کرنے قنبرؓ نے کہا مولاؑ
ہم بھی چلیں کہا آنکھوں کو بند کر زین کو پکڑ لے دس تک گن قنبر کہتا ہے سلمانؑ
کی لاش کے پاس تھے مدائن میں، دیکھیئے ایک اسم اعظم بتا دیا تھا قنبر کو، ایک
سے دس تک گن، خیبر کی لڑائی میں نادِ علیؑ رسولؐ نے کہا جس وقت رسولؐ اللہ نے
حضرت علیؑ کو مدد کے لئے پکارا حضرت علیؑ وضو کر چکے تھے اور وضو کا پانی ہاتھوں
سے ٹپک رہا تھا، علیؑ نے گھوڑا منگایا اور کہا قنبر ہم چلے قنبر نے کہا مولاؑ ہم کو چھوڑ
جائیں گے علیؑ نے کہا رکاب کو پکڑلو اور ایک سے دس تک گنو قنبر کہتا ہے آنکھ کھلی
تو خیبر کا میدان، رسولؐ کا خیمہ، پرچم اسلام لہرا رہا تھا، ایک سے دس تک میں سفر
طے کرتا ہے قنبرؓ تو پھر علیؑ کا کیا کہنا، ہر وقت ساتھ، خیبر کی لڑائی کے بعد رسولؐ
کے ساتھ مسلمانوں کا لشکر واپس ہوا لیکن علیؑ الگ چلے خیبر کا دورہ کرتے
ہوئے، اس علاقے کا امیر بادشاہ۔۔۔۔۔۔۔ آیا اپنی آلِ اولاد کے ساتھ علیؑ
کے پاس، اتنا عشق ہوا کہ قدموں پر گر پڑا کہا یہ صدیوں کا جمع خزانہ آپ کے
حوالے، وہ خزانہ جب باہر آیا تو ستر اونٹوں پہ بار ہوا علیؑ قنبر کو دیکھ کر مسکرائے کہا
قنبر اتنا خزانہ کبھی دیکھا۔ کہا مولا آپ کی غلامی میں رہ کر خزانے کا کبھی تصور ہی
نہیں ورنہ میں بھی بادشاہ کا بیٹا ہوں، سیر تھیں طبیعتیں، کنگلے نہیں آئے تھے، فقیر
نہیں آئے تھے، چھوٹی ذات کے نہیں تھے شاہزادے تھے یہاں غلامی کر رہے
تھے۔ اس در کے غلام بھی شاہزادے ہوتے ہیں۔ ایسے ہیں صحابہ اور ہم ایسے
صحابہ کی عظمت بیان کرتے ہیں، علم نے کہا یہ دیکھا، قنبر نے کہا مولا اب تو لے
کر چلنا ہے، ستر اونٹوں کو آپس میں باندھا آگے کے اونٹوں کی قطار کی رسّی ہاتھ
میں، اکڑتے ہوئے چلے، آج مولا امیر ہو گئے، بڑی دولت ساتھ ہے، چلے جار
ہے تھے آرام سے، سرحدِ مدینہ پہ پہنچے ایک اندھے فقیر نے آواز دی بھوکا ہوں

قدموں کی چاپ بتا رہی ہے کوئی سخی آ رہا ہے۔ فقیر بھی سخی کو پہچانتے تھے بخیل
گزرتا تو سوال نہیں کرتے تھے۔ ہمیں روٹی چاہیے ہم بھوکے ہیں کئی دن سے،
آواز کانوں میں آئی علیؑ نے کہا قنبرؓ فقیر آواز دے رہا ہے جلدی روٹی دے دو
کہا مولاؑ روٹی دستر خوان میں ہے مولا نے کہا دستر خوان دے دو کہا مولا
دستر خوان صندوق میں ہے، کہا صندوق دے دو قنبر نے کہا، صندوق اونٹ پر بار
ہے، کہا اونٹ دے دو، کہا اونٹ قطار میں ہے، کہا قطار دے دو اب حدیث یہ
ہے کہ صدقہ دینے میں تاخیر نہ ہو، صندوق کھولا جاتا روٹی نکلتی دیر لگتی اس لئے علیؑ
نے کہا بس سوال پہ فوراً عطا کردو۔ قطار دے دو، فوراً ستر اونٹوں کی قطار کی مہار
فقیر کے ہاتھ میں دے کر قنبرؓ بھاگ کر دور کھڑے ہو گئے، مولا نے کہا قنبر یہ
کیا، قنبر نے کہا مولاؑ ڈر گیا دریائے کرم آپ کا جوش پر ہے کہیں ایسا نہ ہو فقیر سے
کہو قطار کے ساتھ قنبر کو بھی لے جا، میں آپ کا دامن چھوڑنا نہیں چاہتا۔
ادھر فقیر بڑبڑا رہا ہے عجیب ہے غلام علیؑ کا روٹی مانگی تھی رسّی کا ٹکڑا پکڑا کر چلا
گیا۔ علیؑ نے سنا قریب آئے اپنے دامن کو فقیر کی آنکھوں سے مس کیا، آنکھوں
کو بینائی ملی، آنکھیں کھلیں تو دولت دیکھی اب سیر ہو گیا، کہا مولاؑ نہیں چاہیے کہا
ہم آلِ محمدؐ راہِ خدا میں جو دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔
فخر الدین رازی نے کہا اسراف بے جا تھا، ایک کو ہی اتنا دے دیا امت میں
بانٹ دیتے، کیوں بانٹ دیتے قرآن تو پڑھو پھر پتہ چلے وہ مال جو پورا لشکر مل
کر جنگ کر کے، تلوار چلا کر، گھوڑے دوڑا کر حاصل کرے اس میں سب کا حصہ
ہوگا اور جو تنہا خود حاصل کرے اپنی محنت سے اس کی مرضی دے یا نہ دے۔ اب
جانے کہاں گئی وہ دولت، فقیر کیا ہوا۔ راز رہ گیا ہاں ہم اتنا جانتے ہیں علیؑ کی اس
سخاوت کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو مزاجاً سخی ہو بخیل کے یہ واقعہ نہیں

سمجھ میں آئے گا۔ ایک انگریز مورخ ہندوستان آیا تو اس نے ہندوستان کے دو آخری درباروں کا حال لکھا ایک بہادر شاہ ظفر کا دربار، ایک اودھ کے آخری بادشاہ واجد علی شاہ اختر کا دربار، وہ کہتا ہے کہ میں نے اودھ کے آخری تاج دار واجد علی شاہ اختر کا دربار دیکھا ہم نے وہ بلندی سخاوت کی دیکھی جو کہیں نہیں پائی۔

شہر میں قحط پڑ گیا ہے اور شرفا تڑپ رہے ہیں بھوک سے، ایسا قحط ہے اب وہ بادشاہ چاہتے ہیں کہ بانٹا جائے شرفا لینے کو تیار نہ تھے نام بہ نام لینے کو تیار نہ تھے، ترکیب بادشاہ سوچ رہے تھے وزیروں کو بلایا کہا جون کا مہینہ ہے گرمی کا دور ہے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ رات کو آسمان پر جب ستارے نکل آتے ہیں اس منظر کو اس وقت ہم دو پہر میں دیکھنا چاہتے ہیں اور زمین پر۔

حکم دیا گیا جتنی چاندی خزانے میں ہے سب کو کوٹ کر مقیس پھر افشاں بنایا جائے، منوں افشاں تیار ہوئی، جون کا مہینہ اس زمانے میں اودھ میں گلاب کے پھولوں پر بہار آتی ہے سارے چمن زاروں میں سرخ پھول کھلے تھے سارے خادموں نے وہ چاندی کی افشاں گلاب کے پھولوں پر بکھیر دی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہکشاں زمین پر آ گئی ہے۔ وزرا گئے کہا بادشاہ چلئے کہکشاں اتر آئی ہے بادشاہ نے دور سے دیکھا ہزاروں میل تک زمین پر سوا ستاروں کے کچھ نظر نہ آتا تھا کہا سبحان اللہ کیا منظر ہے اب کہو شہر والوں کو یہ ساری چاندی لوٹ لیں شہر والے چاندی لوٹ لے گئے منظر بھی دیکھ لیا تاریخ میں سخاوت لکھ بھی گئی انگریز مورخ گواہی دے جب ایسا سخی ہو، واجد علی شاہ اختر کے عہد میں ایک مرثیہ گو شاعر محمد تقی خاں اختر جو مرزا دبیر کے شاگرد تھے، انھوں نے چھوٹی سی بحر میں مرثیہ کہا تین بند میں پورا واقعہ نظم کر دیا حضرت علیؑ کی سخاوت اور قنبر کی محبت علیؑ کو شاعر نے خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔

سائلِ کور نے کیا جو سوال
نان دے اے شہہِ خجستہ خصال
بولے قنبر سے آپ نان نکال
بھوکا ہے یہ نہ دیر کر قنبر
جلد سائل کو سیر کر قنبر

بولا وہ نان ہے شُتر پر بار
کہا دے دے شُتر کی اس کو مہار
بولا وہ شُتر ہے میانِ قطار
کہا دے دے قطار بے تکرار
سنتے ہی حکم میرِ کوثر کا
چھوڑ کر ریسمان کو سرکا

پوچھا حضرت نے کیا سبب اس کا
عرض کی دل میں اپنے میں سمجھا
بحرِ بخشش ہے جوش پر تیرا
مجھ کو دے دو تو کیا کروں مولا

سخی تھا تو علیؑ کی سخاوت اس طرح لکھ گیا، یہ ہے قنبرؑ کا مولاؑ۔

خریدنے گئے لباس تو دو لباس بازار سے خریدے جو سب سے بہتر تھا وہ قنبر کو دے دیا جو کم تر تھا وہ خود لے لیا لوگوں نے کہا کہ قیمتی لباس غلام کو دے دیا اور سستا لباس خود لے لیا کہا یہ جوان ہے میں بوڑھا ہوں جوان اچھا لباس پہننا پسند کرتا ہے میری عمر نکل گئی۔ تو پتہ چلا غلام کو بھی بیٹوں کی طرح پالتے تھے تبھی تو حق ادا کرتے تھے غلام، ایسا تھا قنبرؑ کسی نے پوچھ لیا بہت غریب ہے تیرا آقا کہا

تجھے نظر آتا ہوگا غریب، کہا کیا خوبی ہے، کہا سنو یہ وہ ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، یہ وہ ہے جس نے دو منہ والی تلوار سے جنگ کی، یہ وہ ہے جس نے دو بار ہجرت کی، یہ وہ ہے جو ایک ہاتھ سے دو نیزے چلا سکتا ہے، یہ وہ ہے جس کے دو بیٹے نیرین ہیں، یہ وہ ہے جو دو عالم کا مالک ہے ڈیڑھ سو فضائل بتائے جس میں ہر جگہ دو کی گنتی آتی جا رہی تھی یہ ہے قنبر کا کمال کہ فضائل علیؑ پڑھے تو یوں۔ ۶۱ھ تک حیات رہے بڑی عمر پائی اور علیؑ نے کہہ دیا تھا ۱۹ رمضان کی شب قنبرؓ کو اپنے پاس بُلا کر، کیا عالم ہوگا جب ہماری محبت میں تم کو قتل کیا جائے گا، کہا راضی برضا ہوں مولاؑ۔ حیران ہیں علما قنبرؓ زندہ تھے تو کربلا میں کیوں نہیں تھے پتہ چلا ابنِ زیاد کی قید میں تھے۔ جب حجاج بن یوسف کا دور آیا تو ڈیڑھ لاکھ محبانِ علیؑ قید میں تھے اور جب بیٹھتا تھا دربار میں تو کہتا کہ دل چاہتا ہے کہ آج کسی علیؑ والے کو قتل کریں لاؤ قید سے کسی کو لاؤ۔ قنبرؓ کو لایا گیا، کہا تو غلام ہے علیؑ کا کیا کام کرتا تھا۔ قنبر نے کہا میں علیؑ کے لیے وضو کا پانی رکھتا تھا اس پر مجھے فخر ہے، کہا اور کچھ علیؑ نے کہا، کہا ہاں علیؑ نے بتایا تھا کہ فاجر و فاسق کے ہاتھ سے تیرا قتل ہوگا، تجھے ذبح کیا جائے گا، کہا میں ایسا کروں گا، کہا تیری مرضی، کہا تجھے ڈر نہیں، کہا ڈرنے کی کیا بات، تو مجھے قتل کرے گا تو تو بدترین مخلوق قرار پائے گا میرے مرتبے بڑھ جائیں گے، کہا دینِ علیؑ کو گالی دو، کہا علیؑ کے دین سے بہتر کوئی دین ہو تو بتا۔ معلوم ہے کہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ معرفت قنبرؓ ہو تو قنبرؓ کا حال دنیا پڑھے جب دنیا ابھی قنبرؓ کو نہیں سمجھی تو مولائے قنبر کو کیا سمجھے گی۔

قنبرؓ ایسا تھا، مالکِ اشتر ایسا ابھی آپ اسد جہاںؔ سے زائرؔ سیتاپوری کی نظم سن رہے تھے "مالکِ اشتر مالکِ اشتر" ایک جملہ کافی ہے مالک اشتر کے لیے علیؑ کا "جس طرح میں رسولؐ کے لیے تھا مالک اشتر میرے لیے" کیا کہنا مالک اشتر کا۔ جمل میں سپہ سالار فوجِ علیؑ کے، صفین میں سپہ سالار، سات روز یوں تلوار چلائی کہ نہ رات رُکے نہ دن بہت بہادر تھے مالک اشتر اور اتنے ہی متقی، عبادت گزار حلم اور علم والے۔

اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت کی فوج کے کمانڈر تھے لیکن بازار سے چلے جا رہے ہیں ایک قصائی نے ہڈی کھینچ کر ماردی، پیر پر لگی صرف جلال کے عالم میں مڑ کر دیکھا اور چلے گئے۔ لوگ دوڑ پڑے کسی نے کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے یہ علیؑ کی فوج کا سپہ سالار مالکِ اشتر ہے۔ کہا میں نے نہیں پہچانا دوڑا ہوا گیا مسجد کوفہ میں، صحن میں نماز پڑھ رہے تھے یہ ٹھہرا رہا جب نماز پڑھ چکے تو ادب سے قریب گیا، کہا میں نے پہچانا نہیں مجھے معاف کر دیجیے۔ کہا مالک اشتر نے کیوں پریشان ہے میں تو گھر جا رہا تھا مسجد آیا اسی لیے کہ دو رکعت نماز پڑھوں اور تیری مغفرت کر دوں یہ ہے مالکِ اشتر۔ یہ معاف کرنے والے لوگ ہیں جب سپہ سالار ایسا ہو تو تاج دار کیسا ہوگا کیا کہنا کمیلؓ کا، کیا کہنا رشیدؓ ہجری کا، کیا کہنا حجر ابنِ عدیؓ کا، کیا کہنا ابو الاسود دئلی کا۔ یہ اصحابِ رسولؐ بھی ہیں اصحاب علیؑ بھی بڑے پائے کے لوگ تھے۔

محشر میں جب پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں حوارینِ محمدؐ تو سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ و مقدادؓ آئیں گے جب علیؑ کے حواری پکارے جائیں گے تو مالکِ اشتر، محمد ابنِ ابی بکر، میثم تمارؓ آئیں گے اور ایسے میں فاطمہ زہراؑ کے حواری پکارے جائیں گے تو فاطمہ زہراؑ کے حواری میں سلمانؓ بھی ہیں مقدادؓ بھی ہیں، حذیفہؓ بھی، عمارؓ بھی ہیں مرتبے دُونے ہو گئے ان کے۔

کل عرض کر رہا تھا جیسے ہی علیؑ کے گلے میں رسّی باندھی گئی، شاہزادی فاطمہ

زہراؑ نے بدُعا کے لئے ہاتھ بلند کیے، علیؑ نے سلمانؓ کو اشارہ کیا، سرِ امامت کو جانتے تھے۔ علیؑ جانتے تھے کہ سلمانؓ اشارہ سمجھ جائیں گے، سلمانؓ دوڑے، اُدھر مدینے کی زمین کو زلزلہ ہوا مسجد نبوی کی دیواریں قدِ آدم بلند ہو گئیں، آثار عذاب آ گئے لیکن سلمانؓ کہتے ہیں میں درِ زہراؑ پہ فوراً پہنچا، میں نے کہا شاہزادی علیؑ نے یہ کہا ہے بددعا نہ کیجیے گا۔ امت کے لیئے ایسی شفیق ہے شاہزادیؑ، ایسی مہربان ہے کہ بالوں تک جاتے ہوئے ہاتھ واپس آ گئے بددعا نہیں کی لیکن یہ ضرور کہا جب تک زندہ رہوں گی نمازِ شب پڑھ کر دشمنوں پر لعنت ضرور کروں گی۔

لعنت کرنا سُنَّتِ فاطمہ زہراؑ ہے وہ بھی نمازِ شب پڑھ کر، یہ تو راز ہے اللہ اور بندے کے درمیان سورۂ الحمد میں ہی واضح کر دیا **غَیرِ المغضُوبِ علیهم وَلاالضَّآلین** کہہ کر۔

زمانے کو بتایا جیسی صابرہ ماں تھیں ویسی ہی صابرہ بیٹی بھی تھی۔ زینبؑ صابرہ نہ ہوتیں تو حسینؑ کیوں کہتے کہ قافلہ لے کر تم کو جانا ہے۔ غلط فہمیاں دور کرتا چلوں روئیں گے آپ لیکن بہتر ہے کہ فکر و ہوش کے ساتھ روئیں۔ آپ سنتے ہیں پھر پڑھا جائے گا کہ رسولؐ یزید کے خواب میں آئے اور کہا بچوں کو چھوڑ دے یزید نے آزاد کر دیا یہ روایت غلط ہے اس لیے کہ حدیثِ رسولؐ یہ ہے کہ جس کے خواب میں میں آ جاؤں اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ روایت اس لیے بنائی گئی کہ یزید کی بخشش کا سہارا تلاش کیا جائے۔ دعوتِ فکر۔

آپ پوچھیں گے قیدی آزاد کیسے ہوئے، پتہ ہے حسینؑ سکینہؑ کو کیوں لائے تھے آج سنو سکینہؑ کو کیوں لائے تھے۔ سکینہؑ کی شہادت ہو گئی، بچی قید خانے میں دفن کر دی گئی یہی وجہ ہے لوگ پوچھتے ہیں اکثر، ہم قید خانہ شام میں گئے تھے وہاں رقیہؑ بنت الحسینؑ لکھا ہے تو سکینہؑ کہاں گئیں۔ سکینہؑ کی قبر کہاں ہے تو سنو، قید

خانے کا عالم یہ تھا کہ جب صبح ہوتی شام کی عورتیں بچوں کو گود میں لیتیں قید خانے کا رخ کرتیں سکینہؑ بی بی کربلا کا واقعہ سناتیں شام کی عورتیں روتیں شام کی عورتوں نے کاروبارِ زندگی چھوڑ دیا تھا۔ کھانا پکانا، بچوں کے کپڑے بدلنا سب چھوڑ دیا تھا ہر وقت روتی رہتیں رات و دن صبح کا انتظار کرتیں پھر درِ زنداں پر آ جاتیں۔ جب پتہ چلا بچی مر گئی اور زنداں میں اس کی قبر اس طرح بنی کہ زنجیر میں جکڑے ہوئے بیمار بھائی نے یزید سے تبرکات میں سے اپنی دادی کی چادر منگوائی مگر یزید نے نہیں بھیجی قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں سیدِ سجادؑ نے اپنے عمامے کا کفن دیا، قبر بنی۔ شام کی عورتوں نے یہ سب سنا اور جب گھر آئیں مرد واپس آئے تو سب نے چیخ کر کہا تم پر لعنت ہے ایک معصوم بچی ایک بے کس قید خانہ میں مر گئی اب ہم تمہیں گھر میں نہیں آنے دیں گے جا کر اپنے امیر سے کہو قیدیوں کو رہا کر دے۔ سکینہؑ شام میں انقلاب لے آئی، سکینہ کی شہادت انقلاب بن گئی۔ سارے مرد تلواریں کھینچ کر۔ یاد رکھیے معاویہ نے جو قصر بنوایا تھا اس کے سترہ دروازے تھے، ہر دروازہ دور دور تھا ساری فوج نے مختلف حصوں میں بٹ کر قصر کو گھیر لیا۔ یزید کو اطلاع ہوئی کہ اِدھر سے بغاوت ہو گئی اُدھر سے بغاوت ہو گئی قصر گھیر لیا ہے قید خانے میں بچی مر گئی یزید آیا بام پہ کہا کیا بات کہا ایک بچی مر گئی قید میں اب اگر اسیروں کو آزاد نہیں کیا تو تخت الٹ دیں گے بتا بچی کا نام کیا ہے یزید نے کہا عاتکہؑ بنت الحسینؑ ہے۔ اتنی دیر میں بام کی دوسری طرف شور ہوا اُدھر گیا کہا کیا ہوا، کہا ایک بچی مر گئی ہے کیا نام تھا اس کا، کہا یزید نے زینب بنت الحسینؑ، اتنے میں تیسری طرف شور ہوا اُدھر گیا اور کہا کہ رقیہؑ نام ہے چوتھی طرف کیا کہا اُمِّ کلثومؑ نام ہے جدھر جدھر جاتا نام بدلتا جاتا۔ آخر میں سارے فوجیوں نے کہا نام بدل رہا ہے اِدھر کچھ بتاتا ہے اُدھر کچھ بس اتنا بتا

دے کیا یہ وہی بچی ہے کہ جو دربار میں جس کے کان سے لہو بہہ رہا تھا جس کے گلے میں رسی تھی ایک ہاتھ کان پر تھا ایک ہاتھ گلے پر تھا۔ کہا ہاں وہی بچی۔ تاریخ نے مختلف نام لکھے اس لیے کہ سکینہؑ انقلاب لائی نام چھپایا گیا۔

گھبرا گیا یزید، اب سو نہیں پاتا ہندہ نے کہا کیا بات ہے سوتا کیوں نہیں کہا نیند نہیں آتی آنکھوں کے سامنے ناگ ڈستے ہوئے نظر آتے ہیں ہاں اس کو ناگ نظر آ سکتے تھے رسولؐ نہیں۔

دوہتھڑ پیٹھ پر مارا اور کہا ہندہ نے پھر قیدیوں کو کیوں نہیں چھوڑ دیتا اب تو ایک بچی بھی مر گئی اس کی ماں رات و دن تڑپ کر بچی کو یاد کرتی ہے، چھوڑ دے یزید بے کس ہیں قیدی، عورتیں ہیں تیرا کیا بگاڑا ہے۔

یزید گیا دربار میں حکم دیا علیؑ ابن الحسینؑ کو بلاؤ امام آئے تو زر و جواہر سے بھرے ہوئے صندوق منگوائے کہا یہ لے لیجیے، کہا یہ کیا ہے، کہا یہ آپ کے بابا کا خوں بہا ہے امام نے کہا یزید مجھے کیا حق ہے کہ میں خوں بہا لے لوں محشر میں رسولؐ کو دینا، یزید ہمیں کچھ نہیں چاہیے ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ تبرکات اور سر واپس کر دے اور پھوپی اماں نے یہ کہا ہے ایک مکان خالی کر دیا جائے جس میں ہم اپنے وارثوں کا ماتم کر سکیں۔ ایک مکان خالی ہوا قیدی قید خانے سے اس مکان میں آئے جس طرح بعد نبیؐ انصار و مہاجرین کی عورتیں فاطمہ زہراؑ کو پُرسہ دینے آتیں تھیں اور رونے کا وہ غُل اٹھا کہ مدینے میں رات و دن کوئی سو نہ سکتا تھا یہی عالم شام کا ہو گیا۔ شام کی عورتیں شاہزادی کے قدموں سے لپٹ گئیں، سر آئے علیؑ اکبرؑ کا سر آیا، عباسؑ کا سر آیا، حسینؑ کا سر آیا، عون و محمد کے سر آئے بیبیاں سر کو لے کر اپنی آغوش میں بیٹھ گئیں۔ زینبؑ کا یہ عالم کہ لوٹتے ہوئے سامان کی طرف بڑھیں اور ایک جلی ہوئی مسند نکالی ایک بلند مقام پر مسند کو بچھایا

ہاتھوں کو باندھ کر کہا بیٹا سید سجاد اس پر بیٹھ جاؤ کہا پھوپی آپ چاہتی کیا ہیں کہا بیٹا بیٹھو تو بتاؤں سید سجاد مسند پر بیٹھے پھوپھی سامنے آئی میرے لال عصر عاشور کو تیرا باپ مارا گیا پھوپھی تجھ کو پرسہ نہ دے سکی اس لیے کہ ہاتھ بندھ گئے تھے۔ آج ہاتھ کھل گئے ہیں بیٹا پرسہ قبول کرو یتیمی کا۔ سات دن زینبؑ نے وہ ماتم بھائی کا کیا کہ سارے دمشق کی زمین ہلنے لگی سکینہؑ نے مر کر دشمن کے دار الخلافہ میں ماتم کروا دیا۔ ماتم کا آغاز یزید کے شہر میں ہوا ساتواں دن آیا کہا بیٹا سواریاں تیار کرو مگر ہم پہلے کربلا جائیں گے عماریاں آئیں دیکھا مخمل و دیبا کے پردے پڑے ہیں، کہا بیٹا بھائی کی عزادار بہن۔ یزید سے کہو کالے پردے ڈالے جائیں۔ چہلم کی رات ہے سنو ماتم کرتے ہوئے سنو سینے پر ہاتھ رکھ لو کہو ربابؑ خدا حافظ، لیلیٰ خدا حافظ، رقیہؑ خدا حافظ، زینبؑ خدا حافظ کربلا کی بیبیوں خدا حافظ۔ ایک بار زینبؑ نے سب کو سوار کیا ایک ایک بی بی کو عماری پر بٹھایا ایک بار مڑ کر کہا بھابی نظر نہیں آئیں، رباب کہاں گئیں شام کی عورتوں نے کہا جب آ رہے تھے در زنداں سے ایک بی بیؑ لپٹی ہوئی بلک بلک کر رو رہی تھی سمجھ گئیں درِ زنداں پہ آئیں، کہا بھابی چلو، سواریاں تیار ہو گئیں، کہا شاہزادی اللہ نے دو بچے دیے تھے اصغرؑ کربلا میں ہے، میری سکینہؑ اندھیرے زنداں میں اکیلی ہے شاہزادی سکینہؑ کو اکیلا چھوڑ دوں، سمجھایا والی کا ماتم کرنا، بچے کا ماتم کرنا چلو ایک بار آپ کی شاہزادی عماری پر بیٹھی سواری چلی ایک بار عماری کا پردہ الٹا کہا شام والیوں اللہ تمہاری گودیاں آباد رکھے ایک بچی ہماری، اندھیرے زنداں میں ہے ایک شمع، ایک چراغ، روز آ کر قبر پر جلا دینا میری بچی اندھیرے زنداں میں اکیلی ہے۔ ہائے حسینؑ وائے حسینؑ۔

مجلس دہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

ساری تعریف اللہ کے لیے دُرود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

عشرۂ چہلم کی دسویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔
موضوع عظمتِ صحابہ آپ کی سماعت کے لئے ہدیہ تھا اور آج ایک تقریر ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح صحابہ ہیں حضورؐ کے اسی طرح صحابیات بھی ہیں۔ یہ موضوع بھی ایسا ہے کہ ایک تقریر میں ممکن نہیں لیکن چوں کہ موضوع کا ایک حصّہ ہے اس لیے اس کو بھی میں تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا اور پھر وہ مسائل جو تقریر کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور ان پر بھی میں روزانہ تبصرہ کرتا رہا تو وہ نظریہ رکھنے والے یا یہ فکر رکھنے والے کہ علیؑ نے کسی کی بیعت کر لی تھی یہ خیال ذہنوں میں کیوں آتا ہے۔ ایک حاکم ہے اور آٹھ دس ملکوں پر اس کی حکومت ہے یزید، ایران، عرب، مصر، سب ہی اُس کے زیرِ نگیں ہیں سب اس کے پیرو ہیں، سب نے اس کی بیعت کی ہے ایک حسینؑ کے بیعت نہ کرنے سے کیا نقصان ہے یزید کا۔ کیوں چاہتا تھا وہ، کیا بگڑتا، اس کی حکومت میں کوئی کمی تھی، اقتدار کمزور تھا، نہ حسینؑ اس کا ملک اس سے چھین سکتے تھے۔ پھر آخر کیا بات تھی۔

اس کا جواب اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ بیعت کے صحیح معنی معلوم نہ ہوں۔ بیعت کی معنی ہیں بیچ کر دینا، اپنے آپ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دینا کہ اب ہم تمہارے غلام ہو گئے جیسے چاہو ہمیں چلاؤ ہم نے سر جھکا دیا ہے۔ مسلمانوں کا وہ مذہب جس کا مالک ۵۰ برس کے بعد یزید بنا وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ دین جو رسولؐ نے دیا تھا اس کے مالک حسینؑ بنے ہوئے ہیں اور دولت نے جو مذہب دیا تھا اس کا مالک میں ہوں تو اسلام دو ہو گئے ہیں یزید ان دونوں کو ایک کرنا چاہتا تھا ایک ہی اسلام چلے میرا اسلام اور حسینؑ میرے اسلام پر صاد کر دیں کہ یہ صحیح ہے اور حسینؑ کا اسلام غلط ہے۔
یعنی ہم نے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کیا اپنی نمازیں، اپنے روزے، اپنی زکوٰۃ، توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت، جیسا تم کہو گے ویسا سوچیں گے، جیسے تم کہو گے ویسا کریں گے سب تمہارے ہاتھ بیچ دیا اب وہ جواب میں کہے گا جو چاہو لے لو، گورنری لے لو، زمینیں لے لو، جائداد لے لو اب تم نے توحید ہم کو دے دی، نبوت ہم کو دے دی، امامت ہم کو دے دی، نمازیں ہم کو دے دیں، ہم جیسی کہیں ویسی پڑھو بس یزید یہ چاہتا ہے کہ حسینؑ جملہ حقوق ہم کو دے دیں تو کیا مفہوم بیعت ۵۰ برس پہلے بدل گیا تھا جو علیؑ نے بیعت کر لی بس ختم ہو گئی بات۔ اگر حسینؑ نے کر لی بیعت اور سب کچھ بیعت کر کے بیچ دیا حکومت کے ہاتھ تو جیسے بیٹا بیچ سکتا ہے باپ بھی بیچ سکتا ہے اور اگر بیٹے نے نہیں بیچا تو باپ نے بھی نہیں بیچا۔
حسینؑ نے بیعت نہ کر کے بتایا میرے لیے کیا مشکل تھا اگر باپ نے نہیں

کی تھی بیعت تو میں بھی نہیں کر رہا ہوں انکار یہ بتا رہا ہے۔اس لیے کہ جب مسئلہ اٹھا تھا کہ بیعت لینی ہے عبداللہ ابن زبیر سے، عبداللہ ابن عمر سے، عبدالرحمٰن ابنِ ابوبکر سے اور حسینؑ سے تو یہی کہا گیا تھا سب کر لیں گے بیعت حسین نہیں کریں گے تو کہا کیوں نہیں کریں گے، تو بڑے بڑے سیاست دانوں نے کہا تھا یزید اور یزید کے باپ سے کہ حسینؑ اس لیے بیعت نہیں کریں گے کہ حسینؑ کے دل میں علیؑ کا دل ہے۔دشمن بولا سیاست بولی، یہ جواب بتا رہا ہے کہ علیؑ نے بیعت نہیں کی لکھنے کو آپ جو چاہیں لکھیں لیکن تجزیہ تو کیا جائے گا نا۔

بیعت کے معنی ہیں اپنے آپ کو بیچ دینا ہاتھ پر ہاتھ رکھ دینا۔قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

ید الله فوق ایدیهم (سورۂ فتح آیت۔۱۰)

اللہ کا ہاتھ سب سے افضل ہے، سب سے اوپر ہے اس ہاتھ پر کسی کا ہاتھ نہیں آ سکتا اب دنیا بتائے قرآن میں یداللہ کس کو کہا گیا۔

یداللہ، علی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے، اور اللہ کے ہاتھ میں کیا کیا ہے یہ بھی قرآن بتائے گا۔

ارشاد ہوا:

قُل اِنَّ الفضل بیدالله (آلِ عمران آیت ۷۳)

کہہ دو کہ فضل و کرم خدا کے ہاتھ میں ہے

بَل یدٰہُ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء (سورۂ مائدہ آیت ۶۴)

''اللہ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''۔

میرے نو تصنیف مرثیے ''نقوشِ معجزات'' کے چند بند اس بات کو واضح کرتے ہیں۔

سبزہ کہیں لہکا تو کہیں چٹکی کلی اور — گُل کھلنے لگے باغ کی رعنائی بڑھی اور
مہکا جو گُلستاں تو فضا جاگ اُٹھی اور — شبنم جو گری خاروں پہ کچھ اوس پڑی اور
جو نخل تھے نومید ثمربار ہوئے تھے
یہ معجزے اِک ہاتھ سے بیدار ہوئے تھے

جس ہاتھ سے آدمؑ کو تسلّی تھی وہی ہاتھ — جس ہاتھ نے یونسؑ کی بَلا ٹالی وہی ہاتھ
جس ہاتھ نے داؤدؑ کو قوت دی وہی ہاتھ — جس ہاتھ نے موسیٰؑ پہ تجلّی کی وہی ہاتھ
احمدؐ نے کبھی نُور کبھی ہاتھ کو دیکھا
معراج کے پردے میں اُسی ہاتھ کو دیکھا

دیکھا کہاں اس شان کا دنیا نے کبھی ہاتھ — مظہر ہے عجائب کا دو عالم میں یہی ہاتھ
گو معجزہ تھا حضرتِ داؤدؑ کا بھی ہاتھ — در پردہ تھا اس میں بھی وہی لا یزلی ہاتھ
دکھلائی ہے یوں معجزہ گر ہاتھ نے قوت
پائی ہے اُسی ہاتھ سے ہر ہاتھ نے قوت

اِس ہاتھ نے دِکھلائے سخاوت کے نئے رنگ — ظاہر ہیں انگوٹھی سے ولایت کے نئے رنگ
وہ بت شکنی اور وہ امامت کے نئے رنگ — وہ غزوۂ خندق میں عبادت کے نئے رنگ
ہر لحہ نبوت کا مددگار رہا ہے
اسلام کی کشتی میں یہ پتوار رہا ہے

جو نور ہے اِس میں یدِ بیضا میں نہیں ہے — ایسی تو شفا دستِ مسیحا میں نہیں ہے
ثانی کوئی اس ہاتھ کا دنیا میں نہیں ہے — اعجاز وہ ہے جو کفِ عیسیٰؑ میں نہیں ہے

یہ ہاتھ پیمبرؐ کے لئے دستِ دُعا ہے
یہ ہاتھ سرِ بنتِ پیمبرؐ کی رِدا ہے

اِس ہاتھ میں ہے نظم، دو عالم کی بقا کا — یہ ہاتھ ہے مختار ہر اک قدر و قضا کا
اِس ہاتھ نے رُخ بدلا زمانے کی ہوا کا — یہ ہاتھ ہے تسلیم کا یہ ہاتھ رضا کا

عُقبےٰ میں جہنّم کے وہی ہاتھ چڑھے گا
اِس ہاتھ میں جو ہاتھ نہ دے، ہاتھ ملے گا

یہ ہاتھ علم بھی ہے علمدار بھی یہ ہاتھ — کعبہ بھی ہے اور کعبے کی دیوار بھی یہ ہاتھ
یہ ہاتھ شرر بار بھی خوں بار بھی یہ ہاتھ — حیدرؑ بھی ہے اور جعفرؑ طیار بھی یہ ہاتھ

اس ہاتھ کا ہم پایہ کوئی ہاتھ کہاں ہے
اس ہاتھ میں ایماں کا علم جلوہ فشاں ہے

دیکھئے پھر ذرا سا اور غور کرلیں۔ علیؑ نے بیعت کی یعنی اپنے آپ کو بیچ دیا خلفا کے ہاتھ تو پھر قرآن پڑھیے اور دیکھئے۔

ایک مکان آپ کے پاس ہے، آپ نے اس کو بیچ دیا، ۵۰ ہزار آپ کو مل گئے رجسٹری بھی ہوگئی اور میں آ کر آپ سے کہوں کہ یہ مکان میرے ہاتھ بیچ دیجیے تو آپ کہیں گے وہ تو بک چکا، میں کہوں گا نہیں بیچئے میرے ہاتھ بیچئے آپ نے کہا بھائی رقم مل گئی، نئے مالک نے قبضہ کرلیا اور میں کہوں کہ نہیں آپ کو ہمیں وہ مکان بیچنا پڑے گا۔ دنیا کیا کہے گی کیسا بے وقوف ہے مکان بک چکا رجسٹری ہو چکی مالک کا قبضہ ہو چکا کہہ رہا ہے بیچ دیجیے ایک بکی ہوئی چیز دوبارہ کیسے بکتی ہے اب قرآن پڑھیئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۰۷)

انسانوں میں ایک نے اپنے آپ کو (اپنے نفس کو) اللہ کے ہاتھ بیچ دیا مرضی الٰہی کے عوض اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

علیؑ اپنا نفس بیچ چکے اللہ کے ہاتھ اب کس کی مجال ہے کہ خریدے۔ جو کہے گا علیؑ سے کہ بیعت کرو تو دنیا کہے گی کیسا بے وقوف ہے وہ تو بک چکا خدا کے ہاتھ اب تو کیا مانگ رہا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے تو جب نص موجود ہے تو تاریخ لاکھ لکھے علیؑ نے بیعت کرلی تھی کیسے مان لیں۔ اتنا ہلکا آپ سمجھتے ہیں علیؑ کو، علیؑ نے بیعت کرلی، کس کی بیعت کرلی، علیؑ سے زیادہ عالم کوئی تھا، علیؑ سے زیادہ سخی کوئی تھا، علیؑ سے زیادہ شجاع کوئی تھا آج اس دور میں اگر آپ اپنے آپ کو کسی فن میں ماہر سمجھتے ہیں اور آپ سے کہا جائے کسی کم تر کی اطاعت کرلیجیے تھوڑی دیر کے لیے تو آپ انکار کردیتے ہیں ہم اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے ڈاکٹری کی ہے آپ سے کہا جائے فلاں صاحب ہیں کمپاؤنڈر ان سے فلاں بیماری کا علاج پوچھ لیجیے آپ کہیں گے آپ کا دماغ خراب ہے ڈاکٹر میں ہوں پوچھوں کمپاؤنڈر سے تو آپ اپنے لیے تو گوارا نہیں کرتے علیؑ کیسے گوارا کرلیتے۔ کسی بھی شعبے میں دیکھ لیجیے۔

اور جانے دیجیے۔ علیؑ کے بھائی جنھیں کوئی منصب نہیں ملا، جناب عقیلؑ بڑے ہیں علیؑ سے صرف رسولؐ کے رفیق ہیں یعنی صحابہ سے افضل اور عالم یہ ہے کہ جب مدینے آئے تو روزانہ ظہر کی نماز کے بعد عقیل کا مصلیٰ بچھتا اور آ کر

بیٹھتے اب تمام عرب سے لوگ آتے تھے پوچھنے کے لیے اپنے شجرے، ماہر انساب تھے جانوروں کے شجرے جانتے تھے۔ عرب میں جتنی لڑائیاں لڑی گئیں ہیں ہر لڑائی کی تفصیل معلوم ہے عرب کا جغرافیہ جانتے ہیں اب عقیلؑ کس سے پوچھیں، اچھا جتنا علم عقیل کے پاس ہے لامحالہ اس سے کہیں زیادہ علم علیؑ کے پاس ہے یعنی علیؑ کے پاس علم لدنی ہے، علم امامت ہے۔ اب جتنا علم انساب کا عقیل کے پاس ہے اس سے زیادہ علیؑ کے پاس ہے علم انساب۔ اس کے باوجود علیؑ عقیلؑ سے کہہ رہے ہیں ایک ایسا بہادر قبیلہ بتاؤ جس قبیلے کی بیٹی سے میں عقد کروں۔

کیوں یہ کیوں پوچھا علیؑ نے کیا آپ کو معلوم نہ تھا۔ بھائی سے پوچھ کر بتایا جو جس شعبے کا ماسٹر ہوتا ہے اسی سے پوچھا جاتا ہے۔

تو یہ ہیں عقیلؑ، کانپتے تھے لوگ، ملوکیت، بادشاہت، خلافت کانپتی تھی عقیلؑ سے اور جا کر بیٹھے کہاں معاویہ کے دربار میں لوگوں نے کہا علیؑ سے ناراض تھے اس لیے چلے گئے۔ وہ وظیفہ زیادہ کرنے کی درخواست اور علیؑ نے ہاتھ جلا دیا اور کہا ہم نہیں دیں گے۔ یہ کیا بات ہے، یہ تاریخ کی بے وقوفیاں ہیں۔ عقیلؑ جس کا نام عقیلؑ ہے۔ عقیلؑ کے کیا معنی ہیں جو عقیلؑ ہے امام سے ناراض نہیں ہو سکتا ناراض ہو کر نہیں گئے بلکہ دیکھیے مزہ یہ آتا ہے ایک اپنے گھر میں بیٹھ کر دشمن کو برا کہا جائے ایک دشمن کے منہ پر برا کہیں۔ معلوم ہے عقیلؑ نے مدینے میں کہا تو کیا کہا ہم شام میں حاکم شام کے سر پر سوار ہو کر کہیں گے۔ میرے بھائی سے لڑنے لگا لڑلے جا کر، دربار میں بیٹھ گئے ہم تمہارے دوست ہیں، کہا ٹھیک ہے روز دربار میں پہلو میں مسند بچھائی جاتی، انتظار ہوتا کب عقیلؑ آئیں گے اب

جب تک نہ آجائیں سب خاموش بیٹھے ہیں آخر عمر میں بینائی کم ہوگئی تھی آئے اکیلے نہ تلوار، نہ ساتھی ڈرنا کیا ایمان والے کسی موقعے پر ڈرا نہیں کرتے اب جو آئے تو معاویہ نے کہا کہ تم بنی ہاشم آخر عمر میں اندھے ہو جاتے ہو اتفاق سے عباسؓ بن عبدالمطلب کی بھی بینائی آخر میں کم ہوگئی تھی، تو عقیل نے کہا جواب میں کہ ہاں، ہم بنی ہاشم آنکھوں کے اندھے ہوتے ہیں تم بنی امیہ دل کے اندھے ہو جاتے ہو۔ آنکھوں کی بینائی جانا کفر نہیں دل کا اندھا ہونا کفر ہے خاموش ہو گئے سب۔

عقیلؑ بولے یہ تمہارے پاس بڑبڑانے کی آواز آرہی ہے کیا زیادہ لوگ بیٹھے ہیں، کہا ہاں وزیر و مشیر ہیں، کہا کون کون ہے۔ کہا عمرو عاص ہے، کہا اچھا وہ جب پیدا ہوا تھا تو چھ آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا میرا بیٹا ہے میرا بیٹا ہے اور آخر میں ایک چکوا جیت گیا اور اس کا بیٹا یہ بن گیا کہا اور کون ہے۔ کہا ضحاک ابن قیس فہری ہے، کہا اچھا وہ جس کا باپ عرب میں اونٹوں کو آختہ کرتا تھا۔

کہا اور کون ہے، کہا ابوموسیٰ اشعری کہا اچھا وہ گرہ کٹ کا بیٹا۔ ہوگئی نا بات وزرا ہیں، اب پتہ چلا عقیل یہاں کیوں آئے ہیں اسمبلی میں منسٹروں کے شجرے بتانے آئے ہیں، مشیروں کے شجرے بتانے آئے ہیں۔

اب گھبرا گیا معاویہ۔ وزیروں کی بے عزتی ہوگئی اب چاہا برابر کیسے کریں۔ بھئی برابر کرلو تم عقیل کو کچھ کہہ لو پتہ کیا کہا، کہا مرحبا اے ابولہب کے بھتیجے۔ بڑی ہمت کی کہہ دیا اور ہے حقیقت اور ابولہب کی بیوی حمالۃ الحطب، امّ جمیل ہے یہ معاویہ کی سگی پھوپی ابوسفیان کی بہن تو پلٹ کر کہا مرحبا اے حمالۃ الحطب کے

بھتیجے، تو کہا دونوں شر تھے کہا ہاں دونوں شر تھے تو کہا کیا جہنم میں جائیں گے تو کہا عقیلؑ نے ہاں جب تم جاؤ گے تو پھوپی کو پاؤ گے میرے چچا کے پاس۔ بھرے دربار میں بتا دیا تو جہنم میں جائے گا۔ جا کے بیٹھے تھے بتانے کے لیے کہ تو جہنم میں جائے گا نہیں تیرا پورا خاندان جائے گا۔

یہ ہیں عقیلؑ، ایک دن آئے دربار میں، تھیلیاں بٹ رہی تھیں درہم و دینار کی، عقیل نے کہا کیا ہو رہا ہے، معاویہ نے کہا یہاں منبر رکھا گیا ہے، جو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرے گا (معاذ اللہ) اسے تھیلیاں ملیں گی بٹ رہی ہے دولت تمہارے حصے کی کشتی میں رکھی ہے برا کہو علیؑ کو اور لے لو تھیلی۔

کہا اچھا کتنی رقم ہے، کہا اتنی، کہا منبر خالی کروا دو، گئے عقیلؑ منبر پر گئے کہا، اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں اپنے بھائی پر لعنت کروں تو بس میں خدا، اس کے ملائکہ، اس کے انبیا کی لعنت اسی پہ قرار دیتا ہوں اور منبر سے اتر آئے کہا تھیلی لا، کہا تھیلی تو لے لو مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ لعنت کس پر کی تو عقیلؑ نے کہا پریشانی کیا ہے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جب لعنت زبان سے نکل جاتی ہے تو اپنا مقام ڈھونڈ کر وہیں پہنچ جاتی ہے۔

بہت کچھ پڑھ گیا، بہت کچھ محفوظ ہو گیا وقت بتائے گا کہاں، کس وقت، کون سی بات کام آئے گی آواز کہاں تک پہنچی۔ ہاں یہ نصرتِ حق ہے جب تک اُدھر سے نصرت نہ ہو ہم یہ نصرت نہیں کر سکتے اتنے برس سے مسئلہ تھا کبھی تاریخِ شیعیت میں نہیں آیا یہ موضوع۔ کیوں آیا اب کے اس لیے کہ جو یہ لوگ بہت اترا رہے ہیں ان کی سمجھ میں آ جائے کہ ان موضوعات میں کیا کیا ہے۔ صحابیات

بھی ہیں قطار لگی ہوئی ہے صحابیات کی لیکن دیکھیے میں کہاں سے شروع کر رہا ہوں۔ لوگ شروع کرتے ہیں ازواج سے، نبیؐ کی بیبیاں صحابیات ارے پیچھے جاؤ ذرا اور پیچھے، حلیمہ دائی جنھوں نے رسولؐ کو گود میں پالا اور حلیمہ دائی کی بڑی بیٹی شیمہ جس کا نام حرّہ بھی ہے اور حذیفہ ہے، حرّہ بنتِ حلیمہ سعدیہ جب ماں مصروف ہوتی تو لوریاں دیتی تھی شیمہ یعنی حرّہ نے وہ وہ لوریاں کہی ہیں رسول کو سلانے میں۔

کاش میں اس وقت تک زندہ رہتی جب میں تجھ کو نبیؐ بنا ہوا دیکھتی، میں تیری شاہی دیکھتی تیرا چاند جیسا روشن چہرہ نبوت کے نور میں دیکھتی، تو دیکھیے کیا لوری دی ہے، اس وقت تک جی گئیں بلکہ اور آگے تک زندہ رہیں، سیدِ سجادؑ کے دور تک زندہ رہیں۔

اور عالم یہ ہے حلیمہ کا بیٹی کے ساتھ آ گئیں ایک بار اور جنابِ خدیجہؑ کو پتہ چلا حلیمہ آئیں ہیں ملیکۃ العرب اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اپنے سر کی چادر بچھا دی بی بی نے کہا حلیمہ اس پر بیٹھیے اور جب چلنے لگیں تو بکریاں، غلام، کنیزیں، اونٹ، زر و جواہر رخصتانے میں دیے۔ اس لیے کہ خدیجہؑ نے بتایا کہ میں اس گھر کی بہو ہوں میرے سسرال سے اگر ایک دائی بھی وابستہ ہو جائے تو میں سسرال کا یہ احترام کرتی ہوں اب جو نبیؐ کی بی بی سسرال والوں کا احترام کرے وہ ہے اُمّ المومنین احترام ہوگا شوہر کے گھر والوں کا، گھر باقی ہے مٹ نہیں گیا سسرال مٹ گئے ہوں تو دوسری بات ہے۔ نبیؐ کا اپنا گھر آج بھی باقی ہے اور گھر والے بھی باقی ہیں۔

جب رسولؐ کو پتہ چلا جنگ حنین میں گرفتار ہوئے حوازن والے، قبیلۂ حوازن سے حلیمہ تھیں رسولؐ کو پتہ چلا کہ حلیمہ دائی کی بیٹی حرّہ بھی گرفتار ہو کر آئی ہیں، حرّہ کو دیکھ کر کہا ہم تم سب کو آزاد کرتے ہیں کوئی فدیہ نہیں لیں گے اس لیے کہ ہم پانچ برس تک اس گھر میں کھیلے ہیں یہ نہیں کہا کہ دودھ پیا ہے رسولؐ کسی کا دودھ نہیں پیتا حلیمہ کا دودھ نہیں پیا، دائی گود میں کھلاتی ہے۔ یہ عرب کا دستور تھا کہ بچے رئیسوں اور امیروں کے گاؤں میں پلا کرتے تھے، دشمنوں سے بچوں کو بچایا جاتا تھا، عبدالمطلب نے گاؤں میں اس لیے بھیج دیا تھا۔ یہودیوں کو پتہ تھا کہ ایک نبیؐ مکّے میں آنے والا ہے۔

یہی حرّہ بنتِ حلیمہؓ سعدیہ بعدِ نبیؐ علیؑ کی محبت میں سرشار تھیں، علیؑ کی بیعت کی، غدیر میں موجود تھیں اللہ کا آخری پیغام سنا، ۴۰ھ میں علیؑ اور ۵۰ھ میں حسنؑ کی شہادت ہوئی، ۶۱ھ میں کربلا، حجاج بن یوسف کا دور آیا ڈیڑھ لاکھ چاہنے والے علیؑ کے دارالامارہ کے زنداں میں قید تھے اس لیے سارے عالم میں ایک انقلاب تھا لوگ حیران ہوتے ہیں واقعۂ کربلا کے وقت سب کہاں گئے قید میں تھے اور ایسے میں حجاج نے یہ اعلان کیا کہ کوئی علیؑ کا نام نہ لے جو نام لے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اعلان ہوا حرّہ کا سن ۱۳۰ برس کا تھا، عصا کا سہارا لیئے یہ ضعیفہ گردن ہلتی ہوئی، کمر جھکی ہوئی شاہراہ پر آ گئی کہا کس نے اعلان کیا ہے کہ علی کا نام نہ لو میں آ گئی ہوں، ہر قدم پر عصا کو زمین پر ٹیکتی اور کہتی علیؑ علیؑ اور چلی۔ سپاہیوں نے کہا پکڑی جائے گی بڑھاپے کا خیال کر، کہا کون ہے تیرا حاکم، کہا لے چل مجھے، یہ ہیں صحابیات ایسی ہوتی ہیں۔ دربار میں لائی گئیں کہا تم ہو حرّہ

بنتِ حلیمہ سعدیہ کہا ہاں۔

حجاج: کیا تم ہی حرّہ دُخترِ حلیمہ سعدیہ ہو؟

حرّہ: (بغیر خوف کے) ہاں ہاں میں ہی ہوں۔ کیوں۔ کیا ہے؟

حجاج: خداوند تعالیٰ نے مجھے تم پر مُسلّط فرمایا ہے اور میں تو تمہیں بلانے والا تھا، تا کہ تم سے انتقام لے سکوں۔

حرّہ: آخر اس غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟

حجاج: سُنا ہے کہ تم حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان سے افضل جانتی ہو۔

حرّہ: (تھوڑی دیر خاموشی کے بعد سر بلند کر کے) اے حجاج! جس نے یہ بات میری نسبت کہی ہے بالکل جھوٹا اور مفتری ہے کہ میں صرف اِن اصحاب پر حضرت علیؑ کو فضیلت دیتی ہوں۔

حجاج: (غصے میں بھر کر) تو پھر کس کس پر ان کے علاوہ فضیلت دیتی ہو؟

حرّہ: میں تو حضرت علیؑ کو حضرت آدمؑ، نوحؑ، لوطؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ وعیسیٰؑ سے افضل واشرف جانتی ہوں۔

حجاج نے جب یہ سنا تو آتش غضب سے بھڑک اُٹھا اور بولا اے کمبخت! میں تو اِسی پر برافروختہ اور برداشتہ خاطر تھا کہ تم صحابہ کرام پر حضرت علیؑ کو فضیلت دیتی ہو۔ اُس پر طرّہ یہ کہ تم نے آٹھ انبیاءؑ کو بھی کہ جن میں الوالعزم انبیاء علیہم السلام بھی ہیں شریک کر لیا ہے۔ اگر تم نے اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت نہ کیا تو تمہارا سر اڑا دیا جائے گا۔ اور تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ تا کہ

دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔

حرؓہ: اے حجاج اگر تیرا ارادہ خوانخواہ ظلم وستم کا ہے اور میرے خون کا پیاسا ہے تو لے میرا سر حاضر ہے۔ ورنہ میری بات پر ایک نہیں سینکڑوں دلائل موجود ہیں۔

حجاج: اچھا جلد بیان کر کہ تو کس دلیل سے حضرت علیؑ کو حضرت آدمؑ پر فضیلت دیتی ہے حالانکہ ابوالبشرؑ کو خداوند تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے خلق فرمایا۔ اور پھر اپنی روح اُن کے جسم اقدس میں پھونکی۔ اپنے بہشت میں جگہ عنایت فرمائی اور ملائکہ کو حکم دیا کہ اُن کو سجدہ کریں۔

حرؓہ: میں کون ہوں جو سیّد الاولیاءؑ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دوں۔ بلکہ خود خلاقِ عالم نے اپنے مقدس کلام میں امیر المومنینؑ کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ دیکھ۔ حضرتِ آدمؑ کے متعلق ارشادِ قدرت ہے۔ **فَعَصیٰ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی** یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ صواب سے ہٹ گئے۔

اور حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

کَانَ سَعْیُکُم مَشْکُورًا یعنی تمہاری کوشش قابلِ شکر گزاری ہے۔ نیز ان کے حق میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُو الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رَاکِعُوْن۔ یعنی اے ایمان والو تمہارا سرپرست اور مولا تو بس خدا ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ ایمان دار لوگ ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ نماز میں اپنی انگشتری سائل کو دی ہو۔

حجاج: احسنت یا حُرّہ تو نے سچ کہا۔

اچھا تو یہ بتاؤ کہ کس دلیل سے حضرت علیؑ کو حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ سے بہتر اور افضل کہتی ہو؟

حرؓہ: خلاقِ عالم نے حضرت علیؑ کو اُن دونوں حضراتؑ پر فضیلت دی ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَأَةَ نُوْحٍ وَلُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْن۔

خداوندِ عالم نے کفار کی عبرت کے لئے نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کی مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے دو صالح اور پرہیزگار بندوں کے تحتِ تصرف تھیں۔ مگر دونوں نے اپنے اپنے شوہر کی خیانت کی تو ان کے شوہر عنداللہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جہنم جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم جاؤ۔ اور علیؑ کو وہ زوجۂ پاک ملی جس کی مرضی مرضیٔ خدا اور جس کا غضب غضبِ خدا ہے۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی شادی خود خلاقِ عالم نے حضرت فاطمہ زہراؑ سیدۃ نساء العالمین پارۂ جگر حضرت سید المرسلینؐ خیر الخلقِ اجمعین کے ساتھ اپنے انتظام سے سِدرۃُ المنتہیٰ کی اعلیٰ منزل پر فرمائی۔ تمام ملائکہ مقربینؑ اور حورانِ جنت نے شرکت کی اور میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور روح الامینؑ نے گواہی دی۔ حضرتِ زہراؑ وہ مخدومہ ہیں کہ آپ زنانِ ہر دو جہان کی سردار ہیں اور حضرت ربّ العزت آنجنابؑ کی خوشنودی سے خوش اور ناراضگی سے ناراض

ہے۔

حجاج: احسنتِ یاحُرّہ۔تم نے بالکل سچ کہا ہے۔

اچھا اب یہ بتاؤ کہ ابوالانبیاءؑ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن پر کس دلیل و برہان سے فضیلت دیتی ہو؟

حرّہ: اُن پر بھی خلاقِ عالم نے آنجنابؑ یعنی حضرت علیؑ کو فضیلت عطا فرمائی ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔

"اِذ قَالَ ابراھِیمُ رَبِّ اَرِنی کَیفَ یُحیِ المَوتیٰ قَالَ اَوَلَم تُؤمِن قَالَ بَلیٰ وَلٰکِن لِیَطمَئِنَّ قَلبِی" یعنی یاد کرو اس وقت کہ جب کہ ابراہیمؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا اے پالنے والے مجھے دکھا کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ تو خلاقِ عالم نے جواب میں فرمایا کہ کیوں ابراہیمؑ کیا تم اس بات پر ایمان نہیں لے آئے۔ عرض کیا کیوں نہیں۔ ایمان تو لا چکا ہوں مگر اطمینانِ قلب کے لئے یہ عرض کیا ہے۔

اِس کے برخلاف میرے مولا امیرالمومنینؑ کی وہ زبردست فرمائش کہ جس میں کسی فردِ مسلمان کو شک و شبہ نہیں ہے کہ آنجنابؑ نے علیٰ رؤسِ الاشہاد، فرمایا ہے۔ لو کُشِفَ الغِطَاءُ لَمَا ازدَدتُ یقینا۔ یعنی میرا یقین و عرفان اس درجہ کمال تک پہنچ چکا ہے کہ اگر پردہ ہائے اِمکان اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔

یہ وہ کلمہ جلیلہ ہے کہ آنجنابؑ سے قبل کسی نے نہیں کہا اور نہ کوئی آئندہ کہے گا

اے امیر اس کے علاوہ میں نے خود حضرت رسالتمآبؐ سے سنا ہے کہ آپ ایک

دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضور کے اردگرد مومنین اور منافقین کا مجمع تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے مومنو! شبِ معراج میرے لئے ایک منبر نصب کیا گیا جب میں اس پر بیٹھا تو میرے جدِ امجد حضرت ابراہیم تشریف لائے اور اُسی منبر پر مجھ سے ایک درجہ نیچے رونق افروز ہوئے۔

اس کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام نے جوق در جوق آنا شروع کیا اور ہر ایک ہم پر سلام کرتا تھا۔ کہ اِتنے میں میرے ابنِ عم علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام اس طرح زینت افروزِ مجلس ہوئے کہ آپ ایک ناقہ جنت پر سوار تھے ہاتھ میں لواءِ الحمد لئے ہوئے تھے اور اردگرد ایک گروہ گھیرے ہوئے تھا۔ جن کے چہرے مثلِ ماہتابِ شبِ چہاردہم چمک رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ جوان بزرگوار کون ہیں؟ کیا کوئی پیغمبر ہیں؟

میں نے کہا یہ نبی نہیں بلکہ آپ کے نورِ چشم اور میرے ابنِ عم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ لوگ اردگرد کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ آنجنابؑ کے شیعہ اور محبّ ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے اُس وقت یہ سن کر درگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا۔ رَبِّ اجعَلنِی مِن شِیعَۃِ علیٍّ۔ بارالٰہا مجھے شیعیانِ علیؑ سے محسوب فرما اور اسی امر پر قول رب العلمین دلالت کرتا ہے وَاِنَّ مِن شِیعَتِہٖ لَاِبرَاھِیمَ اِذ جَاءَ رَبَّہٗ بِقَلبٍ سَلِیمٍ۔ یقیناً انہی کے شیعوں میں سے البتہ ابراہیمؑ بھی ہیں جبکہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔

حجاج: احسنتِ یاحُرّہ۔ بالکل سچ کہا۔

اب یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰؑ پر کس برہان سے افضل و اشرف ہیں؟

حرّہ: حضرت موسیٰؑ نجوفِ فرعون مصر کو چھوڑ کر مدائن کی طرف تشریف لے گئے۔ چنانچہ خلاقِ عالم کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَخَرَجَ مِنهَا خَائِفاً یترقب پس موسیٰؑ شہرِ مصر سے ڈرتے ہوئے اور اِدھر اُدھر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے اور میرے مولا ابوالحسنینؑ فاتح بدر و حنین نے شبِ ہجرت نرغۂ اعدا میں بے خوف وخطر بسترِ رسولِ خداؐ پر آنحضرتؐ کی چادر اوڑھے ہوئے بڑے اطمینان سے خواب راحت فرمایا۔ اگر آنجنابؑ کے دِل میں کچھ بھی خدشہ ہوتا تو ہرگز نہ سوتے جنابِ باری عزّ اسمہٗ نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یشری نَفْسَهُ ابتِغَاءَ مَرضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤفٌ بِالعِبَادِ** ۔ لوگوں میں کچھ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا بھی ایسے بندوں پر بڑا مہربان اور شفیق ہے۔

حجاج: **اَحسَنتِ یَا حُرّہ**۔ یہ تو بالکل سچ ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام پر کس دلیل سے فضیلت دیتی ہو؟

حرّہ: پروردگارِ عالم نے خود فضیلت دی ہے۔ ارشادِ قدرت ہے **یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلنَاکَ خَلِیفَةً فِیْ الارَضِ فَاحکُم بَینَ النّاسِ بالحق وَلَا تَتَّبِع الهَوىٰ** الخ یعنی اے داوٗدؑ، ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا ہے، پس تم لوگوں میں عدل وانصاف کے ساتھ ٹھیک فیصلہ کرنا اور کبھی خواہش نفسانی کی متابعت نہ کرنا ورنہ راہِ خدا سے دور ہو جاوٗ گے۔ لیکن اِس ارشاد کے باوجود اُن سے فیصلہ کرنے میں اشتباہ ہوا۔

حجاج: کس چیز کے فیصلہ میں آنحضرتؑ سے اشتباہ ہوا؟

حرّہ: دو شخص آنجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ایک اون میں سے بھیڑوں کا مالک تھا اور دوسرا انگوروں کے باغ کا۔

بھیڑیں انگوروں کو چر گئی تھیں اور صاحبِ باغ نے آنجنابؑ سے اس امر کی شکایت کی تھی تو حضرت داوٗدؑ نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ بھیڑیں فروخت کر کے اس کی قیمت باغ کی تربیت میں صرف کی جائے۔ یہاں تک کہ باغ اپنی اصلی حالت پر آجائے تو اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا:

بابا جان! شاید حضورؑ نے اشتباہ فرمایا ہے بلکہ بھیڑوں کے دودھ بالوں سے باغ کی تربیت کرنی چاہیئے۔ خداوندِ عالم نے اسی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ **نَفَهَّمنَاهَا سُلَیمَانَ** پس ہم نے سلیمانؑ کو اس فیصلہ کی حقیقت سے مطلع کر دیا تھا۔

اور میرے مولا امیر المومنینؑ کا یہ دعویٰ تھا۔ **سَلُونِی قَبلَ اَنْ تَفقِدونِی** ۔ یعنی جس کا جی چاہے مافوق عرش کی خبریں مجھ سے پوچھے، اور زیرِ عرش کے حالات مجھ سے دریافت کرے۔ پوچھنے والو! جو کچھ پوچھنا ہو وہ جلد از جلد پوچھ لو ایسا نہ ہو کہ موت میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ ڈال دے۔

نیز آنجنابؑ فتح خیبر کے دِن حضرت ختمی مرتبتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے حاضرین سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم سب سے افضل اور اعلم اور زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام ہے۔

حجاج: احسنت۔ بہت ٹھیک کہا۔

اب یہ بتاوٗ کہ حضرت سلیمانؑ سے کیسے افضل ہیں؟

حرّہ: خداوند تبارک وتعالیٰ نے علیؑ کو سلیمانؑ پر بھی فضیلت دی ہے۔ کیونکہ ذکرِ حضرت سلیمانؑ میں فرماتا ہے۔ رَبِّ هَبْ لِی مُلْكاً لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِی۔ یعنی عرض کیا سلیمانؑ نے بارگاہِ ایزدی میں بارالہا! اپنے لطف وکرم سے مجھے ایسا ملک وسلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ حضرتِ سلیمانؑ کی طلبِ سلطنت و شاہی میں یہ خواہش تھی اور میرے آقا ومولا کا دنیا کے متعلق یہ قول ہے۔ طَلَّقْتُكِ يَادُنيا ثَلَاثَاةً رَجعَةً بَعْدَهَا حَبلُكِ عَلىٰ غارِبِكِ غُرِّ غَيْرِی لَاحَاجَةَ لی فِيكِ۔ یعنی اے دنیا میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں کہ اس کے بعد رجوع بھی ممکن نہیں کہ اب تو مختار ہے جا جا! کسی اور کو جو تیرا طالب ہو دھوکہ دے۔ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور آنجنابؑ کے بارے میں جناب باری عزّ اسمہ' ارشاد فرماتا ہے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيدُوْنَ عُلُواً فِی الْاَرْضِ وَلَافَسَاداً۔ یعنی آخرت کے عظیم الشان گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے بنائے ہیں جو زمین میں کسی قسم کی حکومت وسلطنت کے طالب نہیں ہیں اور نہ ہی فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔

حجاج: اَحْسَنْتِ یا حرّہ۔ یہاں تک تو بالکل سچ کہا ہے۔

اب رہے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ۔ یہ بتاؤ کہ علیؑ آنجنابؑ سے کس دلیل و برہان سے افضل واشرف ہیں؟

حرّہ: اے حجاج۔ اُن جنابؑ پر بھی خود خلّاقِ عالم نے فضیلت دی ہے۔ کیونکہ نصاریٰ نے حضرتِ عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہا ہے۔ لہٰذا خداوندِ عالم بطورِ عتاب

اُن سے بروزِ قیامت خطاب فرمائے گا اور حضرتِ عیسیٰؑ عذرخواہی کریں گے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اِذْقَالَ اللّٰهُ يَا عِيسىٰ ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِی وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِي اَنْ اَقُولَ مَالَيْسَ لِی بِحَقٍّ اِنْ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَافِی نَفْسِی وَلَا اَعْلَمُ مَا فِی نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ یادکرو اس وقت کو جب خدا عیسیٰؑ ابن مریم سے فرمائے گا، کیوں عیسیٰؑ ابن مریم تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی خدا مان لو؟ اور ابن مریمؑ اعتذار کے ساتھ عرض کریں گے بارالہا! تیری ذات تمام عیوب سے پاک ہے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں ایسی بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے اور اگر میں نے کچھ کہا ہوگا تو تجھے ضرور علم ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی سب باتوں سے واقف ہے البتہ میں تیرے غیب کی باتیں نہیں جانتا بلاشک تو ہی غیب خوب جانتا ہے جو کچھ تو نے حکم دیا ہے اس کے علاوہ میں نے کوئی بات ان لوگوں سے نہیں کہی میں تو یہی کہتا رہا ہوں کہ میرے اور اپنے پروردگار کی اطاعت اور عبادت کرو۔

اور میرے آقا امیرالمومنینؑ کو نُصیری نے خدا مانا ہے مگر خلّاقِ عالم نے کہیں آنجنابؑ سے عتاب کا خطاب نہیں فرمایا۔ اے حجاج یہ وہ فضائل ہیں۔ میرے آقا ومولا امیرالمومنینؑ کے جن کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسی وجہ سے میں آنجنابؑ کو تمام عالم سے۔ سوائے محمدؐ مصطفیٰ۔ خواہ انبیاءؑ ہوں یا غیر انبیاء سب سے افضل واشرف جانتی ہوں۔

حجاج (لاجواب ہوکر) احسنت یا حُرّہ تم نے اپنے دعویٰ کو، براہین وادِلّہ سے خوب ہی ثابت کیا ہے۔ بخدا اگر تمہارے براہین میزانِ اعتبار سے پورے نہ اُترتے تو وہی کرتا جو کہا تھا کہ تمہارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرادیتا۔

اس کے بعد حجاج نے بڑے احترام وعزت سے بہت کچھ انعام واکرام دے کر رخصت کیا بلکہ سالانہ وظیفہ بھی خزانے سے مقرر کیا۔

حرّہ: اے حجاج چلتے چلتے میرے مولا وآقا کے فضائل میں ایک اور نکتہ لطیفہ سن لے۔ جب مریمؑ بنتِ عمران مادرِ حضرت عیسیٰؑ کو بیت المقدس میں وقتِ ولادت قریب ہوا تھا تو خطاب ربُّ العزت ہوا کہ اے مریمؑ اس مکان سے باہر چلی جا کیونکہ یہ جائے عبادت ہے نہ کہ جائے ولادت!

اور جب امیرالمومنینؑ کی مادر گرامی قدر حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد طوافِ خانہ کعبہ کر رہی تھیں کہ آپ پر آثارِ ظہورِ امام ظاہر ہوئے تو اُن مُخدرہ علیہ کو ربُّ العزت کی طرف سے خطاب ہوا کہ ہاں اے میری کنیز خانہ کعبہ مطہر میں داخل ہو اور اس بچے کی ولادت باسعادت سے میرے گھر کو مُشرّف فرما اور زینت دے۔

اے حجاج انصاف سے کہہ کہ اِن دونوں بچوں میں سے کون سا افضل ہے؟

حجاج نے یہ جواباتِ شافیہ وکافیہ سننے کے بعد حرّہ کو دعائے خیر دی اور احترام و اکرام سے رخصت کیا۔

صحابیات، صحابہ کیا ہیں ان کے آگے، گھر میں بیٹھنے والی عورتیں ناقص الایمان، ناقص الشہادۃ، ناقص الطہارت، ناقص العقل، مگر یہ باتیں دیکھیے۔

سودا لینے گھر سے نکلی ایک خاتون، ایسے میں مسجد سے آواز آئی سلونی۔

پوچھو مجھ سے اس سے پہلے کہ میں تم میں نہ رہوں۔

کان کھڑے ہوگئے، یہ کون ہے جو علیؑ کے بعد یہ کہنے والا آگیا پہنچ گئیں اور منبر کے قریب پہنچی انہوں نے دیکھا مدعی سلونی نے اتنے بڑے مجمعے میں کوئی نہیں بولا یہ بڑی بی بولی، کہا پوچھو، کہا، یہ بتاؤ دو پڑوسی ایک محلے میں رہتے ہیں دونوں دوست ہیں مسلمان ہیں ایک مر گیا ایک زندہ اب تین دن تک اس کا جنازہ پڑا ہے اور دفن کرنے نہیں جارہا ہے کیا ہوگا، کہا اس پڑوسی پر واجب ہے کہ دفن کرے کفن کرے۔ کہا اچھا اب بتاؤ دو پڑوسی ہیں مکان پاس پاس ایک کافر ایک مسلمان کافر مر گیا اب مسلمان پر کیا حق ہے۔ کہا چوں کہ کافر ہے اس لیے اب پڑا رہے جنازہ تین دن کیا مہینہ بھر پڑا رہے مسلمان پر واجب نہیں تکفین و تدفین۔ کہا، اچھا مدائن میں سلمانؓ فارسی نے انتقال کیا، علیؑ مدینے سے باعجاز مدائن گئے اتنی دور، ایک صحابی مدینے میں مر گیا جنازہ تین دن پڑا رہا علیؑ نے دفن کیوں نہیں کیا۔

مانو کہ مرنے والا کافر تھا

سناٹا ہوگیا حضرت پریشان ہوگئے دیکھیے چودہ سو سال گزر گئے جہاں حق کی دلیل دی کفر کا فتویٰ آتا ہے۔ بولے تو کفر بک رہی ہے۔ مطلب جو حق کہے کافر

ایک تیرے سوا سب کافر آخر اس کا مطلب کیا
جو سر پھرا دے انسان کا ایسا خبطِ مذہب کیا
یاس یگانہ

یہ خبط ہے کفر کا فتویٰ نہیں۔ سب خبطی ہیں۔

کہا کفر بک رہی ہے اگر اپنی مرضی سے آئی تو اس پر عذاب اور اگر شوہر کی اجازت سے آئی تو شوہر بھی جہنم میں جائے گا مردوں کے مجمعے میں چلی آئی۔

کہا اچھی بات یاد دلائی وہ جو جمل میں آئی خود سے آئی یا شوہر کی اجازت سے اور پھر کہا تُو نے کیا سلونی کہا یہ سر کا عمامہ روز باندھتا ہے ذرا یہ تو بتا کہ اس میں کتنے پیچ ہیں۔ جس کو اپنے سر کی خبر نہ ہو علم کیا ہو گا بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حافظ کفایت حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی صاحبزادی بیگم مولانا منور علی کئی روز سے فرمائش کر رہی ہیں، فِضّہؑ کا حال پڑھ دیجیے پڑھوں گا۔

صحابیات میں نہیں ہیں فِضّہؑ نے رسولؐ کو دیکھا، رسولؐ سے حدیث لی فِضّہؑ سے بڑھ کے کون ہو گیا صحابیہ کیا کہنا کل بھائی کا ذکر تھا آج بہن کا ذکر ہے۔

قنبر اور فِضّہؑ۔ قنبر آئے فتاح نام تھا علیؑ نے قنبر نام رکھا۔ فِضّہؑ آئی میمونہ نام تھا علیؑ نے فِضّہؑ رکھا ابھی نئی تھیں معرفت کی منزل پر فائز نہیں ہوئی تھیں دیکھا روز فاقے ہوتے ہیں گھر میں کھانا نہیں پکتا۔

بادشاہ کی بیٹی تھیں، اس دور کے بادشاہ اپنی اولاد کو سارے علم سکھاتے انہیں علم کیمیا بھی حاصل تھا، بازار گئیں کچھ تانبے کے ٹکڑے لائیں، کچھ شورا لائیں اس کو پکایا بنایا جب چاندی بنالی چاندی علیؑ کے پاس لائی ہیں، کہا یہ کیا ہے میمونہ۔ کہا میں نے چاندی بنائی ہے مجھ سے گھر کے فاقے نہیں دیکھے جاتے اسے بازار میں بیچ دیجیے کچھ جو یا گیہوں لے آیئے کہا میمونہ یہ جو چاندی بنائی ہے اگر اس تانبے کو تپا لیتی تو اس سے اچھی چاندی بنتی، کہا آپ کو چاندی بنانا آتی ہے۔ کہا میرا بچہ حسنؑ بھی چاندی بنانا جانتا ہے اب حیران ہوئی، ایک بار علیؑ نے

کہا اپنے پاؤں کے پاس دیکھ میمونہ نے دیکھا چاندی کا دریا بہہ رہا تھا میمونہ نے حکم علیؑ سے چاندی اس میں ڈال دی چشمہ غائب ہو گیا، کہا اب آج کے بعد ایسا نہ کرنا اب سمجھ گئی معرفت کی منزل مل گئی۔ کہا تو نے نصرتِ آلِ محمدؐ میں چاندی بنائی ہم نے تیرا نام فِضّہؑ رکھ دیا۔ اب فِضّہؑ ہے آلِ محمدؐ کی زبان سے جو چاندی بن جائے اس کی تو چاندی ہو جائے گی۔

دیکھتے دیکھتے معرفت کی منزلیں طے کیں یہاں تک کہ ایک منزل آئی۔ زہراؑ کی چادر لے کر شمعون کے گھر گئی گروی رکھنے تو اس نے کہا فِضّہؑ کیا غریبوں کے ہاں پڑی ہے آ جا ہمارے گھر ہم تجھے سونے کے زیوروں سے لاد دیں گے۔ فِضّہؑ نے کہا کیا بات کرتا ہے وہ محتاج ہے کیا، تو دیوانہ ہے تیرے گھر کی یہ دیوار اگر میرا مولاؑ کہہ دے تو سونے کی ہو جائے شمعون نے کہا ایسا ہے تیرا مولا، کہا تو مولا کی بات کرتا ہے اگر فِضّہؑ یہ کہہ دے کہ اے دیوار سونے کی ہو جا تو ہو جائے گی۔ تاریخ میں لکھا ہے صرف انگلی اٹھائی تھی پوری دیوار سونے کی ہو گئی۔

علیؑ آ گئے کہا فِضّہؑ اسے پلٹا دو پہلی حالت پر آج کے بعد کبھی ایسا نہ کرنا سمجھا دیا، اب قرآن یوں پڑھتی ہے جیسے بات کر رہی ہے، اب سوا قرآن کے کوئی کلام نہیں کرتی۔ علیؑ نے شادی کی فِضّہؑ کی شوہر کا نام ابو سلیک غطفانی ہے، گھر میں زہراؑ نے بیٹی بنا کر رکھا ایک دن فِضّہؑ کام کرتی دوسرے دن بی بی۔ جو خود پہنا وہی اس کو پہنایا۔ رسولؐ گھر میں آئے بیٹیؑ نے دعوت کی، دوسرے دن علیؑ نے دعوت کی، تیسرے دن حسنؑ و حسینؑ نے چوتھا دن آیا اب فِضّہؑ نے رسولؐ

کے رخصت ہوتے وقت درخواست کی یا رسولؐ اللہ کل کنیز کی طرف سے، رسولؐ نماز پڑھ کر چاہتے تھے کہ حجرہ میں جائیں جبرئیل امین آ گئے، کہا رخ بدل دیجیے فِضّہؑ کی دعوت یاد ہے نا چلیے۔ وقتِ دعوت آ گیا کچھ پکایا نہیں ایک بار حجرے میں گئی دو رکعت نماز پڑھی کہا پروردگار تیرے حبیبؐ کی دعوت کی ہے فِضّہؑ نادار ہے ابھی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ جنت کے کھانے طشت میں آئے، فضہ کھانے لے کر آئی رسولؐ کے سامنے رکھ دیے کہا فِضّہؑ کہاں سے آئے، کہا دعا کی تھی یہ آ گئے تو رسولؐ نے کہا فاطمہ زہراؑ تیرے گھر کی کنیز کا مرتبہ مریم کے برابر ہے یہ ہے صحابیہ۔

اور وہ دن بھی آ گیا کہ جب روٹیاں پکیں اور سائل گھر پہ آیا روٹیاں سب نے دے دیں وقتِ افطار ایک علیؑ کی روٹی، ایک زہراؑ کی، ایک حسنؑ کی روٹی، ایک حسینؑ کی، فِضّہؑ نے بھی اپنی روٹی دے دی۔ ایک دن یتیم آیا، ایک دن مسکین آیا، ایک دن قیدی آیا تین دن تک پانچ پانچ روٹیاں گئیں ۱۵ جن میں تین روٹیاں فِضّہؑ کی۔ چوتھے دن جبرئیل آئے سورۂ دہر لے کر سورۂ دھر میں ۳۰ یا ۳۱ آیتیں ہیں اللہ نے ہر روٹی کے بدلے دو آیتیں ہیں، سورہ آیا اس میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کے نام نہیں لیئے بلکہ تین جگہ فِضّہؑ نام آیا۔

جب فِضّہؑ ایسی ہے تو فاطمہؑ کیسی ہوں گی۔

رسولؐ کا آخری وقت تھا سب کو بلایا سب سے باتیں کیں، فِضّہؑ کو بلایا کہا فِضّہؑ تو نے میرے بچوں کی، گھر کی بڑی خدمت کی فِضّہؑ تو نے حقِ مودّت ادا کیا ہم چاہتے ہیں کہ جاتے جاتے تجھے تین حق دیتے جائیں اب مانگ لے۔ کہا یا

رسولؐ اللہ مجھے اس گھر میں کیا کمی تھی جو مانگوں، کہا نہیں مانگ لے۔

کہا اچھا اگر آپ کا حکم ہے تو اوّل یہ ہے کہ میں نے اکثر اپنی بی بیؑ سے ایک لفظ سنا ہے کربلا، اکثر شاہزادہ حسینؑ و زینبؑ کربلا کی باتیں کرتے ہیں مجھے یہ تو نہیں پتہ کہ یہ کیا ہے مگر اتنا اندازہ ہے کہ کوئی واقعہ ہے میری خواہش ہے کہ جب وہ واقعہ ہو میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ کہا تو زندہ رہے گی۔

کہا، دوسری بات۔

کہا، اس وقت بھی مجھ میں اتنی قوت و طاقت ہو کہ آپ کے بچوں کی خدمت کرسکوں

کہا، تیسرا حق۔

کہا، اپنی عمر میں ایک دعا جب کروں فوراً قبول ہو جائے۔

کہا، جاؤ یہ حق بھی دیا۔

فِضّہؑ چلی۔ ایک صحابی سے سرِ راہ ملاقات ہوئی، کہا فِضّہؑ یہ کیا مانگا، اب ذرا صحابی اور صحابیہ کا فرق دیکھیئے کہا کیوں۔ آپ کیا مانگتے، کہا ہم سے اگر رسولؐ کہتے تو ہم کائنات کی حکومت مانگتے، جہاں دماغوں میں حکومت بسی ہو۔

کہا، اور۔

کہا، قیامت تک کی عمر، دیکھا شیطان کا مطالبہ۔

کہا، اور تیسری بات۔

کہا، جب مروں تو جنت میں جاؤں۔ یعنی جنت میں جانے کی امید نہیں ہے۔ فِضّہؑ نے کہا یہ تم مانگتے میں حکومت مانگ کر کیا کروں اس لیے کہ زہراؑ کے

دُر کی کنیزی کائنات کی حکومت ہے۔

اور قیامت تک عمر۔ تو سنو ان کی محبت میں مرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے اس لیے کہ شہید ہے۔

اور جو کہا کہ جنت تو درِ زہراؑ کے علاوہ اور بھی کوئی جنت ہے۔

فِضّہؑ نے جو کچھ کہا تھا وہ ہوا، واقعہ کربلا میں موجود تھیں، ہاتھ اور پیروں میں اتنی قوت کہ بار بار فضّہؑ ہی خبر لاتی کہ اب علی اکبرؑ لڑ رہے ہیں، اب قاسمؑ لڑ رہے ہیں، اب آقا نے یہ کہا اب عباسؑ خیمے سے باہر آئے اور اب اکبرؑ کا لاشہ آ رہا ہے، اب قاسمؑ کی لاش آ رہی ہے، اب عون ومحمد آ رہے ہیں۔

اور اب وہ وقت آیا کہ جو دعا کا حق مانگا تھا۔

شامِ غریباں اکلیل المصائب اور ریاض القدس سے پتہ چلے گا زوجہ حرؑ کی روایت کتنی غلط ہے اور پانی کہاں سے آیا تو سنیے۔

جب شامِ غریباں آئی فِضّہؑ نے جلتی ہوئی ریت پر تیمم کیا دو رکعت نماز پڑھی ہاتھ اٹھائے کہا پروردگار تیرے رسولؐ نے حق دیا تھا۔ کیا تیرے محبوب کی آلؑ پیاسی مرجائے گی اب بھی پانی نہیں ملے گا فِضّہؑ تجھ سے پانی کا سوال کرتی ہے۔

ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ کوزے پانی سے بھرے ملائکہ لے کر نازل ہوئے۔ اس پانی کے کوزوں کو لے کر آئی شاہزادی زینبؑ کے پاس، کہا بی بی یہ پانی خود بھی پی لیجیے اور بچوں کو بھی پلایئے کہا شہزادیؑ نے فِضّہؑ پانی کہاں سے آیا، کہا بی بیؑ آپ کے ناناؐ نے حق دیا تھا ایک دعا کا، دعا کی تھی مجھ سے سکینہؑ کی پیاس برداشت نہ ہوئی لیکن تاریخ میں نہیں ملتا کہ پانی کسی نے پیا بھی ہے اس

لیے کہ سب سے پہلے کوزہ سکینہؑ کو غش سے بیدار کر کے دیا تو پہلا جملہ یہ کہا پھوپی اماں کیا عمو واپس آ گئے فرات سے، کہا نہیں سکینہ فِضّہؑ پانی لائی ہے کہا پھوپی اماں آپ نے پیا کہا بیٹا میں کیسے پی لوں جو سب سے چھوٹا ہوتا ہے اسے پہلے پانی دیتے ہیں، کوزہ لے کر سکینہؑ مقتل کو چلی، کہا سکینہؑ کہاں چلیں کہا آپ نے ہی تو کہا ہے جو سب سے چھوٹا ہوتا ہے اسے پانی دیتے ہیں میرا بھیا علیؑ اصغر سب سے چھوٹا ہے۔

بس اب آگے روایت کچھ نہیں کہتی کہ آلِ محمدؐ نے پانی کب پیا ہاں اتنا ایک روایت میں ملتا ہے کہ جب حسینؑ جنت میں پہنچے ملائکہ نے گھیر لیا فاطمہؑ آ گئیں، علیؑ آ گئے ایک بار جامِ کوثر لے کر رسولؐ آگے بڑھے کہا میرے کربلا کے پیاسے لڑ کر آیا ہے نانا کے ہاتھ سے پانی پی لے ایک بار کہا نانا زینبؑ پیاسی ہے، سکینہؑ پیاسی ہے کیوں کر پانی پی لوں۔ روایت رک گئی پتہ نہیں حسینؑ نے پانی پیا یا نہیں ہاں ایک ادھوری روایت ہے کہ قید خانے میں حضرت زینبؑ نمازِ شب کھڑے ہو کر پڑھتی تھیں لیکن ایک دن سید سجادؑ نے دیکھا بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں زنجیر کو سنبھال کر قریب گئے کہا پھوپی کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا، کہا بیٹا کیا کروں اب طاقت نہیں رہی اس لیے کہ جو کھانا اور پانی آتا ہے وہ اتنا کم ہوتا ہے کہ بچوں کو کھلا دیتی ہوں اب زینبؑ میں دم نہیں رہا۔ اللہ۔

جب شام سے واپسی ہوئی تو صرف چھ مہینے زندہ رہیں اس سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ جس پر اتنے مصائب پڑے ہوں اس کی زندگی کیسے زیادہ ہوتی۔

اسیر قید سے چھوٹے، کوفے سے آنا یاد ہے لیکن اب شان کچھ اور تھی۔ بشیر

بن جذلم کی سرکردگی میں پندرہ ہزار کا لشکر ساتھ کیا گیا قافلے کو اس کے پہرے میں لے جاؤ لیکن ۲ میل دور لشکر چلے گا اور جہاں قافلہ رُکے لشکر وہاں سے دور اترے قافلے کی بیبیوں کی آوازیں لشکر والوں کے کانوں میں نہ جائیں۔اب یہ حکم دیا گیا ہے بشیر قافلے کو لے جا رہا ہے زینبؑ ہیں، بیبیاں ہیں، ۲۰ صفر کی تاریخ تھی کہ کربلا میں داخلہ ہوا وہی دن تھا کہ جابر صحابیِ رسولؐ کربلا آئے ہوئے تھے، فرات میں غسل کیا، کپڑے بدلے ایک بار فرات سے نکلے غلام نے نعلین سامنے رکھیں کہا یہ ہٹا لے ننگے پیر چلیں گے پتہ نہیں زہراؑ کا لہو کہاں کہاں گرا ہے میں نعلین کیسے پہنوں، قبر کے قریب پہنچے رخسار کو تعویذ پر رکھا آواز دی حسینؑ میں نے بھی گود میں کھلایا ہے بوڑھا صحابی تمہیں پکار رہا ہے جب بھی میں نے سلام کیا تمھارے در پہ جا کر تم نے جوابِ سلام دیا کیا آج بوڑھے صحابی کو جواب نہ دو گے جابر سلام کر رہا ہے حسینؑ جواب دو ایک بار خود بخود قبر سے الگ ہوئے کہا پروردگار میرا حسینؑ بولے تو کیسے بولے جسم پر سر کہاں ہے، سر تو دیار بہ دیار پھرایا گیا، ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ آواز آئی قبر سے جابر آگے بڑھو بہن کی سواری آ رہی ہے میرا بیٹا آ رہا ہے، دیکھا گرد اٹھی قافلہ آ رہا ہے قبر کے پاس سے ہٹے غلام سے کہا الگ دور لے چل نبیؐ کی نواسیاں آ رہی ہیں، فاطمہؑ کی بیٹیاں آ رہی ہیں اب جابر کہتے ہیں کہ قافلہ آ گیا لیکن میں نے سنا کہ آنے والی بی بی نے آواز دی حسینؑ بہن آ گئی کوئی شکوہ نہیں کیا کہ بازوؤں میں رسن بندھی، یہ نہیں کہا کہ سر کھل گیا بس اتنا کہا بھیا سکینہؑ کو حوالے کیا تھا لیکن واپس نہ لا سکی قید خانے میں بچی کی قبر بنا کر زینبؑ آئی ہے بھیا گود خالی ہے۔............ ہائے حسینؑ وائے حسینؑ۔

خطیب العصر علامہ ضمیر اختر نقوی

کی عشرۂ مجالس گراں قدر کتابیں

معجزہ اور قرآن

الوداعی عشرے کی دس مجالس

۱۹۸۹ء

صفحات : ۲۸۸ ہدیہ : -/100 روپے

ولایت علیؑ ابن ابیطالب

محکم دلائل مکمل خطبۂ غدیر

مع اسناد و راوی و کتب معتبر

بہترین تحفہ

دس مجالس

۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۴ء

صفحات : .... ہدیہ : ....